[illegible] مسلمان کو جان کر پس جزا اس کی دوزخ [illegible]

ترجمہ شاہ رفیع الدین

جمعیت خدام عزا کراچی کا ۴۳واں ہدیہ

سلسلۂ حالات چہاردہ معصومین علیہم السلام کی آخری کڑی اور سوانح حیات مولانا رحمۃ للعالمین و دریگانہ در بلائے مجمع البحرین حضرت ابی عبد اللہ

الحسین ارواحنا فداہ

از

آغا مہدی رضوی

(آل عمران مآب)

ناشر

الحاج پروفیسر سید زین العابدین ایم۔اے۔بی کام

ملنے کا پتہ

C-1-C/17 لیاقت آباد کراچی

بلا قیمت

باسمہٖ سبحانہٗ

پیش لفظ

نوشتہ صاحب فکر و نظر عالی جناب فاضل جلیل مولانا الحاج سید مسلم مہدی صاحب جرولی دام فضلہ و شرفہ جو حج بیت اللہ کا شرف بارہ مرتبہ حاصل کر چکے ہیں۔

(۱) شہدائے کربلا رضوان علیہم کی مقدس سیرت پر قبلہ و کعبہ جناب مولانا آغا مہدی صاحب دام ظلہٗ کے تصانیف اکثر مجھے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آخری کتاب سوانح جونی غلام ابی ذر رحمہ جناب نے خود مرحمت فرمائی میں نے بصد شوق کتاب پڑھی ان کے دینی خدمات اظہر من الشمس ہیں کیوں نہ ہو وہ اُس خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں جس کا ہندوستان و پاکستان پر احسان ہے جس نے قوم کو فقہ سے روشناس کرایا جن کے علمی کارنامے ابد الآباد تک باقی رہیں گے اور وہ اپنے تصانیف کے ذریعہ ابد تک زندہ رہیں گے۔

یا ابصار الناظرین

تہدیہ

قبرستانوں کے ماحول میں رہنے والا بوڑھا مصنف اور عوامی دور کا یہ تنہا مؤلف اپنے قلمی خدمات کو قوم کے مرد شہید سب سے بڑے سرمایہ دار علم و عمل سیٹھوں کے سیٹھ با اختیار وکیل حسین بن روح علیہ الرحمۃ والرضوان کے اسم گرامی پر معنون کرتا ہوں وہ میر سید محمد فرح کے ہمنام ہیں اُن سے یہ توقع ہے کہ اگر کسی قابل ہو تو حضرت ولی عصر عجل اللہ تبارک و تعالےٰ ظہورہ کی بارگاہ میں پیش کر دیں ؎

گل است حسینؑ گل بدن است حسینؑ | نور است حسینؑ نور زمن است حسینؑ
جاں داد و نداد ایمان بدست لعین بحنگ | چنانکہ بود بناء لا الٰہ الا اللہ۔

معلم اسلامیات ۔ تاج محمد صدیقی قادری ۔ پشاور

میں جناب والا سے اُس وقت سے واقف ہوں اور اُن کے علمی کارناموں سے متاثر ہوں جب کہ میں اور آپ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں ایک ساتھ خدمات دین

انجام دیے ہیں مجھ کو قریب دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ مدرسہ واعظین کے رسالہ الواعظ میں فقہی مسائل کو جس خوبصورتی اور آسان طریقے سے لکھ کر مولوی سید محمد زکی صاحب[1] کی طرف سے شائع فرماتے۔ اس طرح آپ نے فقہی دنیا پر بھی احسان فرمایا خداوند عالم آپ کی عمر طولانی کرے اور محمد و آل محمد دینی خدمات کو قبول فرمائیں۔

احقر سید مسلم مہدی عفی عنہ ۳ر دسمبر ۱۹۷۷ء

(۲) خاندان افضل العلماء کے چشم و چراغ حکیم مرزا صفدر نواب بی۔اے شفا منزل گھسیاری منڈی سے لکھتے ہیں ـــــ آپ کا شمار ثلۃ من الآخرین میں بلکہ قلیل من الآخرین میں ہے تاریخ لکھنؤ ایک رات کے لئے مستعار ملی رات بھر میں تقریباً ساری کتاب پڑھ ڈالی مجھے اس کا قوی احساس ہوا کہ جدید ماحول میں رہ کر تاریخ میں وہی اجتہادانہ کوشش کی ہے جو آپ کے بزرگوں نے فقہ و تفسیر میں کی ہے" تازہ خط کا اقتباس الحسینؑ میں انشاءاللہ جگہ جگہ ناظرین کو پریشان نظر آئے گی۔ ادارہ۔

یادداشت

متعلق صـ ۳۳۳ سفرنامہ تفضل حسین جو سنہ ۱۳...ھ کے عقیدتمند زائر تھے روزنامچہ تلّ زینبیہ کی ایک زیارت جو بخط سید مرتضیٰ عطا حسینی نقل کی ہے اس زیارت میں السلام علی النساء المخفیہ کا اضافہ ظاہر کرتے ہیں سلام ہو اس خاتون پر جو نظر مردم سے پوشیدہ ہوئیں۔ یہ بھی مفید مطلوب ہے

[1] مدرسہ مذکور کے مینیجنگ ٹرسٹی اور شمس العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب مجتہد لکھنؤ کے قائم مقام جو تاج العلماء نبیرہ اکبر کے الفاظ سے الواعظ کے کالموں میں یاد کئے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُس قادر و توانا پیدا کرنے والے کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے اپنے منتخب روزگار بندوں کی مقدس سیرت پر قلم اُٹھانے کی توفیق دی اور یہ شنہری کڑیاں آٹھویں امام کے سوانح حیات سے شروع ہو کر تیسرے امام کی زندگانی پر ختم ہونے والی ہیں۔ اگر تائیدِ ایزدی اور ختم رسل کی نظرِ رحمت نہ ہوتی تو جس مشاغل میں پہلے سے مصروف تھا اور اس کی موجودگی میں تکمیل مشکل تھی۔ یا علی کہہ کر اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھ سکتا ہے۔ مظہر العجائب کے کرم نے جس وادی میں قدم رکھا درود پڑھتا ہوا آگے بڑھ گیا اور اشہب طبع کہیں نہ رکی اس کی مسرت ہے۔ شکر نعمتوں کو زیادہ کرتا ہے ہر موئے بدن نے زبان بن کر شکر کیا اور تصانیف کی مقبولیت نے ہمت افزائی کی امام انام کی لائف پر قلم اٹھانے سے پہلے معزز ناظرین کی میرے گرد وپیش پر نگاہ بھی ضروری ہے۔ سر کم نار اگر تاب شنیدن داری ۔ حیف لشگاہم اگر طاقت دیدن داری

یہ حقیقت ہے کہ ہمارے مذہب میں جتنے علما گذرے اُتنے صاحب تصنیف نہیں تھے۔ بات کیا تھی اہل علم اپنے جذبہ احتیاط سے کچھ تو ڈرتے تھے قلم اٹھانے سے کچھ دوسرے خدمات دینیہ میں مصروف رہ کر فرض خلقت کو پورا سمجھ رہے تھے اور توفیق نہ ہونے کا شکوہ اُن کو تھا اس ماحول میں جنھیں قلم فرسائی کا شوق ہوا وہ بدقسمتی سے اچھے بُرے میں امتیاز پیدا نہ کرسکتے تھے۔ ہر رطب و یابس کو جمع کردیا اور اند صفوصند میں پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی سمٹ آئے پہل (سبقت) کا ثواب پایا جس نے ذرہ برابر اچھائی کی وہ اس کی جزا دیکھے گا۔ لیکن جو استقام رہ گئے اُس کا خمیازہ مستقبل کے افاضل کو بھگتنا پڑتا ہے زمانہ بہت ترقی کرچکا ہے اب یہ روش برداشت کے باہر ہے کہ اُدھر تو پنجاب سے حضرت فاطمہ زہراؑ کے پیغمبر خدا کی اکلوتی بیٹی نے پر مقالات نکلا پھر البتول مستقل کتاب چھپی اور اسی لاہور سے

خان بہادر سید اولاد حیدر فوقؔ مرحوم کی مشہور اور مقبول عام کتاب "ذبح عظیم" طبع جدید کتب خانہ اثنا عشری رجسٹرڈ کی طرف سے نکلی ہے جس میں امام حسینؑ کی خالہ رقیہ، اُمّ کلثوم، زینب کو ظاہر کر کے حدیث معتبر قرار دیا صفحہ ۲۱۳ یہ شیعیت کا اختلاف بیان قوم کے کسی ایک عالم کے پرچم کی تحت میں نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ فوقؔ صاحب اس میدان کے شہسوار ہی مگر علم کلام کی گہرائیوں سے باخبر محقق نہ تھے جو اس سقم کو نہ آنے دیتے آج کے عوام اللہ کے فضل سے ایسے باخبر ہیں کہ وہ خالہ کے وجود پر چیں بجبیں ہیں۔ فوقؔ کے خدمات سے انکار نہیں وہ مصنّف تھے اس نشیب و فراز کو علما سمجھ سکتے ہیں۔ مرحوم فدا علی خنجرؔ نے بھی افسانوی رنگ میں قلم اٹھایا تھا۔ بے شک ناصحی سے زبانی اس جادہ کو چھوڑنے کی نصیحت کی تھی کسی عالم کی تحریر ہم پر حجت نہیں ہے اور لکھا ہوں تو دیباچہ کی حیثیت باقی نہ رہے گی ہم بڑے پُرآشوب دور سے گذر رہے ہیں۔ مخالفین کا سواد کمین گاہ میں ہے راوی کے دامنہ کو بہا لے جانے والے تاریخ کو مسخ کر رہے ہیں اور دشمنی نئی نئی صورتوں میں جنم لیتا ہے ذرہ ذرہ شیعہ طبقہ کی کتابوں سے جب کوئی ثبوت اپنی حقیقت کا نہیں ملتا تو فرضی نام سامنے لاتے ہیں۔ مسئلہ فدک پر آج سے ۵۰ برس پہلے ایک خودساختہ عبارت منہاج السالکین سے پیش ہوئی تھی جس کو اس وقت کے شیعہ متکلم مولانا مرزا رضا علی صاحب مرحوم نے فرضی کتاب قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ اس نام کی کوئی کتاب کسی شیعہ مصنّف کی نہیں اگر سچائی ہو تو مصنّف کا نام سنہ طباعت اور کہاں سے کس زبان میں ہے۔ بناوٹی عبارت آج پھر قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہوئی اس کتاب کا نام ہے۔ "بنت رسولؐ کا حق وراثت پر تبصرہ اور مسئلہ فدک کا حل" صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضیاء الاسلام پریس سے چھاپی ہے اور صفحہ ۱۸ سطر ۱ میں پیش کیا اور چھاپے ہوئے لوگوں کو نوش جان کرنا حد درجہ قبیح ہے وہ سمجھتے ہیں کہ شیعوں میں علمی تہیدستی ہے اس مغالطہ کو برداشت کر لیا جائے گا۔ ہمارا وہی جواب ہے جو مولانا مرحوم و مغفور نے دیا اور مزید یہ کہیں گے کہ نام بھی غلط ہے۔

ؔ دیکھو تنبیہ الغافلین و تکذیب المکذبین در اثبات حقیقت امیر المومنین صفحہ ۲۳ مطبع اثنا عشری عابد علی لکھنؤ۔

تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات بھی کثرت سے ہوئے مگر تحفہ کے پاکستانی اڈیشن پر یہی لکھا ہوا ہے آج تک کسی شیعہ نے جواب نہ دیا۔

زشعلہ ایم زود دل سینہ پوشیم ما — چوں چراغ لالہ سوزیم خاموشیم ما

اس گرد و پیش میں مجھے قلم اٹھانا ہے۔ خیال تھا کہ حسینیت پر میرے ۲۷۶[1] مقالے اب تک چھپ کر مختلف جرائد میں مقبول ہوئے وہ سامنے ہیں جو چاہے ان کو مدون کر سکتا ہے مگر اس دور انحطاط میں ایسا کون ہے ۔ ۲۵ مئی ۱۹۷۰ء کو مرض کا ایک سخت حملہ ہوا اس سے جانبر ہوتے ہوتے خدا نے دل میں ڈالا کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام پر ۱۳ کتابیں نشر کرنے کے بعد صرف الحسین باقی ہے اس کو شروع کرو۔ ابتدائی منزلیں طے ہو گئیں تو مقالات بھی درج ہو سکتے ہیں اس خدا کی حمد ہے جس نے چند نشستوں میں ۲۴ صفحے تیار کرا دیئے اور اندازہ ہوا کہ چند مقالات کے سوا سب رہ جائیں گے۔ لہذا ناظرین یہ سمجھ کر صبر نہ کریں کہ یہ اس خادم دین کا شاہکار ہے جس نے کربلا کے نابالغ شہید قاسم بن حسنؑ پر چھ جلدیں لکھ کر اپنی زندگی صرف کر دی اور تیسری جلد میں جو فہرست قلم سے نکلی تھی وہ تمام ہونے سے پہلے عمر طبعی کی حد پر شروع ہو گئیں۔ اولاد میں جو یہ خدمت انجام دے سکتا تھا وہ نہ رہا تو اس کا ایک ٹھوس مقالہ درج کرنے پر آمادہ ہوں خدا انتہا تک پہنچائے جو صاحب تصنیف شاگرد تھے وہ بھی نہ رہے۔ دنیا کا ہمیشہ سے یہی رنگ رہا ہے سہ

سوز دل اشک رواں آہ سحر نالہ شب — ایں ہمہ از اثر لطف شما می بینم

کتاب میں اندر قلی خنیہ رخنہ دوائی کے جوابات بھی ہوں گے۔ عزاداری اعلیٰ و حاجی زندہ ہمیشہ رہی اور اس دوست نما دشمنی کی پیداوار بھی بند نہیں ہوئی شہید جاوید ایران کے سید شہیدان کا جواب منظر عام پر آ گیا ہے اور اس طبقہ کی بھی زبان بندی ہو گئی جو کراچی کی نام نہاد علماء کی علمی غلطیاں دیکھ کر کہتے تھے کہ یہاں اگر ٹھوس لکھنے والا نہیں تو ایران سے تحریر بلائیں کے ان کو یاد دلانے والا کوئی نہیں کہ سید کاظم رشتی کون تھا اور خالصی کہاں

---

[1] حلوارات الواعظ کے مقالات اس تعداد میں شمار نہیں کی گئی ہیں۔

کے باشندے امام اب بھی کوفی و شامی نرغے میں ہیں اور اُن کو زخمِ زبان و قلم سے بچانا ہے۔ ہزار صفحے بھی نذرِ قرطاس ہوں تو تھوڑے ہیں فرض ادا نہ ہوگا۔ دفاع میں عمری رویہ جو اصحابِ حسین کا تھا۔

گفتم حدیثِ لطفِ تو آمد سخن لطیف   کردم بیانِ وصفِ بہشت شد بیاں لذیذ

کتاب کے کچھ مقامات وہ ہیں جن کو امامِ اہلِ سنت ابو محمد[1] قاسم بن علی حریری اور ابوالفضل محمد جو عمر بن خالد معروف بجمال[2] قریشی اور شیخ الامام ابو محمد بن محمد بن علی العاصمی[3] اور دوسرے بڑے بڑے علماء کی پیروی میں استخارہ دیکھ کر درج کیا ہے اور یہ برمحل قدم ہے جو اُٹھایا گیا ہے۔ استخارہ انسان کی روزمرہ زندگی میں صرف اُسی موقع پر ہے جہاں عقلِ بشر کام نہ کرے۔ یہ ایک ٹرنکال ہے جس سے مشیتِ ایزدی معلوم ہوتی اور بندہ خالق کا حکم گھر بیٹھے حاصل کرتا ہے۔

یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ سوائے چند صفحات کے ساری کتاب قلم برداشتہ ختم کی ہے تعقید بھی ہوگی سست الفاظ بھی پائے جائیں گے لفظوں کو شاندار بنانے کی کوشش نہیں کی اور مسبب الاسباب سے توقع ہے کہ اتمام سے پہلے طباعت شروع ہو جائے۔

ملک میں اتوار کے بجائے جمعہ کی تعطیل ہونے، سڑکوں، قیام گاہوں، اداروں کے عربی نام رکھے جانے، عربی میں بات چیت کے مکتب کھل جانے پر بھی قوم عربی سے اتنی دور اور کاتب اس قدر نابلد اور مصحح اس قدر بے خبر ہیں کہ قلم ایسی قرآنی لفظ کو غلط پڑھتے ہیں۔ اس لئے میں عربی عبارتیں زیادہ تر چھوڑ دی ہیں اور قرآن حکیم کے آیات بھی زیادہ تر درج ہونگے ترجمہ پر اکتفا ہوگی شروع میں چند مقدمات ضروری ہیں۔ امام کی شخصیت کے لحاظ سے اس پیشکش کو آپ سرسری قلم فرسائی کا درجہ دیں یہ حقیر ہدیہ ممدوح کے شایانِ شان نہیں ہے۔ میرا اسلوبِ نگارش یہ ہوگا کہ جس موضوع پر سب قلم اُٹھاتے ہیں اُس کو زیادہ سے زیادہ مختصر کر دوں اور جس پر کسی نے قلم اُٹھایا نہ ہو اُس کو عرق ریزی سے طول دوں تاکہ جو

---

[1] مقاماتِ حریری مقالہ نمبر ۱ [2] دیباچہ مطارح نعت [3] انتخاب حبہ بہ لطفی تفسیر سبعہ بل اسے محفلات مکتبہ ممتاز العلماء لکھنؤ یہ تمام ... نسخہ نمبر ۱۲ میں دیکھو۔

حقائق اب تک نظر نہ آئے تھے وہ علیؑ کا نام لے کر قلمبند ہوں اور امام پہچانے جا سکیں۔

خود جس نے دوپہر میں ہمیشہ کے واسطے جنگل کو کربلائے معلےٰ بنا دیا۔ (قیس رنگیں پوری) تذکرہ زینبؑ خاتون کے وقت بھی میں مرض کا مقابلہ کر رہا تھا اب اور زیادہ ناتوان ہوں عامی یہ نہ سمجھے کہ علیل کی رائے بھی علیل ہوتی ہے قلب و دماغ تندرست ہے اور جس کے دوش میں مرض ہے وہ تنومندی کے باوجود حق سے دور ہے اس حیات کی اس منزل پر ہوں جو مخلوق سے دور خدا سے قریب کرتی ہے۔ جمعیت خدام عزا کی ۲۳ چھپی ہوئی کتابوں کے کسی بیان کی ضرورت پڑی تو شاذونادر درج ہوگا حوالوں پر اکتفا ہوگی اس سے ناظرین گھبرائیں نہیں۔ ورنہ حجم بڑھنے اور آج کل کی گرانی اسباب طباعت اشاعت کی توقع بھی نہ رہے گی۔

یہ عنوان پر قلم اٹھاتے ہوئے اللہ پر توکل ہے وہ بشری لغزش سے بچائے گا۔ کان حقا علینا نصر المومنین قرآنی آمادلوں کی ڈھارس اور زبان پر ہے ؎

عیبش مپوش ، ہر کہ بپوشد عیوب ما
یارب دعائے خستہ دلاں مستجاب کن

فقیر باب اہل بیت
آغا مہدی
۱۷ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

مقدمہ

شہادت پر انبیاء کرام کی پیشین گوئی

حضرت آدمؑ پہلے انسان کے روبرو واقعہ کربلا کا ذکر لسان قدرت سے ہوا۔

صفی اللہ کے بعد جناب نوحؑ شیخ المرسلین کا دور تھا جس میں نافرمان لعنت کے کسی طرح راہ راست پر نہ آنے کے بعد ہمہ گیر عذاب طوفان کی صورت میں آیا اور نوحؑ اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی پر بیٹھے جس نے پوری دنیا کا طواف کیا یہاں تک کہ جب کربلا سے گذر ہوا۔ اور زمین نے کشتی کو ایک خاص جذب سے ٹھہرایا اور ڈوب جانے کا اندیشہ ہوا تو نوحؑ نے اپنے پالنے والے کو پکارا اور کہا کہ میرے معبود میں نے پوری دنیا کا چکر کاٹا اور بڑا امن گیر رہا جیسا کہ اس جگہ محسوس ہو رہا ہے جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا یا نوحؑ فی ھذا الموضع یقتل الحسین سبط محمد خاتم النبیین وابن خاتم الوصیین ۔ اے نوحؑ یہاں آخری نبی محمدؐ کے نواسہ حسینؑ قتل ہونے والے ہیں جو آخری وصی کے فرزند ہیں۔ مرسل نے پوچھا کون قتل کرے گا۔ جبرئیلؑ نے کہا وہ جس پر ساتوں زمین اور ساتوں آسمان لعنت کرتے ہیں۔ جناب نوحؑ نے چار دفعہ لعنت کی طلوع شمس ہوئی ناؤ آگے بڑھی اور کوہ جودی پر ٹھہری۔ (سفر ختم ہوا)

نوحہ یرمیاہ ۴۶، ۱۰

جنوری ۱۹۰۵ء کے الحکم میں جو لکھنؤ کے ذمہ دار اہل علم کی نگرانی میں ماہوار جاری تھا واقعہ کربلا پر تبصرہ مع اصل عربی عبارت (ترجمہ) کیونکہ یہ خداوند رب الافواج کا دن ہے اور انتقام کا دن تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے اور تلوار کھا جائے گی اور سیر ہوگی اور ان کا لہو پی کے مست ہوگی کیونکہ خداوند رب الافواج کے لئے اوتر کی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہے۔

دیگر

لیکن میری قوم کی بیٹی بیٹنے قوم (راامتت) بیابان کے شترمرغوں کے مانند بے رحم ہے دودھ پیتے بچہ کی زبان پیاس کے مارے تالو سے

جا لگی ہے۔ ننھے بچے روٹی مانگتے ہیں پر اُن کے لئے کوئی ذرّہ تا نہیں صـ۴۲۹

کتاب استثنا جس وقت حق تعالےٰ نے قوموں کو میراث بانٹی اور جس وقت اُن سے بنی آدم کو جدا کیا اُس وقت بنی اسرائیل کے شمار کے موافق گروہوں کی مقرر کی یعقوب اُس کی ناپی ہوئی میراث ہے اُس نے اُسے ویران زمین اور سنسان اور ماتم انگیز بیابان میں پایا۔ (صـ۲۷۵ مطبوعہ ۱۸۶۷ء)

لوقا چھٹے گھنٹہ کے قریب تھا کہ ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور نویں گھنٹے تک رہا۔ سورج تاریک ہو گیا۔ (پ ۲۳ - آیت ۴۴)۔

متی ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا۔ اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ ستارے آسمان سے گر پڑیں گے اُس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ (انجیل متی۔ چھاپ لاہور صـ۵ و۶)

کوڈک حنا بستن عروس او بخون او۔ اُس کی دلہن اُس کے خون سے ہاتھ رنگین کرے گی

دیگر اُس وقت یوحنا کے شاگردوں نے اُس کے پاس آ کر کہا۔ کیا سبب ہے کہ ہم تو روزہ رکھتے ہیں۔ یسوع نے اُن سے کہا کہ کیا براتی جب تک دولہا اُن کے ساتھ ہے ماتم کر سکتے ہیں مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا اُن سے جدا کیا جائے گا اُس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔ صـ۱۷

کتاب مقدس پرانا عہد نامہ پھر خدا نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ساتویں مہینہ میں بھی اور اس کے دسویں روز آپنے کو غمزدہ بناؤ اور خدا کے لئے آگ سے قربانی گذرانو تم عین اُس دن کوئی کام نہ کرنا جو کوئی انسان اُس دن غمگین نہ ہو گا۔ وہ اپنی قوم سے کٹ جائے گا اور جو انسان کوئی کام کرے گا اُس انسان کو اُس کی قوم سے فنا کر دوں گا۔ تم کسی طرح کا کام مت کرنا یہ تمہارے سارے گھروں میں تمہاری قوموں کے لئے قانون ابدی ہو گا۔ (احبار نمبر ۲۳ صـ۱۴۲ مطبوعہ [illegible]

یونس یہ محترم نبی جب قوم کی نافرمانی سے عاجز آ کر وطن سے غصہ میں نکلے اور ناؤ پر بیٹھے دریائی سفر میں طوفان آیا عالم اضطراب میں دریا میں گرے

مچھلی نے نگل لیا اور کم از کم ۴۰ روز اُس کے شکم میں زندہ رہ کر عالم آب کی سیر کرتے رہے اس کشمکش حیات میں بھی تسبیح و تہلیل سے غافل نہ تھے چالیسویں دن وحی ہوئی کہ پنجتن کو وسیلہ قرار دو۔ اُس وقت آپ نے دعا کی اللھم بحق محمد المصطفیٰ وعلی المرتضیٰ وفاطمۃ سیدۃ النساء والحسن المجتبیٰ والحسین الشہید بکربلا) میرے معبود برگزیدہ رسول محمدؐ اور پسندیدہ علیؑ اور ساری عورتوں کی سردار فاطمہؑ اور چُنے ہوئے امام حسنؑ اور کربلا میں شہید ہونے والے حسینؑ کا واسطہ۔ دعا قبول ہوئی۔ امتحان ختم ہوا اور حسینؑ ہی کے علاقہ نینوا میں کنار فرات مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔

قران مجید اے ابراہیمؑ تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ اب تم دونوں کو بڑے مرتبے ملیں گے۔ ہم اسی طرح کرنے والوں کو یوں جزا کی خبر دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا سخت اور صریحی امتحان تھا وفدیناہ بذبح عظیم لہ ہم نے ابراہیمؑ کا فدیہ ایک بڑی قربانی کو قرار دیا۔ ۳۷؁

دیوان علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (۱) اشعار حضرت امیرؑ کی اصل عبارت سے کانی بنفسی واعقابھا وبالکربلا ومحرابھا فتخضب فسا اللحی بالدماء خضاب العروس باثوابھا مجھے اپنی جان کی قسم میں اپنی اولاد دلبند میں آنے والوں کو دیکھ رہا ہوں کہ کربلا اور دنہان کی جنگ میں داڑھیاں خون سے اُسی طرح رنگین ہوں گی جیسے نئی دلہن رنگین کپڑوں میں ملبوس ہو۔

(۲) ارشاد ہوتا ہے ای عجب اعجب من اموات ینصرون ن محاما الاحیاء۔ اس سے بڑھ کر عجیب تر کیا ہے کہ قبر کے مُردے زندہ آدمیوں کی گردن زدنی کریں گے۔

جناب معصومہ فاطمہ زہراؑ سورۂ دہر جب نازل ہونے والا تھا اور دوسرے روزہ کے وقت افطار یتیم نے سوال کیا تو حضرت علیؑ

لہ مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ صفحہ ۱۸۳ طبع بمبئی۔

نے معصومہ سے تحریک کی وہ سوال کو رد نہ کریں اس وقت فاطمہ زہرا نے جواب دیا۔

انی لعطیۃ ولا ابالی واوثر اللہ علی عیالی امسوا جیاعا وھم اشبالی اصغرھم یقتل اغتیالی۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں سوال کو ایثار کرکے رد نہ کروں گی حالانکہ میرے بچوں نے یوں رات بسر کی ہے کہ وہ گرسنہ تھے مگر وہ شیر کے بچے ہیں انھیں کا چھوٹا قتل ہوگا۔

کلام دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک واشگاف الفاظ دوسرے کنایہ اور اشارہ ان کھلی ہوئی لفظوں میں انبیا اولوالعزم کو اطلاع کے بعد نوح کا ۷۲ مرد و عورت لے کر کشتی پر بیٹھنا میقات موسیٰ میں بہتر نفوس کی میزان وغیرہ وغیرہ بتاتی ہے کہ سلف صالحین حسینیت کی یاد عملاً بھی تازہ رکھتے رہے۔ اس مطلب کو سوانح عثمان بن علی اور سوانح عابس بن شبیب شاکری میں بڑی تفصیل آپ پائیں گے قدرت کے اس اہتمام سے یہ بھی واضح ہے کہ اگر اقتدار کی جنگ ہوتی تو خلاق عالم جو نیت کا جاننے والا ہے واقعہ سے پہلے آدم موسیٰ اور خلیل کو ہمدرد نہ بناتا اور اگر واقعات کی گہرائی میں مزید بحث کی جاتی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس آدم سے تشنگی پر لسان قدرت نے تبصرہ کیا وہ ہمارے مورث اعلیٰ آدم تھے یا جو لا معلوم سلسلہ فریقین کی کتابوں میں آدم کے پہلے آدم و قس علی ہذا پایا جاتا ہے لہٰذا کوئی قدیم یا سب آدم مراد ہیں وسعت لفظ تو مستثنیٰ نہیں کرتی۔ یہ ہیں غم والم کے وہ اقتدار جو ہر عصر پر چھائے ہوئے ہیں لہٰذا جیسکہ الکنایۃ ابلغ من التصریح اشارہ کھلی ہوئی لفظوں سے زیادہ بلیغ سمجھا جاتا ہے یہ خود حدیث ہے اس لئے یہاں کنایۃً واقعہ کربلا پر اشارہ ہے وہ زیادہ مفید ہے۔

خود حسین کی ولادت سے پہلے پیشین گوئی

جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا کا بیان ہے کہ جب حسین رحم میں آئے ہوئے پانچواں مہینہ شروع ہوا تو میں جب

---

۱ تفسیر ثعلبی ج ۲ دمعۃ الساکبہ ۔۔۔ ۴۳ ۔۔۔ طبع کراچی۔ ۳ تذکرۂ علماء ہند مولوی رحمٰن علی ص ۵۳ طبع اول ۱۹۱۴ء

نماز کی تکبیر کہوں تو میرے شکم سے بھی اللہ اکبر کی آواز آئے اور جب پانچواں مہینہ شروع ہوا تو نماز صبح کے بعد جنین نے آواز دی یا اماہ انا ولدك العطشان بعد ظہرین آواز آئی انا ولدك العریان بعد مغربین صدا آئی۔ اِنا ولدك السحقان۔ یہ تینوں کلمہ سُن کر معصومہ شب بھر روتی رہیں اور صبح کو خدمت رسول میں پہنچکر معنے پوچھے۔ سرکار دو عالم بھی اشک بار ہوئے اور کلمہ اول کے معنے بتائے۔ میرے بعد اُمت اس فرزند کو پیاسا قتل کرے گی۔ اور دوسرے کلمات کے معنے یہ ہیں (میں آپ کا (بعد موت برہنہ اور بے کفن) فرزند ہوں) کہ حسینؑ کو بعد شہادت جسم کے کپڑے لوٹ لینے سے نعش عریاں پڑی ہوگی کوئی دفن کرنے والا نہ ہوگا۔ ہر کلمہ کے معنے سُن کر حضور اور معصومہ روتی تھیں۔ تیسرے کے معنے بتلانے میں شاید مرسل کو عذر تھا۔ جب غمزدہ ماں نے اصرار کیا اور علی مرتضیٰ نے بازو تھام لیا تو کہا کہ جب حسین قتل ہوگا تو دشمن گھوڑوں کی نعلبندی کرکے جسم پہ دوڑائیں گے جن کی ٹاپوں سے لاش ریزہ ریزہ ہوگی سحق کے معنے ہیں پیسنے کے انا ولدك السحقان کی تفسیر سُن کر بازو ہاتھ سے چھوٹا اور معصومہ غش کر گئیں (بحار الانوار) سیاق عبارت بتاتا ہے کہ دختر رسول ظہرین و مغربین میں دو نمازیں ساتھ پڑھتی تھیں۔۔۔

مقدمہ عصمت (بے گناہ ہونا)

ہمارے مذہب میں دینی رہنما کے لئے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے محفوظ ہونا اشد ضروری ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں کہ گناہگار بانو مسلم تبلیغ دین کا حق نہیں رکھتا جتنے نبی اور رسول اور اُن کے جانشین گذرے وہ سب معصوم ہیں اور بغیر عصمت منصب ہدایت نہیں ملا۔ یہ نظریہ عقل کے مطابق اور ذوق سلیم کی تجویز ہے اس سے فرق اماميہ میں کسی کو اختلاف نہیں اگر نبی کو بھی خطا وار اور عام انسانوں کا ایسا قرار دیں تو وہ احکام الہٰی کو غلط بھی قوم کے سامنے پیش کر سکتا ہے اس سے قانون شریعت میں قطع و برید بھی ہو سکتی ہے اور دستور مذہب اصلی خدوخال میں نہ رہے گا جو قبیح ہے

اسی زاویہ نگاہ سے ہم نے فرشتوں کو بھی معصوم کہا ہے۔ وہ غلطی کرتے تو وحی و پیام رسانی میں کتر بیونت ہوتی اس لئے وہ بھی ہر گناہ سے پاک اور یہی ہادی کی افضلیت کا راز ہے اگر وہ عام آدمی ایسا ہوتا تو قوم سے برتری کا حق نہ تھا اور نہ عوام سے مساوات کی منزل پر ہونے میں الٰہی اقتدار کے لائق نہ تھا۔ روحانیت نے اس کو نوع بشر سے اشرف قرار دیا۔ نہ ابتدائی عمر میں اُس سے کوئی لغزش ہوئی نہ بوڑھاپے میں۔ آغاز و انجام ایک تھا اس ضرورت کا احساس نماز پنجگانہ کے وقتی امامت میں بھی باقی رہا۔ اور نیز اجتہاد کے درجہ میں عدالت شرط ہے اور اس صفت میں استمرار ہونا چاہیں مثلاً جب اجازہ اجتہاد پایا تھا عادل تھا بعد میں رفیق زندگی کو بے پردہ کیا اور یہ آزادی اولاد میں پہونچی تو وہ اب مجتہد نہیں رہا فقہا نے اس مطلب کو اس طرح ادا کیا ہے کہ جو بعد میں فاسق ہو اوہ اقتدا کے قابل نہیں اجتہاد سے محروم ہے اگر مسلم اکثریت اس شرط کو قبول کرتی تو ہم میں اور غیر میں فرق نہ تھا۔ قاف سے کاف تک ایک دین ہوتا اصولی اور اخباری۔ بریلوی اور دیوبندی کی تفریق نہ ہوتی۔ اس مسلک کو مسلمانوں نے اس لئے اختیار نہیں کیا کہ جن محترم افراد کا بعد رسول کچھ لوگوں کے بیعت کر لینے سے چناؤ ہوا اور اس دور حکومت کے بعد نامزدگی اور شوریٰ کے تحت میں تقرر ہوا۔ وہ گذشتہ زندگی میں مسلمان نہ تھے اگر تو مسلم گھنے میں کسی کا ترتیب ہو تو اُن کے نو وارد ہونے میں بال برابر شبہ نہ تھا اور یہی اولی انتخاب کا وہ عیب تھا کہ تینوں حکمران کو نظر تنقید سے بچانے کے لئے قوم نے حضور سرور دو عالم کے فرزند ماں باپ کو بھی مسلمان نہ مانا اور اس بے ادبی کے لئے تیار ہوئے کہ وہ سب مشرک تھے حالانکہ اُن کی پاک دامانی پر سورۂ شعرا کی آیت تقلبك فی الساجدین گواہ ہے نور محمد و آل محمد کی ولادت سے پہلے سب منزلیں وہ تھیں جو سجدہ کرنے والے بزرگ تھے ہم معاشرہ میں اگر کسی پشتہا پشت کے مسلمان سے کہدیں کہ تمہارے باپ کافر تھے تو وہ لڑنے اور مرنے پر آمادہ ہوگا مگر آقائے دو جہان کی غلامی کا دعوے کرنے والے اُن کے باپ

دارائی یہ قدر کرتے ہیں اس کو دوستی نہیں کہتے۔ ان کے ایمان کا یہ حال ہے کہ وہ پیغمبر کا سہو (بھول چوک) اُمت پر احسان[1] قرار دیتے ہیں اور گستاخی کی اعلیٰ حد یہ ہے کہ اس طبقہ نے سیرت کی ہر کتاب میں شق صدر[2] کا افسانہ نذرِ قرطاس کیا ہے جس کے پول کھولتے ہوئے پاکستان کے قادر الکلام خطیب علامہ رشید ترابی مرحوم نے اپنی عمر گزار دی اور ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں ایک نہ بیچا غلطی کو تسلیم کرنا چاہیے۔ فضائل نبوی میں سب سے بڑی فضیلت معراج کو بھی جسمانی اور روحانی[3] کا اختلاف قرار دینا۔ دوست نما دشمنی ہے۔ زمانہ بہت ترقی کر چکا اور اب ایسے مواد کو اپنی کتاب سے نکالو جن کی روشنی میں رنگیلا رسول چھپا تم میں پھر اس کے بھی قائل ہیں کہ آنحضرت[4] ایک مرتبہ گھوڑے سے گرے حالانکہ آپ کی عظمت شان یہ تھی کہ جس سواری پر آپ چلتے وہ راستہ میں نہ لید کرتا نہ پیشاب کرتا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ راہوار پیری سے آزاد ہو جاتا ہمیشہ جوان رہتا غور کرو اس میں رسالت کی بلندی ہے کہ وہ راہوار سے گریں یا اس میں کہ وہ قدم مبارک کی برکت سے تاحیات جوان رہے شان عصمت یہ ہے کہ معصوم ان بیماریوں اور قابل نفرت کردار سے بھی پاک ہو۔ تم نے یہ بھی لکھا کہ رسول کی ایک مرتبہ[5] نماز قضا ہوئی اور حالت نماز میں[6] بچھو نے ڈسا اور اسمٰعیل بخاری ایسے جلیل بزرگ کی روایت کو تسلیم کرنے میں مجھے عذر ہے کہ غیر عورت نے سرکار کی جوئیں ملیں بعد جسم شریف[7] میں جوئیں پڑتی۔ سب سے بڑا شکوہ ہم کو اس شخص سے ہے جس نے وحی کے بغیر کلام نہ کرنے والے رسول کو اس کی وفات کے غم آگیں لمحات میں کہا کہ وہ ہذیان بکتا ہے۔

وہی شکوہ ہے ہم کو اگر رسول آج اس قسم کی بات کرے تو اس سے پہلے کی باتوں کی

---

[1] سفر السعادۃ مجد الدین فیروز آبادی ج ۱ ص ۷۵ [2] مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۹۲ وغیرہ
[3] سنن داؤد ج ۱ ص ۱۵۸ [4] اسعاف الراغبین ص ۲۸ و کشف الغمہ شعرانی ص ۵۳ ج ۲
[5] سفر السعادہ ج ۲ ص ۲۰۹ [6] ادب المفرد ص ۲۲۵ مصر
[7] منہاج السنہ ابن تیمیہ و سر العالمین غزالی و الفاروق ص ۳۶ طبع دہلی ۱۹۲۲ء۔

صحت کا کیا معیار تھا۔ ہرگز ہرگز تمام عمر پیغمبر نے کوئی گفتگو نہیں کی جو وحی و الہام کی بلند حیثیت نہ رکھتی ہو۔ شاہ عبد الحق بہت بڑے محدث وہ یہ بڑی گھنونی اطلاع بلفظہ دیتے ہیں کہ اُم ایمن نے فخر کائنات رسول کا پیشاب دبرکت حاصل کرنے میں پی لیا۔ معصومین کے بول و براز کا اس طرح ذکر حد درجہ تحقیر ہے۔ رسالت کی غرض غلامان رسول یا توان شرمناک عقائد سے اسلامی کتب کو پاک کریں یا اعلان کریں عصمت رسول کا۔ موجودہ حال میں تو غلامان رسول کے زخم زبان سے جسد نبوی سراپا مجروح ہے۔ اس کردار پر مسلم کہنا زیبا نہیں ہے! اور قدیم عمل در آمد صلّوا خلف کل برّ و فاجر۔ ہر اچھے بُرے کے پیچھے نماز پڑھو پر نظر ثانی ہو گنہگار کو تبلیغ دین کا حق نہیں پہنچتا بھارت کے ایک شعلہ بیان مقرر نے مجلس وعظ میں یہ کہا تھا جبکہ قرآن میں ہے کہ کچھ رسول ایسے تھے جن کی سرگذشت حضرت رسول کے سامنے نہیں دُہرائی تو اگر ہم یہ کہیں کہ رام اور لچھمن وغیرہ نبی تھے اس پر فلک شگاف نعرے درود کے ہوئے۔ اور ہر دلعزیزی ہندو نواز ممالک میں بہت بڑھی۔ ہم نے اُس وقت کہا تھا کہ شرائط نبوت پایا جانا ضروری و نیز ان کے شری کرشن مہاراج دریا میں گوپیوں کے نہانے پر اُن کے کپڑے لے کر درخت پر چڑھ جاتے ہیں اور بین بجاتے ہیں وہ ننگی نکلنے پر مجبور اور یہ پیٹر پر داد عیش دیتے ہیں یہ فوٹو خود ان کا چھاپا ہوا عام طور پر بازار میں بکتا ہے اس مقام کسی نیم ملا کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ اس زمانہ میں شاید پردہ نہ ہو انسانیت کی تخلیق سے عریانی قبیح ہے اور خدا کے بنائے ہوئے پہلے ہادی حضرت آدمؑ بہشت کی آزاد فضا میں بھی ننگے نہ تھے۔ اسی طرح ہنومان جی کا رام چندر جی کی رفیقہ زندگی سیتا کی تلاش میں لنکا میں آگ لگا کر فتحیاب ہونا حسین نہیں

اپنی کتاب علی و کعبہ صدر سخن میں عصمت و طہارت پر جو دو مقدمہ سپرد قلم

---

[1] مدارج النبوت ص ۳۱ نول کشور

سپرد قلم ہوئے وہ منقولات کا بہتر ذخیرہ ہے اور بطول کلام کا ڈر نہ ہوتا تو اُس کو یہاں نقل کرتا مگر بجز ازیں یہ شاذ و نادر ہے کہ ایک کتاب کے صفحات دوسرے میں درج ہوں لہٰذا تفصیل علمی زاویہ نگاہ سے کتاب مذکور میں دیکھو اور یہ واہمہ کہ کعبہ میں ولادت طہارت کے خلاف ہے۔ یہ تو دلیل تطہیر ہے امام کی پیدائش میں عام بچوں سے یہ امتیاز ہے کہ وہ فخذ مادر سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جسم عورت میں ران نجاسات کا مرکز نہیں ہے۔ نسوانی آلائش کا یہاں کوئی وجود نہیں اور یہی ذمہ دار شاعر کا قول ہے ؎

جوہر چو پاک بود صدف نیز پاک بود — آمد میان حرم کعبہ در وجود

اب رہا یہ امر کہ والدہ امام چہارم ایام نفاس میں فوت ہوگئیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ان دنوں میں رحلت ہوئی جن میں زچہ ناپاک رہتی ہے وہ خود نفساء نہ تھی چونکہ یہ ایام مزاج کے اختلاف سے زچہ کے کم اور زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے مخدومہ حضرت شہربانو کی وفات کی تاریخ معین نہیں ہو سکتی اگر ولادت امام زین العابدینؑ ۱۵ ماہ جمادی الاولیٰ ہے تو کم از کم دس روز ۲۵ ج ا تک کسی دن روز وفات ہے اور زیادہ سے زیادہ سترہ[1] دن شمار ہوں تو معظمہ کی وفات ۳ رجمادی الآخر تک کسی تاریخ واقع ہوئی اور اگر ولادت امام زین العابدینؑ ۵ شعبان کو ہے تو قس علیٰ ہذا اور اس میں شک نہیں ہے کہ بارہ امام تطہیر میں شامل ہیں۔ اس لئے مادر امام زین العابدینؑ کو طاہرہ تسلیم کرنا و اس تاویل پر ہم مجبور ہیں۔ لمعات آئمہ پر یہ توجہ اس لئے ہوئی کہ کمال عصمت یہ ہے کہ معصوم کے ماں باپ بھی نسبی عیوب سے پاک ہوں۔ مرزا غالب فرماتے ہیں ؎

شرط است کہ بہر ضبط آداب و رسوم — خیزد بعد از نبی امام معصوم

زا جماع چہ گوئی بہ علی باز گرائی — مہر جا بہ نشیند مہر باشد نہ نجوم

نوزائیدہ شبہ کا جواب | قاضی مظہر حسین خطیب چکوال اپنی کتاب پاکستان

---

[1] توضیح المسائل علامہ خمینی ص۹ طبع کراچی۔

میں تبدیلی کلمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش ہے۔ ہم کہتے ہیں مثلاً امامت کی شیعوں نے جو تشریح کی ہے بارہ امام مثل نبی کے معصوم ہیں وغیرہ وہ عقیدہ ختم نبوت سے متصادم ہے جبکہ یہ شبہ سراپا غلط ہے ہم عصمت کے آج قائل ہوئے ہوتے تو تم سے یہ کہتے علم کلام کی کوئی کتاب نہیں جس میں امام کی عصمت پر بحث نہ ہو تمہارے استفسار میں یہ بو پیدا ہوتی ہے کہ ہم عصمت نبوت کے قائل ہوئے۔ تمہارے عقائد اس مقدمہ کے شروع میں گذرے ہم ہمیشہ سے عصمت کے قائل ہیں آج تو قادیانیت کی عمارت گرادی گئی جب تمہارا یہ فرقہ اپنے اصلی لباس میں تھا اُس وقت یہ سوال کیوں نہ کیا۔ اب رہا کلمہ تو اس پر جو کچھ ہم لکھ چکے اُس کا جواب کیوں نہ دیا۔ یہ بکواس صرف مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہونے اور الیکشن کی ناکامی کے اسباب ہیں جو فراہم کئے جا رہے ہیں شیعوں کو قادیانی بنانا تمہارے بس کی بات نہیں۔

مقدمہ۔ آنکھوں میں آنسو

دلوں کے دُکھنے پر مطابق فطرت کاشت اور تخم ریزی ہوئی اور آنسو نکل آئے اُس کا پھل ہے۔ جیسے دیکھو کہ طبائع میں انقلاب پیدا ہوتا ہے اگر بچہ آبدیدہ ہوا تو چاہنے والے ماں باپ تڑپ گئے اگر محبوب کی آنکھیں میں آنسو ڈبڈبا گئے تو عاشق بڑی سے بڑی قربانی پر آمادہ ہوا۔ اگر گنہگار کا اشک ندامت ٹپک پڑا تو رحمت ایزدی قریب ہوئی اور بگڑے ہوئے کام بنے جبکہ قرآن حکیم میں ہر رطب و یابس پنہاں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آنسو کی بحث میں کتاب خدا سے مدد نہ لی جائے ہم تلاوت قرآن کا روزانہ جو شرف حاصل کرتے ہیں تو اندازہ ہے کہ گریہ جس کی عربی بکاء ہے اُس کا ذکر بکثرت بیکس اہمیکون کی طرح موجود ہے اور دمع کی لفظ بھی جس کے معنے آنسو ہیں شاندار الفاظ میں پائی جاتی ہے۔ اگر رونا بدعت یا بزدلی ہوتا تو یہ

ذکر جمیل قرآن کا درس نہ ہوتا۔ اس مختصر تعارف کے بعد جو ہم کلام الٰہی کی گہرائیوں میں نظر کرتے ہیں تو ہم کو گریہ کا سبق چند مقامات پر ملتا ہے۔ پہلا مقام خوف خدا میں آنسو بہانا اس کا ثبوت ساتویں پارہ کی پہلی آیت ہے اور جب یہ لوگ اس قرآن کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل کیا گیا ہے تو ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہتے ہیں کیوں کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے (مائدہ) دوسری آیت جو اس سے زیادہ زوردار اور مفید مطلوب ہے۔ سورہ مریم کا آخری حصہ دیکھو خدا فرماتا ہے۔ جب اُن کے سامنے یہ پڑھا جاتا ہے تو منھ کے بھل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب ہر عیب سے پاک ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہوتا ہے اور یہ لوگ سجدہ کے لئے منھ کے بھل گر پڑتے ہیں اور روتے جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر کو بھی خوف خدا میں رونے سے بڑی دلچسپی تھی بلکہ وہ فرماتے تھے من استطاع ان یبکی فلیبک و الا فتباک (تاریخ الخلفاء چھاپ دہلی ص۸۶) "جو رونا چاہے روئے اور رو نہ سکے تو رونے والوں کی صورت بنائے" اس مقولہ کو ناظرین فراموش نہ کریں آئندہ کام آئے گا۔

اللہ کی یاد میں رونا بہت بڑی عبادت ہے اور حدیثوں سے فریقین کی اس کا حکم ہے اور مبارک ہیں وہ نفوس جو اپنے گناہوں کے تصور میں نادم ہو کر —— روتے رہیں نماز تہجد کے قنوت اور تعقیبات میں گریہ روح رواں اور راتوں کی تاریکی میں مناجات کے وقت اشک فشانی دعاؤں کی قبولیت کی ذمہ دار ہے۔ آج مسلمان مغربیت میں خدا کو بھولے ہوئے ہیں علماء کرام کی بسرت پر کتابیں دیکھو اُن کے رونے کی صدائیں سجادہ سے بلند پاؤ گے۔ دوسرا مقام اپنی کوتاہی پر مجبور ہو جانے سے رونا۔ دسویں پارہ کے آخر میں اس طرح ہے۔ ان لوگوں پر کوئی بار نہیں، جو آپ کے پاس آئے کہ آپ ان کے لئے سواری بہم پہنچائیں تو آپ نے کہا کہ میرے پاس تو سواری نہیں ہے کہ تم اُس پر سوار ہو تو وہ لوگ لوٹ گئے اس صدمہ میں اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے (سورہ توبہ پ۱۰) آنسو نہیں نکلتا جب تک دل پر اثر نہ ہو یہ

خلوص تھا جس کو قرآن نے نظرانداز نہیں کیا۔ اور اُبھارا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کو سرنگیں آنکھ تو پسند نہ آئی مگر جس آنکھ میں آنسو تھے اُس کی حکایت کی تبسرا مقام فراق پسر میں برسہا برس رونا یہ کوئی نئی دلیل نہیں۔ قصہ یوسف کی ایک آیت ہے جو احسن القصص ہے۔ تیرواں پارہ دیکھو حضرت یعقوب نے نالائق بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے ہائے افسوس یوسف پر اور اس قدر روئے کہ اُن کی آنکھیں صدمہ سے سفید ہو گئیں۔ پ۱۳ یہ حقیقت ہے کہ جناب یعقوب کو بیٹے کے لقمۂ گرگ ہو جانے کی غلط خبر دی گئی تھی اور وہ زندہ تھے۔ جدائی نے آٹھ آٹھ آنسو رلایا۔ یہ محل اولاد خلیل کا دو طرح سے دلیل قرار پاتا ہے۔ اولاد کے دور افتادہ ہونے پر گریہ صحیح ہے جس سے ملنے کا یقین ہے تو اُس پر آنسو بہانا بدرجہ اولےٰ درست ہوگا۔ جس کے ملنے کی تا زندگی امید نہ ہو اور جب غلط خبر قتل پر گریہ صحیح ہے تو صحیح شہادت کی خبروں پر کیوں نہ صحیح ہوگا جو تو مقام وہ ہے جہاں آسمان و زمین کی گریہ منفی پیرایہ میں ہے چنانچہ سورہ دخان میں ارشاد باری ہے (باغ اور چشمہ چھوڑ نے والے عیش پسندوں کی جائداد کا) دوسرے لوگوں کو وارث بنایا تو اُن پر آسمان و زمین کو رونا نہ آیا۔ پ۲۵۔ ابھی تک تو یہ سمجھے تھے کہ رونا آنکھ کا حق ہے اور ہیکل بشر میں دو تو آنکھیں آنسو بہانے کے لئے عطا ہوئیں۔ مگر اس آیہ نے بتایا کہ نہ زمین کی آنکھ ہے نہ آسمان کی مگر نص قرآن سے ہے کہ دونوں میں رونے کی صلاحیت ہے لہٰذا رونا انسانی فعل نہیں بلکہ ارض و سماء بھی گریہ میں اشتراک عمل کرتے ہیں۔ اور بھی آیتیں ہیں اس کے علاوہ مگر اثبات مطلوب میں کافی ہے کہ رونا قابل ذکر فعل رونے والے ممدوح ہیں اگر گریہ پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے حضرت رسول صلعم نے اپنے شفیق چچا اور وفادار جیون ساتھی بیاہتا بی بی خدیجہ کبریٰ جو بد نصیبی سے آگے پیچھے اللہ کو پیارے ہوئے۔ ہر دو شفیق ترین محسن کا غم سال بھر منایا اور اس سال کا نام عام الحزن غم آگیں سال رکھا۔ یہ بھی ثبوت ایمان تھا حضرت ابوطالب کا۔ عام الحزن سیرت رسول میں ناقابل انکار موسم غم اور فصل عزا تھی جس کا حسب ذیل کتب میں

تذکرہ دیکھو (۱) کشف الغمہ شعرانی صہ ۱۸۹ و ۹۹ (۲) اسعاف الراغبین ابن صباغ مالکی (۳) قرآن مجید ترجمہ مولوی عاشق الٰہی مولوی فاضل صہ ۴۳ طبع خیر المطالع میرٹھ ۱۳۲۰ھ (۴) خدیجۃ الکبریٰ ادارہ تبلیغ القرآن کراچی (۵) مقالات ہاشمی صہ ۱۸

ملحوظ خاطر رہے کہ یہ غمگین سال بعثت کے پہلو نہ تھا بلکہ اعلان بعثت کے بعد برس دن سوگوار رہنا فعل رسول ہے اس کے بعد آقائے دوجہان کی مقدس سیرت میں بیٹے کا غم بھی پایا جاتا ہے اور آپ ماریہ قبطیہ کے پیٹ سے ابراہیم جو بیٹے تھے اُن کے بچپن کی موت پر آنسو بہائے پر خلوص اصحاب میں حضرت عثمان بن مظعون کی وفات پر روئے اور دفن میں شرکت کی نشانی قبر پہ رکھ کر جایا۔

صحابہ کرام بھی مرنے والوں پر رونے میں انسانی ہمدردی اور اسلامی بھائی چارہ کا فرض سمجھتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود ابوذر غفاری پر روئے[1]۔ علماء اور اہل قلم میں امام فخر الدین رازی جوان بیٹے کی موت پر روئے اور اپنے دل جلنے کا صفحہ تفسیر قرآن پر ذکر کیا اور ابوبکر بھی اپنے جوان فرزند کے مرنے پر آپے سے باہر ہو گئے۔ ڈاڑھی منڈوا دی۔ بی بی نے بال نوچے گھر اُن کا مدت تک غمکدہ بنا رہا۔

آج متمدن دنیا کی ترقی کر جانے پر کسی روزانہ اخبار کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ مشہور آدمی ہوں یا جس کو کوئی نہ جانتا ہو اُن کی تازہ خبر موت پر جرائد میں کہرام برپا ہوا لاتعداد سوگوار جمع ہوتے غرض بوڑھے جوان عورت مرد کسی رقاصہ مغنیہ کی سنانی غم دغصہ ہی میں سنی جاتی، پیروں کے جنازہ پر مریدوں کی اندوہناک صورتیں نالہ و شیون سراسیمگی غم والم کی لہر دوڑ گئی تعزیت کے پیام موصول ہوئے۔ نہ باقی کچھ کہنے والے رونے کو بدعت کہتے ہوں مگر جب جنازہ اٹھتا ہے تو دل کی آہیں آنکھوں کے آنسو نہیں رکتے اور فیصلہ

---

[1] تاریخ خمیس ج ۲ صہ ۲۶۱ مصر تحفہ غالیہ المواعظ ج ۲ صہ ۶ مصر سنن ابن ماجہ ج ۲ صہ ۲۶۳ مصر

بھی ہوتا ہے کہ رونا مطابق فطرت ہے۔ انسان جب اس دنیا میں پہنچا تھا تو آہستہ سے نہیں آوانسے رو دیا تھا اور یہی صدا زندگی کی پہچان بھی اور جب دنیا سے جا رہا ہے تو خود خاموش ہے مگر عزیز اور دوست رو رہے ہیں یہ ثبوت تو انفرادی اور شخصی حادثہ پر تھے اجتماعی گریہ جو سب سے بڑا نالہ و شیون تھا، شام میں اس وقت ہوا جب ۷۰ ہزار مسلمانوں کو حضرت عثمان کا پیرہن دکھا کر ان کے خون کے انتقام پر حکومتِ شام نے ابھارا دیکھو مقدمہ ابن خلدون طبع لبنان ۱۹۵۶ء ص ۲۱۱ و سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۲۲۴ بھی۔ اس سے بحث نہیں کہ یہ شور و شین بجا تھا یا کیا مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جمعیت مظاہرہ غم میں شریک ہے اور کوئی کہنے والا نہیں کہ رونا تو بدعت ہے، میت پر گریہ عذاب ہوتا ہے۔ اگر شہادت بھی تو اس درجہ کی حصولیابی پر خوش ہونا چاہیے۔

اب رہا یہ امر کہ آنسو اپنے مرکز آنکھ سے نکل کر رخسار تک پہونچتے پہونچتے ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے یا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ وہ انقلاب ماہیت میں باقی رہ جا اس سوال کے جواب میں کہو ——————— واقعات عالم دیکھنا پڑتے ہیں اور قصۂ آدم میں دو محل ایسے نظر آتے ہیں جس سے اولاد آدم اپنے آنسو کو رائگاں جانے نہ دے گی (الف) جب ابو البشر اس دنیا میں پہنچے اور نعیم ابدی سے جدا ہوئے تو سرخ رنگ کا جوڑا لگائے اور بیل کا تخم بھی لئے آیا اور حکم ہوا کہ زراعت کریں۔ چنانچہ بیل جب کاشت کے لئے کھیت میں آیا اور سورج کی تپش سے تعب اٹھا کر اس کے آنسو نکلے تو اس اشک کو قدرت نے باجرا قرار دیا اور اناج کی ایک قسم فراہم ہوئی جو پرندوں کی غذا اور خود انسانی غذا ہو سکے۔ ادھر تو جانور کے آنسو نے یہ کروٹ لی ادھر ان جناب کی رفیق زندگی ام البشر حوا چونکہ دوسری جگہ اتری تھیں وہ شوہر کی جدائی میں ساحل پر بیٹھ کر رو دیں۔ اور ان کے

---

۱ بحۃ المرجان آثار ہند و ستان ۲ جامع اللغات حصہ ۱۲

آنسو نے انقلاب میں دوسرا لباس پہنا تفسیر قرآن میں ہے نکل قطرۃ سقطت من دموعھا انقلبت لولوۃ و مرجانۃ[1] - جو آنسو آنکھ سے بہا وہ موتی اور مونگا بن گیا۔ دریا میں جو مروارید و مرجان پیدا ہوئے یہ آنسو ہی کی یادگار ہے۔ آنسو جسم کی طاقت کا نچوڑ اور جذبات تغیر کا ست ہے اور حرارت رنج کے اس کی تشکیل میں کارفرما ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خون ہو کر آنسو جاری ہو جائیں چنانچہ مفتی غلام سرور اشک داؤدی کے معنے یہ لکھتے ہیں کہ وہ حضرت علیہ السلام دن رات روتے رہتے تھے بجائے پانی کے آنکھوں سے خون آنے لگا تھا اس انقلاب انگیز کا سعدی نے بھی ذکر کیا ہے[2] آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمیں + بر زوال ملک مستعصم امیر المومنیں اس شعر کو شمس العلماء حالی نے حیات سعدی میں ممکن الوقوع قرار دیا ہے۔ ہم کو خوشی کے آنسو کتاب کا موضوع نہیں ہے مگر یاد رہے وہ ذائقہ میں شور نہیں شیریں ہوتا ہے۔ حفیظ جالندھری کے شعر پر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں سہ

حفیظ اشک عزا کی قدر و قیمت کیا کہوں تم سے　　یہ موتی نقد جاں دے کے بھی ہاتھ آئیں تو سستے ہیں

امیرالمومنین کی انشا سے اختلاف ہے۔

مقدمہ عراق

محترم ہمعصر سید اطہر حسین صاحب جعفری پروفیسر السنہ شرقیہ دائرہ معارف عسکریہ عراق لکھتے ہیں۔ عراق کے خصوصیات میں سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی سرزمین اب سے ہزاروں سال پہلے کے مختلف تمدنوں کا گہوارہ ہونے کے علاوہ آثار قدیمہ کے خزانوں سے مالا مال ہے کہیں منہدم مزارات ہیں کہیں پر منارے اور محلات کھڑے ہیں۔ کہیں بڑے بڑے ٹیلے ہیں جن کے اندر قدیم زمانہ کے شہروں کے آثار مدفون ہیں کہیں پر خرابے ہیں جو بظاہر چھوٹے مگر تاریخی حیثیت سے بڑی اہمیت والے ہیں کسی جگہ ٹوٹے پھوٹے بت اور دیگر اقسام کی صناعیوں

---

[1] البرہان فی تفسیر القرآن صفحہ ۵۵۶ طبع ۱۲۹۵ھ　　[2] جامع اللغات

کے نمونے ہیں جن کی بدولت یہاں کی سرزمین ساری مہذب دنیا کے حق میں ایک خاص تعلیمی اہمیت رکھتی ہے۔ ملک مصر پر تو اب مغربیت چھا گئی ہے لیکن اگر کسی سیاح کو مشرقی خان کا نظارہ دیکھنا ہو تو چاہیئے کہ عراق کے بازاروں میں پھر بابل کے بدوؤں سے ملے اونچے پہاڑوں پر بسنے والے کردوں سے ملاقات کرے یہودیوں اور قدیم نصرانیوں کو دیکھے صبیوں کے قریوں میں جائے اور دجلہ کے ملاحوں۔ بصرہ کے تاجروں ایران اور سمرقند کے زائروں کو دیکھے ایسی سرزمین پر جو تاریخی دولت سے معمور ہو ایک سیاح کو مشرقی تمدن کے وہ رنگ اور زمانہ ماضی وحال کی حالتوں کے وہ جلوے نظر آئیں گے جو دنیا کے کسی اور ملک میں دیکھنے نصیب نہیں۔

یہاں کی بے شمار قدیم یادگاریں یورپ اور امریکہ کے عجائب خانوں کو بھیجی جا چکے ہیں[1] لیکن اب بھی اس کثرت سے موجود ہیں کہ کم سے کم ایک اور صدی تک علماء آثار قدیمہ کی توجہ ان کی جانب مبذول رہے گی ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ ان قدیم مقامات کی حفاظت پورے طور پر کی جائے اگرچہ بغداد میں ایک مختصر سا عجائب خانہ عراق نے بعض برآمدہ قدیم اشیاء کی حفاظت کے لئے قائم کر دیا گیا ہے لیکن اسے اگر اور وسعت دیدی جائے اور موجودہ اشیاء کے علاوہ ان یادگاروں کے مصنوعی نمونے تیار کرا کے اس میں رکھ دیئے جائیں جو غیر ممالک کو بھیجے جا چکے ہیں اور ساتھ ہی اس کے ایلیمیریا کے فنون اور خاص کر فن تعمیرات کے خاص خاص نمونوں کو از سر نو عوام کے سامنے پیش کیا جائے تو کیا عجب ہے کہ بابل اور نینوا کے زائرین کی تعداد روم ۃ القدیمہ ANCENT REME کے آثار قدیمہ دیکھنے والوں کی تعداد سے بھی بڑھ جائے دیگر اسلامی ممالک مثلاً شام، مصر، فلسطین۔ ایران۔ ترکی کے علاوہ عراق ایسے انتہائی درجہ کی

---

[1] بمبئی کے میوزیم میں پرانی قبروں کے پتھر اور خط میخی کے اعلیٰ نمونے موجود ہیں۔ آغا مہدی

اہمیت رکھنے والے ملک کی سیر و سیاحت میں میری عمر کا کافی حصہ صرف ہوا یہاں کے آثار قدیمہ میں سے بیشتر کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا ہے اور میں نے ان مقامات پر پہنچنے میں سفر کے صعوبات سہنے کے علاوہ کافی روپیہ صرف کیا ہے ان میں سے بہتوں کے میں نے فوٹو لئے ہیں اور متعدد قدیم تاریخوں کے مطالعہ کے بعد اُن کے مختصر حالات بھی قلمبند کئے ہیں کیا عجب ہے کہ اس مختصر سے مضمون کے مطالعہ کے بعد ناظرین میں سے بعض حضرات کو اس عجیب و غریب سرزمین کی زیارت کا شوق پیدا ہو اور ہزاروں سال کے تمدن کے نمونہ اور زمانہ کے عجائبات اپنی آنکھ سے دیکھ لیں۔[1]

ممتاز احمد خاں نامہ نگار رضا کار لاہور اربعین نمبر میں رقم طراز ہیں۔

کربلا کا خوبصورت شہر بغداد سے اڑسٹھ میل جنوب مغرب کی جانب اس پکی سڑک کی مغربی شاخ کے اختتام پر واقع ہے جو بابل کے کھنڈرات کے قریب دو حصوں میں بٹ جاتی ہے بغداد سے کربلا تک سڑک ایک نہایت زرخیز اور دلکش میدان میں سے گزرتی ہے جہاں جا بجا کھجوروں کے جھنڈ بدوؤں کے خیمہ اور اونٹوں کے کارواں عراقی دیہات کے رنگین مناظر پیش کرتے ہیں۔ بغداد سے ۵۰ میل کے فاصلہ پہ بابل کے کھنڈرات جو آج بھی اپنی قدیم فن کاری کے قابل ستائش جوہر کے حامل ہیں بابل کے جنوب مشرق کی جانب یہ سڑک پچاس میل تک میدان بیابان اور کھجوروں کے باغات میں سے گزرتی ہوئی دریائے فرات کو عبور کرکے کوفہ میں داخل ہو جاتی ہے آج وہ بے آب و گیاہ خطۂ زمین جہاں جناب امام حسینؑ اور ان کے ساتھی اور رفقا نے اپنے خون جگر سے اپنی آتشین پیاس کو ٹھنڈا کیا ایک سرسبز اور بارونق علاقہ ہے اور اس کے بیچ میں کربلا واقع ہے جو نہایت صاف ستھرا چھوٹا سا شہر ہے کوئی پچاس ہزار کے لگ بھگ آبادی ہے جو زیارت کے دنوں میں کافی بڑھ جاتی ہے۔

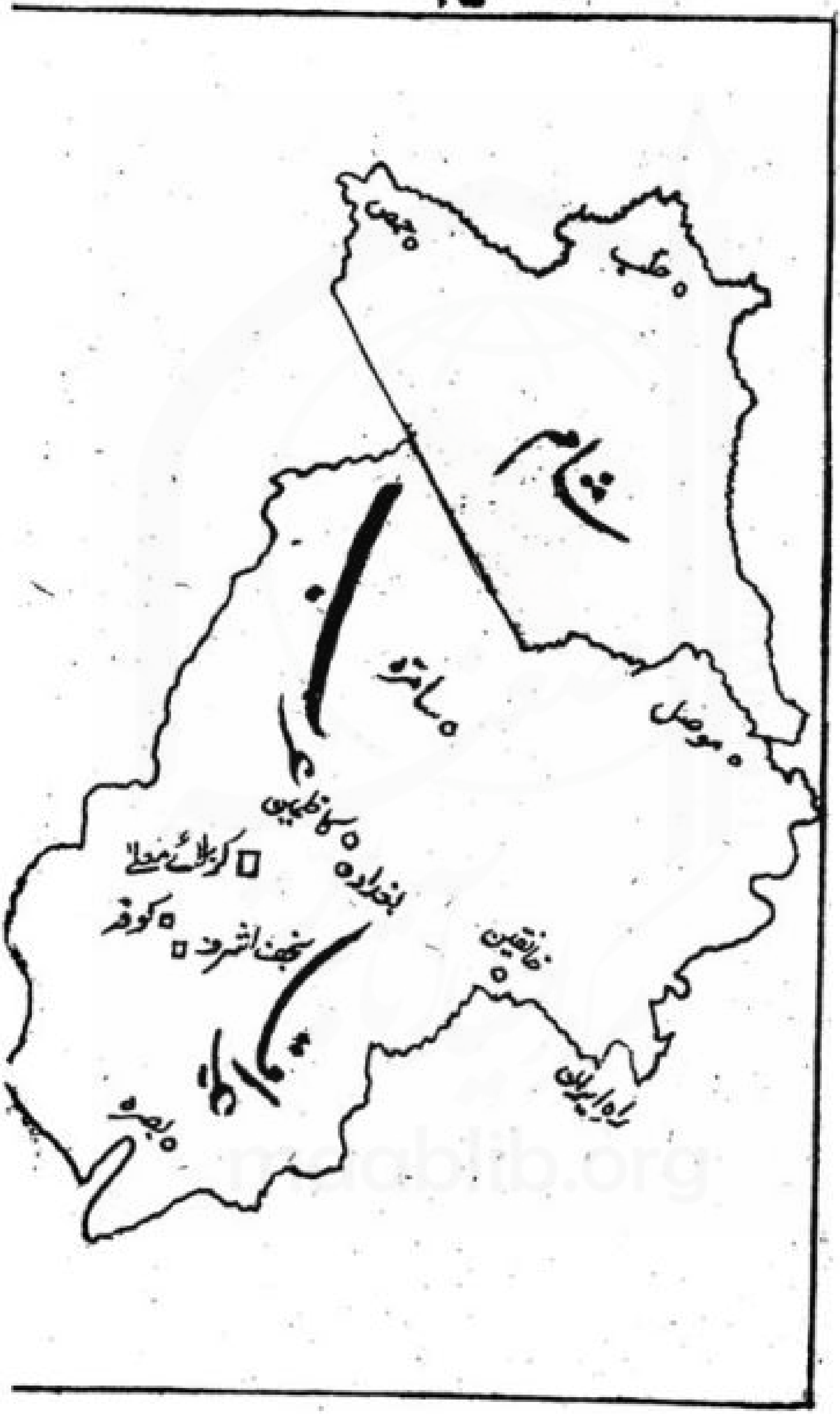
[1] اقتباس از مضمون شائع شدہ الواعظ ماہ فروری ۱۹۵۵ء

تبت اور منگولیا کے بہت سے تجارت پیشہ لوگ اور طالب علم یہاں پر مستقل طور پر مقیم ہیں شہر کے چاروں طرف کھجوروں کے گھنے باغات ہیں جنھیں دریائے فرات کے ایک آب جو سیراب کرتی ہے کربلا اسی نام کی انتظامی قسمت کا صدر مقام ہے اور یہاں کا افسر اعلیٰ گورنر کہلاتا ہے یہ بغداد سے بذریعہ ریل بھی مربوط ہے۔[1] اس مقصد کا اختتام حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے ارشاد پر بہتر معلوم ہوتا ہے جو ابو تراب ہونے کے لحاظ سے زمین کربلا کو بہتر سمجھ سکتے ہیں آپ نے کربلا پہنچکر اپنی فوج سے کہا اے گروہ مردم[2] تم کو معلوم ہو کہ اس زمین پر دو سونبی اور دو سو جانشینان انبیاء نے دم توڑا ہے وہ سب نبی زادہ اور رسالت کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے۔ اگر کوئی علم دوست اور تاریخ نواز ہوتا تو ان معصومین کے نام پوچھتا ان کی قربانی پر روشنی پڑتی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ انبیاء ہیں جن کی حکایت رسول سے نہیں کی گئی۔ اور رسلاً لم نقصصھم الیک نام نہ بتلانے کا راز یہ ہے کہ زمین ان کا مدفن کہی جاتی اور قدرت کو یہ منظور تھا کہ زمین اس آخری شہید کی کہی جائے۔

---

[1] رضاکار ۲۲ جولائی ۱۹۶۲ء

[2] منتخب فی المراثی والخطب۔


حمص
حلب
شام
سامرہ
موصل
کاظمین
بغداد
کربلائے معلیٰ
کوفہ
نجف اشرف
خانقین
راہ ایران
عراق
بصرہ

نظیرہ عراق کا اس سلسلہ میں شاید کوئی باخبر عنوانِ بالا کی تحت میں تلاش کرے کہ نظیرہ[1] عراق کا کیا ہے؟ اس جستجو کا ربط ہمارے ادبیات اور علم الخط سے ہے جس کا اظہار ہو کر کتاب کی شان کو پست کرنا نہیں ہے لیکن عراق کا مد مقابل اگر بوسہ ہے تو ضریح نجف اشرف، ضریح حسینؑ ضریح عباسؑ گنج شہیدان کا حظیرہ جامع کوفہ کا منبر چومنے کے لائق ہے اور ان شعائر اللہ پر بوسہ قوت ایمانی کو بڑھاتا ہے اور تقبیل حجر اسود میں جو اجر ہے اُس سے کم نہیں۔

کربلا تحقیق لفظ میں بڑی طولانی بحث ہو سکتی ہے مجلہ اطلاعات تہران نے ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ کے پہلے اپنی ایک اشاعت میں جو نوٹ سپرد قلم کیا ہے اُس کا ترجمہ تعارف میں کافی معلوم ہوتا ہے۔

آنرا کہ بکربلا گذار است　　　　با آتش دوزخ چہ کار است

کربلا کہاں ہے یاقوت حموی اسلام کے عظیم جغرافیہ نویسوں کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ کربلا ایک چھوٹا سا شہر ہے جہاں شیعوں کے تیسرے امام حضرت حسین علیہ السّلام کا مرقد ہے وہ بغداد پایۂ تخت عراق سے تقریباً ۶۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور ۱۹۲۵ء میں ریلوے لائن کے ذریعہ عراق کے دوسرے اہم شہروں سے ملایا جا چکا ہے کربلا کی موجودہ آبادی ستر ہزار افراد پر مشتمل ہے اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اطراف میں کربل نامی گھاس اُگتی ہے یا اس لئے کہ خاکِ کربلا پریشانیوں اور مصائب کا مجموعہ ہے۔

قدیم اُردو کے مراثی میں شعراء نے کربلا کو کربل بھی نظم کیا ہے اور الف گرا دیتے ہیں اُن پر کوئی اعتراض نہیں کربل کتھا مجموعہ اشعار کا نام ثبوت میں کافی ہے۔

---

[1] خوشنویسی کے ماہر خط نظیرہ اور جو قطعہ غزل گو شاعر نے اس کی تعریف میں نظم کیا ہے جانتے ہیں ارژنگ چین خطوط مرموزہ کی بحث میں دیکھو تفصیل۔

مقدمہ سیادت

ناچیز مصنف نے اس موضوع کے چھوٹے نشریات میں جو کچھ لکھا وہ جب کی تحریر یا اس وقت کی رائیں اور لکھتے وقت اپنا حرف آخر فیصلہ تھا۔ ناظرین نے ملاحظہ کیا اب جو آخری بار قلم اٹھایا تو میرے سامنے اس قدر حقائق اور گوناگوں اطلاعات کی متضاد خبریں ہیں۔ جن کو امانت داری سے درج کر کے فیصلہ پڑھنے والے قارئین پر چھوڑتا ہے اور میری قوت سے باہر ہے کہ کسی خبر کو رد کروں تاویل کا وعدہ ہو سکتا ہے انکار کی جرأت ہرگز نہیں خاموشی میں براءت ذمہ حاصل ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ نسلِ رسولؐ کے احترام میں مختلف ادوار کے قلمی جہاد پر گہری نگاہ سے پایا جاتا ہے کہ سادات کے لئے شرفا[1] کا لقب بہت پرانا اور صدر اول کا قدیم استعمال ہے اور صدیوں لفظ بر محل استعمال ہوئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر کے پھیلائے ہوئے ایک اسلام میں تفرقہ پھیلتا گیا اور تہتر ۷۳ فرقوں والی حدیث پورا ہونا شروع ہوئی تو آل محمد کے خصوصیات دوسرے افراد تک پہنچائے گئے القاب ضبط ہوئے املاک غصب کی گئی شرف سیادت بھی امتی تک پہنچا اور جس لفظ سے کوئی مقدس ذات یاد کی جاتی تھی وہ آدمیوں کی بستی اور خاص شہروں کی صفت ہوئی بغداد شریف، اجمیر شریف، کچھوچھہ شریف اس ماحول میں مملکت اسلامی کے پشت کوفہ کی بستی کو نجف اشرف بر محل کہنے لگے۔ ہاں خوب یاد آیا دہلی میں یونانی اطبا کا ایک گھرانا بھی "شریفی" سے شہرت پذیر ہوا امر موضوع سے ہٹ جانا ہے۔ اگر اس کی تحقیق شروع ہو شریف کے بعد امیر کے لفظ سے سادات پکارے گئے مگر یہ بھی ان ذوات سے مختص نہ رہ سکی اور ہم کو رجال کے صفحہ میں بہت سے امیر نظر آتے ہیں یہ جہاں حقیقت تھی وہاں تو اولاد امیر المومنینؑ ہونے کے لحاظ سے استعمال صحیح تھا اور جہاں زور شمشیر تھا وہاں امیر مختار ہو کر رہ گیا استعمال لفظ میں سیادت معرض اشتباہ میں پھر آئی کچھ تعجب نہیں اسی امیر کا حرف اول

---

[1] المنوذج اللبیب سیوطی ص۳۷

گرادینے میں میر علی تبریزی مشہور خطاط اور مشہور شاعر میر انیسؔ میر تقیؔ وغیرہ لوازقوم ہیں گزرے اور جس کے نام میں میرؔ ہو وہ سید سمجھا گیا۔ آج کل کے دور انقلاب نے ناموں کی تحریر میں نیا انداز اختیار کیا۔ جعفر علی میر اس سے قدیم اسلوب تحریر تو یہ تھا کہ میرؔ تخلص ہے جو نام کے بعد ہوا کرتا ہے۔ میر تو نام سے پہلے سلف سے آج تک سپرد قلم ہوا اس کا راز بھی مجھے نہیں معلوم اسی لفظ میر سے میرزا کی تشکیل ہوئی "میرزادہ" یعنی اس کی ماں سیدانی تھی باپ وہ غیر سید جس کے حبالۂ عقد میں خوش نصیبی سے زن علویہ ہوا اور نسل بڑھے یقیناً وہ اس سے ممتاز ہے جس کے باپ ماں دونوں مغل پٹھان بلوچ وغیرہ ہوں۔

مرقومہ بالا اختیار کردہ تمام استعمالات کے ساتھ سادات علوی اور فاطمی بھی لکھا جانے لگا تو یہ امتیاز پیدا ہوا کہ ایک حضرت علی کی عام اولاد ہے جو معصوم فرزندان حسنینؑ کے صلب سے نہیں اور دوسری شاہزادیوں کی ذریت ہے اور جو فاطمی ہے اس کا مرتبہ خود علی نور نسل نبوی و علوی کمالات کا [illegible] سے بہت بہتر۔

نسل سادات کا چوتھا طبقہ زیدی یا عابدی کہلاتا ہے زید کی فرزند امام زین العابدینؑ زید شہید کوفہ کی اولاد جس کا تاریخ و انساب میں جگہ جگہ ذکر ہے اور عابدی جو چوتھے امام کی نسل یا حضرت علی ابن الحسینؑ کے کسی اور فرزند کی نسل عابدی کا لفظ کم پائی جاتی ہے۔ اسی طرح جعفری جس پر بحث ہو چکی ہے اور موسوی رضوی نقوی پر یہ انتساب ختم ہو جاتا تھا آج کل عصر جدید کی کتابوں میں تقوی بھی ضبط تحریر میں آیا۔ مگر اس دروغ بیانی کا کیا علاج ہے جو زیدی سادات کے ہمسایہ بارہہ میں رہنے والے کراچی میں ۱۹۴۷ء کی ہجرت سے اپنے کو زیدی لکھنے لگے۔ اور لفظ نے اپنے معانی سے تجاوز کر کے حقیقت کو چھوڑا اور وہ افراد جن کی سیادت کی کوئی بنیاد نہ تھی اس میں شیعہ سنی کی تمیز نہیں۔ لفظ اچھی معلوم ہوئی اور بغیر سوچے سمجھے رضوی نقوی لکھا جانے لگا اور روشن خیال سنت و جماعت

کا وہ طبقہ جس کو پہلے اُن کے مُلّا صاحبان نے مرعوب کر رکھا تھا کہ رافضی سے تشبیہہ گناہِ عظیم ہے اب کچھ ڈر نہیں رہا اور غیر شیعہ طبقہ میں مسلمانوں کے نامور افراد اور مشہور ہستیوں کے خواہ وہ شاعر ہوں یا عالم یا فقیر یا کسی مُلک کے فرمانروا مثلاً میر عثمان علی تاجدارِ دکن ان سب کے ساتھ سیّد لکھنا رسم ہو گیا قرونِ مشرقیہ ختم ہونے کے ساتھ اَنساب بھی دنیا میں نہ رہے اور وہ گرد و پیش ہمارے سامنے آیا کہ ساری دنیا سیّد جن کو یہ جرأت داخلِ نسب اور خارج نسب ہونے سے گناہ کبیرہ معلوم ہوتی تھی وہ نہی عن المنکر کے شرائط نہ ہونے سے لفظ کو مجاز سمجھ کر چُپ ہو گئے مسلمانوں کا بیڑا تو پیر پرستی قبروں پر چادریں چڑھانے سے ڈوب گیا اور اُن کے اس متضاد رویّہ پر ہنسی آتی ہے ایک طرف تو وہ درود ایسی عبادت میں بھرپور کوشش سے آل کو آنے نہیں دیتے صلی اللہ علیہ وسلم زبانوں اور قلم پر ۹۹ فی صد جاری ہے۔ اور یہی نام نہاد عقیدت مند جس پیرِ طریقت پر قلم اٹھاتے ہیں اُن کے ۹۹ فی صد کو نسب میں حسنی اور حسینی قرار دیتے ہیں۔ اور اس طبقہ میں جو مرنے کے بعد اس وقت دلوں پہ حکومت کر رہے ہیں۔ شرف جب پیدا ہوتا ہے جب وہ آلِ رسول کی نسل میں شمار ہوں۔ بہر حال سیادت پر دو گہرے گہرے پردہ ہیں کہ سیّد کی پہچان مشکل ہو گئی اور روزانہ ضرورت زندگی کی چیزیں آمیزش سے اصلی روپ میں نہ رہیں تو سیادت کہاں بچ سکتی تھی۔ بانس بریلی کے بڑے اچھے عالم جو اتحادِ فریقین کے حامی تھے مولوی احمد رضا صاحب مرحوم اُن کے عقیدت کیش دیوبندی طبقہ سے علیحدگی کے سلسلہ میں اپنے کو رضوی لکھ رہے ہیں۔ آج سے پہلے مسلمانوں کا مرکز اور دارالاخبار تھا لاہور۔ اگر وہاں کے روزانہ جرائد پیسہ اخبار، زمیندار، یا میرٹھ کے توحید ہفتہ وار اور جالندھر کے شمشیر قلم کسی پرچہ میں یہ نسبت دیکھتے تو خیر ورنہ نقالی ہے۔

تازہ خبر

اوپر کے بیان میں جن مشہور ہستیوں کے سید ہونے کی بہتات آج کل کے سیرت نگاروں کے قلم سے روزنامہ جنگ کراچی کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے اُس سے تو روزانہ اخبار کے ہزارہا ناظر واقف ہیں مگر نئی خبر کتابی صورت میں جو موصول ہوئی وہ یہ ہے کہ علاقہ سوات کے مقام بونیر میں پیر بابا کا جو مزار ہے اُس کے کوائف حیات طیبہ نامی کتاب میں نظر آئے وہ حسبِ دستورِ سابق ان بزرگوار کو بھی فاطمی سید قرار دیا ہے اور اس کی [illegible] پُشت میں صورتِ مطابقت سید عبدالرحیم کے پشت نامہ میں جو انوکھا انداز اختیار کیا ہے۔

سید محمود مکی
سید محمد مہدی
شیخ عسکری
سید علی نقی
سید محمد تقی
سید موسیٰ رضا
سید موسیٰ کاظم
سید جعفر صادق
سید محمد باقر
سید زین العابدین
امام حسین علیہ السلام
(حیات طیبہ ص۳ منظور عالم پریس پشاور)

اُس کو ملاحظہ کیجئے۔ جن خطیب مسجد جامع کا رشتہ کلک سے ہے اُن کا نام سید عبدالغفور ہے اور وہ بد نصیب سے ہے۔ لکھنؤ کے متعلم ہیں۔ اُن کا مسلک یہ ہے کہ خواجہ اجمیری کے مزار پہنچکر دل تڑپتا ہے کہ قبر کو بوسہ دیں مگر مزار کو چوم نہیں سکتے تو معلوم ہوا کہ وہ میرے دونوں میٹھے مسلک کے شخص ہیں یہ شجرہ کہاں سے نقل کیا اور گیارھویں امام کو شیخ لکھنے کی ناقابلِ تلافی گستاخی کیوں کی اور اولادِ امام حسن عسکری میں پیر صاحب کو کیونکر پہنچا! عنانِ قلم جب یہاں تک پہنچی تو میں "تازہ خبر" مرقومہ عنوان (سرخی) کو واپس لیتا ہوں اور عبدالغفور صاحب کی طرف سے خود جواب دیتا ہوں کہ اسی طرح پہنچا جس طرح گیارھویں شریف کے خاص نمبروں میں شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے زیادہ سے زیادہ محترم فرد کو سید عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں اور دعوائے سیادت کرنے والے شیخ کی لفظ کو نہیں ہٹاتے یہ ردِ عمل میں ہے آشیاں ہمارا نہیں۔ چھوٹی چھوٹی لفظوں کے معنے نہ سمجھنے کا نتیجہ اور اس افسانوی رویہ کو ہر دانشور جانتا ہے نئی نسل کے

اُبھرتے ہوئے نوجوانوں کے رشد و ہدایت کے لئے یہ عذرات ہیں اور مقصد یہ ہے کہ یہی غلط اقدام کہیں مستقبل میں تاریخ نہ بن جائیں۔

ضروری گذارش

اولادِ حضرت امیرالمومنینؑ کے سلسلہ میں جب حضرت کے فرزند عون کے سوانح چوتھے ایڈیشن کی صورت میں چھپے تو صحیح اندازہ یہ ہے کہ ۳ ہزار کتابچہ قوم تک پہنچ جانے کے بعد کچھ لوگوں کو ہوش آیا اور یہ مبارک تھا یہ چونکنا۔ بشرطیکہ پھر نیند نہ آتی اطلاع ملی کہ راولپنڈی کے گرد و نواح میں جہاں اسلام آباد کا نیا شہر بسا مسلمانوں کی بڑی تعداد اعوان کے نام سے ہے اور جو سب سُنّت جماعت ہیں اور کہیں کہیں اس طبقہ کے پنجابی شیعہ اعوان بھی ہیں اور کراچی میں اس قبیلہ کے بعض لوگ موجود ہیں۔ پنڈی سے آنے والے مستفسر نے مجھے بتایا کہ صدیوں سے جو تصور ان کو چلا آرہا تھا کہ ہم نسلِ حضرت علی سے ہیں سوانح عون دیکھ کر اس میں توانائی پیدا ہوئی ہو اس تخیل کے ساتھ مجھ سے مزید معلومات چاہے اور میں نے بعض حقائق سے دور افتادہ حضرات کو براہ راست مطلع کیا یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شجرہ وہاں موجود ہے جو بڑی حفاظت میں ہے اور کوئی دیکھ نہیں سکتا میں نے زور دیا کہ یہ تاریخی دستاویز منظر عام پر آئے اور چھپے مگر میں اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوا اور خط و کتابت بھی اس طبقہ نے ممکن ہے اس ڈر میں باقی نہ رکھی کہ اولاد علی ثابت ہونے پر موجودہ مذہب چھوڑنا پڑے گا یہی محذور وحدانیت کے مسئلہ پر ساری دنیا میں اتفاق نہ ہونے میں ہے اور فی قلوب اقفالہا کی آواز صحیح ہے یہ تو جملہ اعوان پر میرا تبصرہ تھا ممکن ہے کہ علوانی لوگ بھی اس فہرست میں آسکتے ہوں جن کے بارے میں مجھے معلومات نہیں۔ علم و آگاہی کی بات جہاں ملتی ہے اس کو گرہ میں باندھ کر پیش کرتا ہوں حقیقت حال خدا جانے اب رہا یہ کہ سادات میں برتری ایک دوسرے پر کسی کو نہیں حاصل سوائے اس کے کہ مسئلہ فقہی جگہ اہل سے اولاد عبدالمطلب کو

شاہ خمس دیتا ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے علماء میں اور فاطمی علوی سے برتر ہے اور زیدی سادات کا یہ کہنا کہ ہم چار واسطوں سے پیغمبر خدا تک پہنچتے ہیں۔ ذاکری کا ایک نکتہ ہے تقوی جواب میں۔ کہتے ہیں ہمارے پشت نامہ میں دو تین معصوم ہیں ہم بہتر ہیں۔ اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ قرآنی فیصلہ ہے کہ جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں بڑھا ہوا ہے وہی افضل ہے۔ میرے باغی شاگردوں میں سیرت نگاری پر بعض کی یلغار کہ جواری غفران مآب کی اولاد کا ذکر کیوں ہوا۔ اُن کی تنگ نظری اور چوبہ کی دادھی کا شکار ہے تمام سیرت نگار جب کسی بڑی شخصیت کا ذکر کرتے ہیں تو اُس کی بیبیوں کے حالات میں اُن کے حسب و نسب پر بحث کوئی اتفاق نہیں ہے امروہہ کے شجرات سادات حصہ دوم کے آزاد قلم مصنف کو یہ رد نہیں حضرت ابراہیم کی رفیق زندگی کو کنیز کیوں کہتے ہیں ریاست اعاظم امروہہ کے حالات میں یہ کہ وہ حبشن کے پیٹ سے تھے صفحہ ۲۰۷ کسی کی ذات پر حملہ نہیں بلکہ موشگافی سے بھارت کی آواز عالم جنتری سنہ ۱۹۷۶ء میں جو محمد اقبال سعید نشر کرتے ہیں۔ شاہان اودھ پر ایک مقالہ میں دیکھا۔ سعادت علی خاں حرم کے بطن سے تھے صفحہ ۷۱ اس حقیقت سے مرتبہ گرتا نہیں بلکہ فیصلہ ہوتا ہے کہ غیر آزاد ماں کے بطن کا سپوت کہ دوڑ میں سب سے آگے مجسمہ شرف نہیں عمل صالح کا پیکر ہندوستان کا عظیم ادیب خسرو وفات سنہ ۷۲۵ھ۔ سلطان التمش کا غلام تھا۔ تاریخ آئمہ میں اُن کا ذکر آیا اور انشاءاللہ آخری باب تک پہنچنے پڑے گا۔

فائدہ جلیلہ عرب میں مجہول النسب کو ابن الحبشہ کہتے ہیں (تادیب المجانین حصہ دوم صفحہ ۷ طبع ۱۳۴۹ھ دہلی) اس مقولہ کا اُردو زبان سے تعلق نہیں ہے برعکس اس کے تقسیم ملک سے پہلے یہ طے ہوا ہے کہ حبشی اپنے آقا کا وفادار اور کبھی بغاوت نہیں کرتا اُس کے وفادار ہونے پر تاریخ میں کوئی ضرب نہیں امید کہ سیرت حسینؑ کے مقدمہ کا یہ نظریہ بھی حرف زائد نہیں بلکہ عین مطلوب ہے۔

سنہ جنگ لاہور جنوری ۱۹۷۷ء

حیرت ناک اطلاعات

سیادت کی بحث میں معلومات کا جو دفتر میرے سامنے ہے اس کو دیکھتے ہوئے

اس عنوان کے آخر کلام میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کثرت سادات پر جتنے اقوال میرے سامنے آئیں ان کے رد کرنے کی جرأت اس لئے نہیں ہے کہ قرآنی خبر پیغمبر آپ کو کثرت نسل ہم نے عطا کی اگر سورۂ کوثر کی یہ تفسیر صحیح اور تسلیم ہے اور جتنے مذکورہ صفحہ تفسیر سے خارج نہیں ہوتے تو وجود سادات کی خبریں آیۂ قرآنی کی روشنی میں نظر انداز نہ ہوں گی سیادت پر وہ عظیم بحث جس سے زیادہ میرا امکان نہ تھا مرأۃ الانساب میں دیکھو اسے فارسی کتاب کا افادہ ہے کہ تمام اولاد آئمہ سے قطع نظر کرنے پر حضرت جعفر تواب جو ۱۷ رجب ۲۳۲ھ کو پیدا اور ۱۱ رجب ۲۷۱ھ کو رحلت کر گئے سو برس کے قریب عمر میں صوفی مصنف آئینہ تصوف میں کہتا ہے کہ ایک سو آٹھ ۱۰۸ فرزند چھوڑے اگر طریقت کے راہ نماؤں کو ہم مراقبہ کی تحت میں قابل اعتنا سمجھیں کہ وہ خبریں براہ راست خدا سے حاصل کرتے ہیں تو پھر تیرہ سو برس گذرنے کے بعد کیونکر خبر ہو آ قدیریہ

جدہ ۱۰ مئی ۱۹۷۶ء سعودی حکومت نے ایک ہزار قدیمی قبرستان کو قبضہ میں لیا ہے اس قبرستان میں حضرت علیؑ خلیفہ چہارم کے پوتوں نواسوں کی قبریں دریافت ہوئی ہیں بارش کی وجہ سے قبرستان کے آثار مزید نمایاں ہوئے ہیں محکمہ آثار قدیمہ نے موقعہ پر پہنچ کر مزید تفصیلات جمع کرنا شروع کئے ہیں یہاں ماہرین کی ٹیم نے تقریباً ستر قبریں دریافت کی ہیں جن میں سے چوتھے خلیفہ راشد کے پوتوں اور نواسوں کی ۲۸ قبریں شامل ہیں۔

خیال کیا جاتا ہے کہ بغداد کے گورنر کے ظلم سے تنگ آ کر مدینہ منورہ آتے ہوئے راستہ میں آباد ہو گئے تھے سعودی حکومت نے قبرستان پر پہرہ لگا دیا ہے۔

(اخبار جنگ ۲ جون ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ کالم ۱)

نجدی سلطنت جو مذہبی لحاظ سے عمارت قبر پسند نہیں کرتی اس سے کیا

توقع ہے کہ اس مردم خیز آراضی کو محدود اور نمایاں کر کے باقی رکھے اگر وہ ان پر یہ گوارہ نہیں کرتا تو کم از کم نشان باقی رہیں اور مشرق وسطیٰ کے زائرین کے موقع پر زیارت کر کے فاتحہ پڑھ سکیں۔

واقعی سید اور نسبی کمزوری جس خانوادہ میں ہو اس میں موازنہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بحث بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت امیرؑ کے چھوٹے چھوٹے اقوال تحفے پر ستیو دھوکا نہیں دیتا کسی کو۔ سید وہ ہے جو بھائیوں کا بوجھ اٹھائے۔ سید کو زر و مال کی لالچ دھوکا نہیں دے سکتی۔ السید محمود (غرر الحکم ص طبع بمبئی) سید حسد کا مرکز ہوا کرتا ہے۔

ناموں میں اصلاح جب آپ کا معاشرہ از قسم لباس، خورد و نوش جا و قیام اعلیٰ معیار پر پہنچ گیا تو براہ کرم نام رکھنے میں بھی احتیاط کیجئے۔ آج کل کے کم مشق لوگ علم الاعداد سے جو تاریخی نام نکالتے ہیں وہ زبردستی سنہ پیدائش کی تکمیل ہوتی ہے۔ لفظ با وقار ہو۔ سید، مرزا، شیخ ناموں کا جزو نہ ہو اگر کسی جنتری میں ایسے نام لکھے ہوئے نظر آئیں تو غیر سادات نام نہ رکھیں دوسرے الفاظ میں مناسبت قائم رہے خالد حسین زبیری ترکیب مہمل اور لغو ہے معانی اور گزشتہ تاریخ پر نظر رہے نسبت موزوں ہو۔ میرے پنجابی دوست اپنی عقیدت کے تحت بیس لڑکیوں کا نام غلام فاطمہ رکھتے ہیں جو معنوی لحاظ سے صحیح نہیں۔ کنیز فاطمہ ہونا چاہیئے۔ دو سو برس پہلے "فاطمہ باندی" نام رکھنا صحیح تھا چو تھے جبکہ نائی، دھوبی، مزدور تک۔ افریقہ، دوبئی، موصل اور کہاں کہاں جانے پر تیار ہے تو یہ کتنا میرا مذاق ہوگا کہ بین الاقوامی نام رکھیں۔ صاحبزادہ اللہ جانے کہاں جائیں کم از کم ایسا نام ہو کہ ذوم کا پہلو نہ ہو۔ ایک پنجابی مسلمان نیک محمد روزگار کی تلاش میں مصر گئے۔ وہاں نام پوچھا گیا تو حاضرین کے جبیں پر شکن آئے۔ نیک عربی میں ہمبستری کو کہتے ہیں اور یہ لفظ اپنے مترادف تراجم الفاظ میں جنسی منظر کو زیادہ واضح کرتی ہے۔ شرمندہ بھی ہوئے تمام بدلنا پڑا جیسا دیس ویسا بھیس ہونا ضروری ہے۔

پانچویں دشمنانِ عقل اور ظالم کے نام پر نام نہ رکھیں ایک دستاویز پر دستخط دیکھی تابیل خاں۔ چھٹے قدیم چلن اور بزرگوں کی کورانہ تقلید نہ ہو اپنی عقل سے فیصلہ ہو۔ جن عقیدتمندوں نے سو برس پہلے کلب محمد نام رکھا وہ فروتنی کا حق ادا کر گئے۔ اُن کے نزدیک سب سے پست جانور کُتّا تھا اپنی ذہنیت کے مطابق نام رکھا۔ "محمدؐ کے گھر کا کُتّا" اُس وقت صحیح تھا مگر اب غلط سمجھا جا رہا ہے۔ پیغمبر اسلام نے سگِ نجس نہ گھر میں پالا نہ نجس العین کی نسبت طاہر کی طرف ہماری تہذیب بخش ہے۔ اور اگر آپ سادات سے ہیں تو میرا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے خانوادہ کی توہین کی۔ نسلِ رسُولؐ کو آپ یہ درجہ دیتے ہیں اُمتی اگر کلب محمد نام رکھے تو اُس کا فعل اُس کی ذہنیت آپ ایسا نہ کریں۔

حیرت ہوتی ہے کہ پہلے ناموں میں یہ سلسلہ کلب محمدؐ سے شروع ہو کر کلب عسکریؑ تک اور آخر میں کلب مہدی نام ہوا۔ خوجہ جماعت بمبئی کے ایک تاجر سیٹھ محمد علی نجوا کری میں بھی دوکان رکھتے تھے حامد پارک میں جنرل مرچنٹ تھے لکھنؤ کے شیعہ اخبار میں نوٹ لکھا تھا کہ علم و فضل اور خدمات کے لحاظ سے میں حرف کاف کو قاف سے بدلتا ہوں اور "قلب حسین" نام ہو تو کیا کہنا۔ بہرحال ہم کو اپنے ہادیان ملت کی تقدیس مطلوب ہے نہ اُن کی سرکار میں بے ادبی عقیدت کیش کے لئے اوّل سے آخر تک سب نام صحیح اور ترکیب درست ہے تو دنیا بتلائے کہ کلب ارتضیٰ کے کیا معنے ہیں بزرگانِ دین میں ارتضیٰ تو کوئی نہ تھا۔ اس قسم کے نام ایرانی عقیدت مندوں نے رکھنا شروع کی اور ہندوستان تک یہ سلسلہ ہے۔ اصحابِ کہف کے نام اگر زبان زد ہوتے تو نام کلب فلاں ایک حد تک صحیح تھا۔ حالانکہ یہ مسئلہ خود اختلافی ہے کہ وہ سگ نجس تھا یا شیر یزداں۔ علی امام اور رضا امام، حسن امام بھی میرے پسندیدہ نہیں ہیں اور یہ رائے جہت فرازی نہیں بلکہ قدیم فلسفہ ہے جو حطہ۔ برعکس نام نہد زنگی کافور — غلط فہمی سے کلب علی [illegible]

مقدمہ

واقعہ کربلا پر خامہ فرسائی

واقعہ کربلا پر ہر صدی میں اہلِ قلم نے جو خدمات نثر و نظم انجام دی اُس پر گہری نظر کی ضرورت ہے اور یہ مقدمہ موضوع کی جان ہے۔

۶۱ھ کی یادگاریں آج سے ۲۵ برس پہلے ناچیز نے اپنے قاصر نظر کی مدد سے صرف عربی، فارسی، اُردو مقاتل اور مراثی و نوحہ جات کے اعداد و شمار "المناہل فی المقاتل" کی تشکیل کا فخر حاصل کیا اور گیارھویں صدی تک ۹۰ کتابوں کے نام تلاش کئے اور بارھویں صدی سے تا حال ان قلمی خدمات کی تعداد نوسو اور نسخہ کتابوں تک پہنچی اس میں سلسلہ بیان میں ضمنی حالات کا شمار نہیں ہے اور نہ زیارت کی کتابیں شامل ہیں۔ سفرنامہ بھی زیر نظر نہیں ہوئے۔ ترکی انگریزی اور دوسری زبانوں جو خصوصی کتب تیار ہوئے اُس کا استیعاب بھی میرے بس کی بات نہیں ہے اس بڑی تعداد کا سرنامہ تخمینی ہیں ور درج کرنا دشوار ہے اس میں صرف بعض کتابوں پہ تبصرہ مناسب مقام ہے۔ واقعہ کربلا پر پہلا مقتل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایما سے حضرت علیؑ نے سپرد قلم کیا اور عبداللہ بن عباس نے بصرہ کے ایک دیہات ذی قار میں اپنی آنکھ سے دیکھا دوسرا مقتل جابر بن عبداللہ انصاری صحابی رسول نے ترتیب دیا۔ اوّل الذکر کا پتہ عصر حاضر کی مقبول عام کتاب مناقب الجنتین اور موخر الذکر خصال ابن بابویہ ایسی بلند پایہ کتاب میں ہے ——— مقتل۔

مقتل ابو المفاخر | یہ تو مادر کا شاہکار وہ ہے جس کا نام صدر اوّل کے واقعہ نگاروں میں نظر آتا ہے جیسا کہ اعوان کی جلدوں میں اس عظیم شخصیت پر تبصرہ کیا ہے جس کو دھرانا مطلوب نہیں بلکہ پیام اسلام لکھنؤ کے محرم نمبر ۲۶ ۱۳ھ میں پروفیسر سید مسعود حسن ادیب کا مقالہ بیان میں

عزاداری اور مرثیہ گوئی کے عنوان سے شائع ہوا جس[1] میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ابوالمفاخر کا عہد سنہ ۲۸۵ھ و سنہ ۴۹۰ھ کے درمیان تھا اور اس تحقیق کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس لئے صرف تحقیق مسئلہ کے ذیل میں استفسار کی ضرورت ہوئی جو کتب سیر ہمارے سامنے ہیں وہ اس نظریہ کا ساتھ نہیں دیتے۔ لہٰذا بہتر ہوگا کہ اس مسئلہ کو تشنۂ دلیل ہی نہ رہنے دیا جائے۔ اور مضمون نگار صاحب سیر حاصل بحث کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ملا حسین واعظ کاشفی مشہور ادیب اور مصنف نے شہدائے کربلا کے صرف رجز ہی اس سے نقل نہیں کی ہیں۔ بلکہ ان خطوط کے مضمون بھی اخذ کیے ہیں جو اہل کوفہ نے امام کو لکھے تھے۔ چنانچہ واقعہ کربلا کے ابتدائی حالات میں لکھتے ہیں۔ ابوالمفاخر در مقتلے کہ نوشتہ بیتے چند از منظومات خود از قبل اہل کوفہ آوردہ الخ اس مقبول عام اور مستند مقتل سے روایت کا سلسلہ دوسرے مصنفین نے بارھویں صدی تک جاری رکھا۔ چنانچہ فاضل جلیل مولوی سید علی اکبر لکھنوی اپنے مقتل میں جس کا قدیم نسخہ قلمی میرے پاس موجود ہے تحریر فرماتے ہیں۔ روی ابو المفاخر عن الذین کانوا یطوفون فی بیت الحرام قال فبینا نحن نطوف اذا برجل متعلق باستار الکعبہ و وجہہ مغطی بثیاب یدعوا و یقول اللھم اغفرلی

ابوالمفاخر نے اپنے اسناد سے ان لوگوں سے روایت کی ہے جو خانہ کعبہ کے طواف کو آئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سال طواف خانہ کعبہ میں مصروف تھے ناگاہ دیکھا ہم نے کہ ایک شخص پردہ کعبہ کو ہاتھوں سے پکڑے ہوئے دعا مانگ رہا اور بالحاح وزاری کہتا ہے کہ اے پروردگار خانہ کعبہ بحرمت اپنے خانہ محترم کے میرے گناہوں کو تو بخش دے اور منہ پر اس کے ایک نقاب پڑی تھی وما احسبک ان تغفرلی ولو شفع فی جمیع ما خلقت

---

[1] یہ مقالہ دسمبر ۱۹۴۹ء کے الواعظ حضرت ادیب مرحوم کی حیات میں چھپا اور لاجواب ثابت ہوا۔

لیکن مجھے یقین حاصل ہے کہ ہرگز تو اس شخص کے گناہوں کو نہ بخشے گا چند کہ جمیع مخلوقات اس کے شفاعت خواہ ہوں (ضیاء الابصار قلمی صـ۲۴۳) فاضل مصنف نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حاضرین نے اس مایوسی کا سبب پوچھا اُس نے کہا کہ میں ان سپاہیوں میں سے ہوں جو شہداء کربلا کے سروں کو شام کی طرف لے جا رہے تھے یہ کہہ کر اُس نے وہ مناظر بیان کئے جو سروں سے مشاہدہ کئے تھے ملائکہ اور انبیاء کا آنا اور سروں کی زیارت کرنا اور پھر فرشتوں کا ان ظالموں کو ہلاک کر دینا۔ صرف اس شخص کا بچ جانا۔ حاضرین نے جب نقاب ہٹا کے دیکھا تو منھ اُس کا سؤر کا ایسا تھا اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد وہ شخص سامنے سے چلا گیا ۱۹ قدم راہ طے کرنے پایا تھا کہ آسمان سے بجلی گری اور یہ بھی ختم ہو کر خاک سیاہ ہو گیا۔

ابوالمفاخر کا ذکر مجالس المومنین میں بھی ہے اور جو عبارت شہید شوستری نے سپرد قلم کی ہے اس سے ان کے عہد کا پتہ دریافت ہوتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔ دولت شاہ سمرقندی گفتہ کہ شیخ مفاخر نزد سلاطین و حکام جاہ و قبول تمام یافتہ بود و از تواریخ آل سلجوق نقل نمودہ کہ سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ در ولایت رے بوقت عزیمت مازندران نزول کرد و لشکر او ملاد در مزارع اہالی آنجا چہار پایان گذاشتند و ہیچ سبب ضبطے می کردند ابوالمفاخر ایں قطعہ را بسلطان فرستاد و لشکریان را از خرابی منع و زجر فرمود و قطعہ اینست نسہ

اے خسرو کیجا یش حکم زیر فلک
مرزیر کہ غار رقی طارم کیواں تخت است

لطف تو باتیں کریم پاک می کند
گر اے کہ حر صحیفہ دوراں نخستہ است

بر تخت ہے تو حاکم بر تخت نا قدرت
در ملک رسے بہ تر خاقاں نشستہ است

شہا سپاہ تو کہ چو مور نعلہ چوں ملخ
بگرو دخل دانہ دہقاں نخستہ است

یاران عدل مار کہ ایں خاک نیسارا است
تا پر امید وعدہ باراں نشستہ است

[illegible]

سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ کا عہد تاریخ روضۃ الصفا سے دریافت ہو سکتا ہے۔ تاریخ مذکور میں ہے۔ سلطان محمود بن محمد ابن ملک شاہ بادشاہے بود زیبا صورت نیکو سیرت لطیف طبع و شیریں سخن طالع مسعود و کردارے محمود داشت۔ چو برادرش سلطان مسعود در سنہ اربع عشرہ و خمسمایہ در ظاہر ہمدان با او مصاف داده و بہزیمت جاں رفت و در صفر سنہ خمس عشر بہ رے آمد (تاریخ روضۃ الصفا ج ۴ مطبوعہ نول کشور صفحہ ۸۰)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ۵۱۵ھ میں ابوالمفاخر رے میں موجود تھے لہٰذا ان کی رحلت ۵۱۵ھ کے بعد ہو سکتی ہے اور ۴۸۵-۴۹۸ = ۱۱۰۵- ۱۱۱۷ میں ان کا وجود نہ تھا۔ عجائب الانوار جلد اول میں اُس وقت کی تحقیق کی بنا پر ابوالمفاخر کا سنہ وفات ہم نے حدود ۴۲۳ھ لکھا ہے۔

ضریحِ رسول کا معجزہ

نظامِ مصطفےٰ سے دو سُنّی شیعہ شاعروں کی ہمت افزائی

پیغمبرِ خدا کے دستِ مبارک سے اصلاح

واقعہ کربلا کی ترجمانی میں نظم کو نثر پر سبقت حاصل ہے اور مقررین کی خطابت سے بیشتر نظم میں مرثیہ مقدم ہے اس زاویۂ نگاہ کو تسلیم کرنے پر اگر ۶۱ھ سے آج تک کے مراثی شمار کرنے چاہیں تو لاکھوں سے زیادہ ہوں گے۔ اس جمِ غفیر میں صرف دو مثالیں ہم کو ایسی ملتی ہیں کہ بیشتر شعر گردوپیش نے پسند نہ کئے ناظم جو بیچارہ نکتہ چینی کی زخم زبان سے مندمل نہ ہونے والی وہ جراحت ہے جس کی اذیت وہی سمجھ سکتا ہے جو مجروح ہے زخمی بہت زیادہ ہوشمند تھا جس نے کسی اور کو نہیں پکارا براہ راست سرکار رسالت سے رجوع کی اور قبرِ نبوی سے جواب باصواب پایا اس حقیقت کو بسیط مقالہ کی صورت میں دسمبر ۱۹۳۶ء کے الواعظ میں درج کر چکا ہوں موضوع

کے اندر کوائف ملاحظہ ہوں یہ شرف جس کو اپنے دور میں حاصل ہوا وہ —

ملا محمد آفندی اسلامبول

کا وہ مقبول کلام تھا جس کی مہر تصدیق ثبت ہوئی۔ چنانچہ سعادات ناصریہ عہد ناصر الدین شاہ قاچار (وفات ۱۳۱۳ھ) کی فارسی عالمانہ تصنیف ہے اس کے زریں صفحات ہیں۔ (ترجمہ) فوری آفندی جس کے عہد میں اس وقت کربلائے معلے کی حکومت تھی اس کا بیان ہے کہ چند سال پہلے مجھے یہ اطلاع ملی کہ ملا محمد آفندی اسلامبول کے باشندے بہت بڑے عالم اور فاضل کامل تھے سو برس پہلے اسلامبول میں رہتے تھے۔ انھوں نے واقعہ کربلا پر ایک ضخیم کتاب تیار کی اور ترکی زبان میں تمام مصائب نظم کئے تو ان کے ہمعصر کچھ غیر شیعہ افراد نے نکتہ چینی شروع کی اعتراضات کئے تحریروں میں چھاپا کہ ملا محمد کا مجلس والوں کی گلی میں رہنے اور بد ہونے دماغ صحیح نہ رہا اس دریدہ دہنی اور طعن و تشنیع کا کوئی جواب نہ دیا اور روضہ نبوی پر مدینہ پہنچکر کتاب قبر شریف پر رکھ دی رو رو کر شکایت کی اور عرض کیا کہ آپ نیا جو جو اشعار خلاف واقع نظم ہوں ان کو قلم زد کر دیجئے کچھ دن اور راتیں گزر گئے کے بعد کتاب کو مزار مطہر سے اٹھایا تو دیکھا کہ صرف چند جگہوں پر اصلاح ہوئی ہے اور پوری کتاب کو سرکار نبوی نے مشرف کیا فارسی کی اصل لفظیں یہ ہیں کتاب را از سر قبر انور واطہر برداشت دید کہ در چند موضوع قلم محو کشیدہ شدہ است۔

حاکم عراق یہ راوی کی لفظیں بھی یہ ہیں حکایت است کہ فوری آفندی ذکر کردہ باوجود آنکہ در مذہب خویش یعنے در مذہب اہل سنت منصب تمام دارد ولکن مضائقہ نمود از نقل کردن بچیزیکہ قطع بوقوع آن داشت (سعادات ناصریہ چاپ ایران ص۱۰۱) نوری آفندی جو اپنے مذہب میں اچھا خاصہ متعصب تھا اور کسی نے ترجمانی میں عذر نہ کیا اُس کو واقعہ کی سچائی کا یقین تھا۔

مرزا فصیح مرحوم و مغفور۔ آپ ایک باکمال شاعر مذہب جعفری کے عالم و مناظر تھے جو اپنے وسیع معلومات سے عمر بھر خدمت دین انجام دیتے رہے وہ زمانہ جب پردیس میں سفر سقر تھا اور ہر گام پر مشکلات قاتروں پر جنگل سے گزر اور بحری راہ میں دودی جہاز پر سوار ہونا لازم و ملزوم تھا ان کی دینداری اور بلند ہمتی کا نتیجہ تھا کہ اس وقت سیزدہ معصومین علیہم السلام کی زیارت قبور سے مشرف ہوئے اور وطنی زندگی سے بہت کم لطف اٹھایا عربستان ہے میں ان کے پہلے سفر کا واقعہ ہے کہ ایک جن سے ملاقات ہو گئی اس سے کربلا کے مفصل واقعات دریافت کئے اور اس کی ترجمانی کو نظم کا جامہ پہنا کر مرثیہ تیار ہوا جس کا مطلع تھا۔ جبکہ شبدیز قلم کرنے لگا جولانی" لکھنؤ پہنچکر بڑی امیدوں کے ساتھ مجلس پڑھی نیا مرثیہ سنایا۔ نکتہ چیں حاضرین نے داد دینے کے بجائے مذاق اڑایا کہ حج و زیارت کے لئے گئے تھے کیا اچھا قصہ سنایا محنت رائگاں جانے پر دلی صدمہ ہوا اور ہوائے وطن مخالف پاکر پھر عازم زیارت ہوئے مقدر کی تابندگی نے پھر حائر امام میں پہنچایا اور اپنی شکستہ دلی کا پھر پور اظہار کرتے ہوئے وہی مرثیہ ضریح مظلوم کربلا میں ڈالدیا اور رو رو کر عرض کیا کہ مولا یہ مرثیہ میرے کام کا نہیں۔ اگر یہ مرثیہ صحیح ہے تو اس پر دستخط کر دیجئے یا کوئی ایسی تدبیر کیجئے کہ لوگ اس کا اعتبار کرنے لگیں گریہ گلوگیر ہوا۔ اور روتے روتے غنودگی طاری ہوئی خواب میں دیکھا کہ آقائے مظلوم قبر سے باہر تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں مرزا فصیح مرثیہ اٹھالو ہم نے اس پر اپنی دستخط کردی اب لوگ اس کا اعتبار کریں گے اگر اب بھی لوگ اعتبار نہ کریں تو جو چیز میرے جسم سے مس ہو جاتی ہے اس کو آگ نہیں جلاتی تم اس کو بلا تکلف آگ میں ڈال دینا۔ آتش اپنا کام نہ کرے گی۔ مرزا صاحب نے مرثیہ اٹھایا تو اس پر سبز روشنائی سے ایک عربی عبارت لکھی تھی اور حسین بن علی بطور دستخط ثبت تھا۔

لکھنؤ آکر اس مرثیہ کو دوبارا تعارف کے بعد پڑھا۔ معترضین نادم وپشیمان ہوئے آہ اور واہ سے مجلس معمور ہوئی اور بار بار مرثیہ کو نذر آتش کرنا چاہا مگر آگ جلا نہ سکی۔ فصیح کے بعد دوسرے مرثیہ گو حضرات نے بھی اپنے سلام میں سرکار حسینی میں استدعا کی ہے کہ مولا میرے کلام پر صاد کیجئے یہ معروضہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ خان بہادر نواب سید مظفر علی خاں رئیس جانسٹھ نے اس مرثیہ کو بچشم خود دیکھا اور سرورق پر نوشتہ امام کی زیارت کی اور بہت بڑی رقم پر حاصل کرنا چاہا تھا مگر جس کے پاس یہ صحیفہ تھا اس نے منظور نہ کیا اس سرگذشت کو نواب صاحب کے چشم و چراغ میرے معزز دوست سید سرفراز علی خاں صاحب نے اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ مرثیہ کا سرورق اسی زمانہ میں غائب ہو گیا اور خیال ہوتا ہے کہ عالم بالا کی طرف اٹھا لیا گیا۔ (الواعظ دسمبر ۱۹۲۹ء لکھنؤ مدرسۃ الواعظین) میں عرض کرتا ہوں کہ اس قسم کے واقعات راز الٰہی ہیں جس کا انکشاف نہیں ہوتا۔ ریاست مذکور میں ایک عالم ہمیشہ رہا۔ مگر کوئی عربی داں توثیق امام کی نقل کرتا اگرچہ عکس حاصل کرنے کا اس وقت عام دستور نہ تھا صد افسوس کہ مراثی فصیح کی مطبوعہ جلد میرے سامنے نہیں ورنہ یہ مرثیہ آخر کتاب میں شامل کرنے کا فخر حاصل کرتا نجم آفندی کراچی کے مداح اہلبیت اسی مجسمہ کمال کی نسل سے تھے۔

مقدمات ختم کرنے پر کتاب ——— شروع ہوتی ہے۔

عالم انوار نور محمدی کے فضل وشرف میں جو پنجاب کے کچھ نام نہاد عالم عصر حاضر میں چون وچرا کر رہے ہیں اس پر ہم نے "النبی" میں ناظرین کو متوجہ کیا تھا اور قلم برداشتہ جو سطریں سپرد خامہ کیں چونکہ اس کا جواب الجواب نہیں ہوا اس لئے اس بحث کو شخصی نزاع اور ذاتی حیثیت دیتے ہوئے کوئی وقعت باقی نہیں رہی اور رمز کرنے کے اکابر علماء نے طے کیا کہ آں حضرت کی تخلیقت نور سے ہے اگرچہ بلحاظ جنس وہ بشر ہیں مگر ان کی نوعیت عموم بشر سے جداگانہ ہے (دلائل

ظاہرہ سے ثابت ہے کہ یہ حضرات بلحاظ جنس بشر ہیں اور بلحاظ حقیقت نور ہیں۔" اور وہ مفہوم جو لاتعداد حدیثوں میں فریقین کی پایا جاتا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت نے فرمایا کہ "میں اور علی ایک نور سے ہیں"۔ اس روایت کے تواتر پر پوری جلد عبقات الانوار کی گواہ ہے۔ کاش حزب اختلاف نام ہے کہ رد کرتا تو یہ اختلاف ذاتی نہ رہتا اور سلف صالحین تک منجر ہوتا۔ آج سے پہلے انکار نہیں ہوا کہ نور نبوی کو دست قدرت نے شق کیا اور اُس سے عرش کی تخلیق ہوئی پھر نور علی شگافتہ ہوا اور اس سے فرشتے پیدا ہوئے جن کی تعداد بجز ذات الٰہی کوئی نہیں جانتا۔ پھر معصومہ کا نور ماخذ قرار پایا اور زمین آسمان بنے اس کے بعد امام حسن کا نور سورج اور چاند کی پیدایش کا مرکز ہوا۔ پھر حسینؑ کا نور تجزیہ ہوا اور بہشت اور حوریں پیدا ہوئیں پیغمبر اس اطلاع کو دیتے ہوئے یہ نتائج بھی زبان پر لائے کہ میں عرش سے بہتر اور علی مرتضیٰ ملائکہ سے افضل اور فاطمہ زمین و آسمان سے بہتر اور حسن شمس و قمر سے اور حسین بہشت بریں اور حوروں سے بہتر ہیں اسی حدیث اور دوسرے اخبار میں یہ بھی ہے کہ کائنات میں خاموشی تھی اور عرش سے فرش تک سناٹا تھا کہ ہم نے سبحان اللہ کہا تو فرشتوں نے تسبیح کی اور ہم نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو ملائکہ نے تہلیل کی اور عبادت کی خشت اول نصب ہوئے۔ اقرار وحدانیت کا آغاز ہوا اور چار دانگ عالم کا ذرہ ذرہ شرمندۂ احسان اہلبیت ہوا اس میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے معاشرہ کی تحت میں غور کرے آواز کیونکر آئی مخلوق نے صدا سن کر کیونکر ہم آواز ہو کر تسبیح کی صدا لے معلم اس قدر پُر تاثیر تھی کہ سب نے سُنی نشر صوت کیونکر ہوا بنیاد فرشتوں کی صحیح اور پاکیزہ تھی تو ایسا نہیں ہوا کہ مجمع اس ناطق کو معبود سمجھے بلا استثناء اُس نے کلمہ پڑھا اور کوئی ایک بھی منکر نہ تھا۔ جب یہ حضرات اپنے اپنے زمانہ میں زینت ارض ہوئے تو علم و حکمت معراج کمال پر تھا اخلاق میں جو جس معیار کا فہم و ادراک رکھتا تھا اُس سے ویسی گفتگو میں توحید سلسلۂ زبان عصمت پر جاری ہوا اور یہ بھی کہا لنا مع اللہ حالات فیھا ھو نحن و نحن

فیھا ھو ومع ذلک ھو ھو ونحن نحن۔ یہ اُسی لمحات کی تصویر کشی ہے جب شب و روز کی خلقت نہ تھی اور ان اوّل مخلوق کے سوا کچھ نہ تھا وہ تھا اور یہ تھے۔ ثانوی درجہ نے مخلوق قرار دیا اور خدا خدا رہا اور یہ نقش اوّل اُس کے سب سے بہتر اور برتر انسان کامل تو لولے لنگڑے کے سوا سب ہیں یہ کامل تر ہیں۔

اس قرب ایزدی کا نتیجہ ہے کہ زیارت غدیر میں ہمارے رزق اور کردار اور نقل و حرکت میں آئمہ طاہرینؑ کو کارفرما قرار دیا ہے واعمال العالمین لدیک محفوظۃ وارزاق الخلائق من لدنک نازلۃ وعوائد المزید الیھم واصلۃ یعنی وعملہاے عمل کنندگان نزد تو محفوظ است درو زیہائے خلائق از نزد تو فرود آمدہ است و منافع زیادتی بسوے خلائق واصل است۔ کس طاقت ہے مادیت میں جو محمد مجلسی سے پڑھی جانے والی زیارت کو روک سکے صورت حال معرفت کا فقدان ہے حضرت امیرالمومنینؑ کا بار بار ارشاد ہے ہمارا امر بڑا سخت اور سخت تر ہے اُس کو فرشتہ برداشت کر سکتے ہیں یا وہ مومن جو امتحان میں کامیاب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت کے روبرو بعض فضائل برداشت نہ کر سکے اور اُن کی جان تلف ہوئی اور بعض جوان بوڑھے ہو گئے۔

آل محمد کا مرتبہ گھٹانے والے اپنے ایمان کا جائزہ لیں ان کو اپنا ایسا سمجھنا غلط ہے عصمت و طہارت نے اُن میں غیر فانی امتیاز پیدا کیا ہے اور ان کی سرکار میں بھی یہ کہنا کہ جو حق معرفت ہے وہ حاصل نہیں ہوا صحیح ہے خلاصۃ الاخبار کے وسیع النظر مصنف نے نور محمدی پر ۳۴ حدیثیں شمار کی ہیں جن کو جمع کرنے میں مستقل کتاب چاہئیں روز غدیر اکمال دین اور اتمام نعمت کا دن تھا اس اجتماع عظیم کی خطابت میں پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا بنا انزل اللہ الرزق آسمان سے روزی ہمارے برکات سے اترتی ہے

ا۔ زاد المعاد ص ۳۷۷ مطبوعہ سلطانی لکھنؤ ۲۔ غرر الحکم ۳۔ صواعق النواصب میں یہ اخبار نقل کئے گئے ہیں ص ۱۰۱ خلاصۃ الاخبار ۴۔ خطبۃ القدیر طبع کربلا و عربی ۵۔ مخطوطۃ الخزان الملہوف ص ۹۳ مخطوطات سید علی بن حسین آل ابو معصور عربی۔

امام جب شکم مادر میں پہنچنے والا ہوتا ہے تو حدیث صادق آل محمد سے جو دوسری حدیثوں کی روشنی میں مستند ہے ظاہر ہوتا ہے کہ حکم ایزدی سے فرشتہ آب زیر عرش لے کر پہنچتا ہے اور امام کے پدر بزرگوار وہ پانی نوش کرتے ہیں جس سے اُسی شب استقرار حمل ہوتا ہے اور ۴۰ دن گذرنے پر پیدا ہونے والے مولود میں یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہر شخص کی باتیں سنتا ہے اور ماں کے پیٹ ہی میں ملک اُس کے داہنے بازو پر قرآن حکیم کی آیت تمت کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً لامبدل لکلماتہ ھو السمیع العلیم (قلم قدرت سے) لکھتا ہے بس قرآن بغیر وضو کسی صورت میں درست نہیں مگر جو پاک ہے اُس کے جسم تک خود قرآن پہنچتا ہے۔ پشت رسول پر مہر نبوت تھی جس کی تصویر عملیات کی کتابوں میں وہ گوناگوں صورت میں پائی جاتی ہے کہ اگر ہر شکل کو مصدقہ کہیں تو جلد رسالت ایک دفتر ہو جاتی ہے مگر وہ ذات نبوی ہے جس کو بھولے مسلمان سر تسلیم خم کر کے عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو نازل ہو چکا ہے اس کو سند امامت کہنا صحیح ہوگا۔ مختصر اور معنی خیز آیت ہے اگر عام انسان کی طرح معاذ اللہ نجس عنصر سے خلقت ہوتی تو آیہ قرآن بازو پر نہ پہنچتا یہ وہ تعویز ہے جس کو بازو سے کوئی طاقت جدا نہیں کر سکتی قرآن اور اہل بیت کے ایک ساتھ ہونے کا بھی تقاضہ یہ ہے کہ پیدائش سے پہلے قرآن اُن سے جُدا نہ ہو۔

پیدائش پیغمبر خدا کا یہ باقتدار نواسہ گو سن و سال میں چھوٹا ہے۔ مگر اتنے بڑے ارادوں کی تکمیل کرنے والا ہے جن کا بڑے بھائی کو متحمل نہ تھا ولادت سے پہلے نانا کو خوشی ہے۔ ملائکہ مبارک باد کے لئے اس کثرت سے اُتر رہے ہیں کہ معمولی انسان کے شمار سے ممکن نہیں کونین میں ولادت کی دھوم ہے ۳ شعبان سنہ ۴ھ (مطابق ۳ جون سنہ ۶۲۶ عیسوی) کو فلک امامت پر

۱؎ ولد الحسین عام الخندق (تاریخی آدمی) ہے شہزادہ اُس سال پیدا ہوا جس میں غزوہ احزاب فتح ہوا۔ احمد مغنیہ لبنان کے مصنف نے تاریخ ولادت ۵ شعبان قرار دی ہے اور ایرانی مترجم سید جعفر غضبان نے کوئی عذر نہ کیا۔

ہلال نونمودار ہوا اور فرزند نرینہ پھر پیدا ہوا معصومہ کے گھر میں زچہ خانہ کا سامان لیکر بہشت سے حوریں آئیں۔ بائیں زانو سے ولادت ہوئی۔ کلمہ توحید سُنا گیا خدا نام رکھ گیا پیغمبر نواسے کو لقب دے گئے۔ بچہ ایک اور ہر طرف سے نام رکھنے کی آرزو۔ عبیداللہ امرتسری کا یہ لکھنا کہ حضرت علی نے اپنے چچا جعفر کے نام پر نام رکھ لیا اور حرب تو دونوں شہزادوں کا نام تھا صحیح نہیں حضرت امیرؑ پیغمبر خدا پر سبقت نہ کریں گے اور مولود اس قدر قابل احترام ہے کہ پیغمبر خدا حکم ایزدی کے بغیر لب نہ ہلائیں گے۔ اور خدا بھی مرسل کی باتوں کو وحی آموز اور ربانی تعلیم ثابت کرنے کا بیڑا اُٹھا چکا ہے۔ حدیث منزلت۔ علی تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی آج پھر قدرت نے عوام کو یاد دلائی وحی ہوئی کہ ہارون کے تین صاحب زادہ تھے بڑے کا نام شبر۔ منجھلے کا نام شبیر۔ چھوٹے کا مشبر۔ سرکار دو عالم نے فرمایا کہ میری زبان تو عربی ہے۔ حُسینؑ نام رکھ دیجیے جو شبیر کا ترجمہ ہے۔ لفظ نے سریانی سے عربی کا جامہ پہنا۔ پیدا ہوتے ہی نانا کی گود میں آئے۔ ۴۰ دن تک زبان مرسل چوس کر پرورش ہوئی۔ گوشت و پوست کے نمو میں پیغمبر کا لعاب دہن کارفرما ہوا بڑے ذمہ دار علما اور مورخ لکھتے ہیں کہ حسنؑ سر سے سینہ تک سب سے زیادہ نانا سے مشابہ تھے اور حسینؑ سینہ سے قدم تک شبیہ رسول تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تصویر نبی دو پیکروں میں تقسیم کی گئی تاکہ دونوں نواسے نانا کے مظہر صفات قرار پائیں۔

ماں باپ کو پلوٹھی کے بچہ کی جو قدر ہوتی ہے وہ پھر بعد میں پیدا ہونے والی اولاد کی نہیں، یہاں صورت حال برعکس ہے۔ امام حسنؑ کی ولادت پر بھی وحی والہام کے دروازے وا تھے۔ خانوادہ کی معزز خواتین نے خواب دیکھے کہ جسم رسالت کا ٹکڑا جدا ہو کر اُمّ الفضل کی گود میں آیا۔ امین وحی کے آنے پر حسن نام

ا؎ خلاصۃ الاخبار صفحہ ۱۴۳ چاپ دکھن ۱۳۱۵ھ ۲؎ استیعاب فی فضائل اصحاب ج ا صفحہ ۱۴۳ ۳؎ مدینۃ المعاجز صفحہ ۲۱۵

تجویز ہوا۔ مگر اس بچہ کی پیدائش پر کائنات میں چہل پہل ہے لیکن اس وقت نہیں آئیں۔ قدرت کے راز ہیں ہم کو چون و چرا کا حق کیا ہے۔ جبرئیل کو وحی ہوئی کہ ہزار قبیلہ فرشتوں کے ساتھ لے کر مبارک باد کا فرض ادا کرو۔ اور ہر قبیلہ ہزار ہزار فرشتوں پر مشتمل ہو۔ روحانیین کے لئے عالم بالا سے کرۂ ارض پر آنا ان کی ذاتی طاقت میں کچھ دشوار نہیں مگر خلاقِ عالم کی نگاہ مستقبل پر ہے اور فرشتہ خاص شان سے بھیجا جاتا ہے۔ چتکبرے گھوڑوں پر سوار، زین اور لجام سے سجے ہوئے وہ پیدا ہونے والے بچہ کی تہنیت کے ساتھ حکم خدا دیتے ہیں کہ میں نے حسینؑ نام رکھا اور تبریک خدا کی طرف سے بھی ہو مگر مبارک باد کے ساتھ پُرسہ بھی دینا۔ دوسری روایت میں ہے کہ تبریک کے ساتھ جبرئیل کے آنسو ٹپک پڑے۔ مرسل نے کہا تہنیت میں گریہ۔ عرض کیا آپ کی اُمت اس کو قتل کرے گی۔ پوچھا کون قتل کرے گا کہا بدترین اُمت۔ سیاق روایت بتاتا ہے کہ رسول باہر تھے معصومہؑ کے پاس پہونچے مبارک باد دی۔ اور خدا کا سلام پہونچایا اور تبریک کے ساتھ ان کے بھی آنسو رواں۔ فاطمہ زہرا نے عرض کیا آپ تہنیت بھی دیتے اور روتے بھی ہیں۔ فرمایا ہاں خدا اس مولود کے عوض تمہیں بہت بڑا اجر دے گا۔ سیدہ نے چیخ ماری اور غش کر گئیں لعیا نے بازو پکڑا اور جو دوسری عورتیں ساتھ تھیں جب افاقہ ہوا تو عرض کیا بابا میرے خنکئ چشم میوۂ دل فرزند کو کون قتل کرے گا فرمایا میری اُمت کا بدترین شخص۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل ٹھہرے رہے اور معصومہ نے عرض کیا۔ جبرئیل کو میری طرف سے سلام کہیئے! اور دریافت کیجئے کہ وہ کس جگہ قتل ہوگا۔ جواب ملا کہ ایک بستی کا نام کربلا ہے۔ وہاں حسین پکارے گا اور کوئی جواب نہ دے گا۔ مجلس کی پہل تو دریافت نہیں ہو سکتی کب سے بزم غم کی تشکیل ہوئی۔ مگر پیدائش کے بعد یہ پہلی مجلس تھی جس کے ذاکر جبرئیل اور سامع رسول مقام مجلس مسجد نبوی اور دوسری مجلس میں معصومہ علم کا زچہ خانہ مجلس کا مقام رسول ذاکر معصومہ اور حوریں سامعین ہیں۔ دو مجلسیں اٹھو

باہر اس لئے ہوئیں کہ مردوں اور خواتین کو عزاداری کا مشترک حکم ملا ہے۔
معالم زلفیٰ میں اس مقام پر ایک انوکھا بیان ہے بچہ کو جبرئیل وحی لے کر آئے آنحضرت نے گود میں لیا اور اپنا لعاب دہن منہ میں ڈالا اور کہا بچے! خدا تجھے مبارک کرے۔ اے زمین کربلا پر پڑے ہوئے (شہید) یہ کہتے ہوئے جبرئیل چہرہ دیکھ کر روئے اور نبی خدا بھی اور تمام فرشتوں نے بھی گریہ کیا اور جبرئیل نے کہا میرا سلام اپنی بیٹی فاطمہ کو پہنچائیں اور کہہ دیجئے کہ حسین نام رکھیں۔ خدائے بزرگ نے اس کا نام حسین رکھا ہے (ص ۳۰۵)۔

جبرئیل ایسا امانت دار فرشتہ بھی بغیر حکم ایزدی لب ہلا نہیں سکتا جو لعاب نبوی سے لطف اندوز ہو چکا اس پر بخشش الہٰی یعنے چہ راز قدرت ہے ہماری ناقص عقل علت دریافت کرنے سے قاصر اور مقام ادب ہے۔ جبرئیل کا گہوارہ جنبانی کرنا اور سیرین کی یاد شعر میں اپنی بھی حقیقت ہے اور واقعہ نگار منقبت کا وادی طے نہیں کر سکتا۔

اسماء و القاب

امام مظلوم کی سیرت پر گہری نگاہ تو وہی کر سکتا ہے جو معرفت کی منزل کو طے کر چکا ہو سرسری نظر میں بھی اسماء و القاب اُن حضرت کے بے شمار ہیں جن میں حسب ذیل نام ملاحظہ ہوں۔

امین اللہ۔ خیرۃ اللہ۔ حجۃ اللہ۔ باب اللہ۔ حبیب اللہ۔ صفی اللہ۔ ابن رسول اللہ۔ آل اللہ۔ سفیر اللہ۔ قتیل اللہ۔ ثار اللہ۔ داعی الی اللہ۔ الغریب۔ البر التقی۔ الرضی المرضی۔ الزکی۔ الہادی۔ المہدی۔ الراشد۔ القائم۔ المجاہد۔ الزاہد۔ الصدیق۔ الشہید۔ المجاہد۔ المبارک۔ الذبیح۔ الصابر۔ الطیب۔ المطہر۔ الطاہر۔ السید۔ العابد۔ المظلوم۔ المسموم۔ الصادق۔ الشافع۔ المخذول۔ باب الحطۃ۔ الوتر الموتور۔

قتیل العبرہ۔ سید الاسریٰ۔ اسیر الکربات۔ قتیل العبرات۔ سفینۃ النجات
باب الحکمہ۔ عمود الدین۔ ساہین الرحمان۔ شریک القرآن۔ حجۃ الخصام۔ سید
العطشان۔ سید اشباب اہل الجنۃ یہ نام تو وہ ہیں جو زیارتوں کے الفاظ میں
پائے جاتے ہیں۔ کتب سیرت میں رشید۔ ولی۔ سبط۔ سعید۔ خامس آل عبا۔
اور انجیل میں طابؑ اور توریت میں شبیرؑ ہے جو ہارونؑ وصی موسیٰؑ کے چھوٹے
بیٹے کا نام تھا۔ عربی میں اُس کا ترجمہ حسینؑ ہوا اور یہی دو نام عظیم شہرت کے
حامل ہیں۔ محمد رضا بن محمد مومن نے جنات الخلود میں تابع۔ دلیل۔ طور سینین
انوار الحقائق الیقین کا اضافہ کیا ہے اور ذبح عظیم اور نفس مطمئنہ دو قرآنی محاورہ ہیں۔
ابو عبد اللہ اور ابو علی اور ابو الائمہ اور ابو المساکین۔ سبط رسول۔ ابن البتول۔
ہر نام اور لقب و کنیت کے معانی بتانا۔ طول کلام کا باعث ہے جبسوں لقب
راہد مفاتیح طبع نجف اشرف کا نسخہ ہے۔ جس کے معنی ابحم الطالب اور مجمع البحرین
فریقین کے دو لغتوں میں نہیں نکلے ثار اللہ کا ترجمہ زاد المعاد مترجم میں ہے اے خون
طلب خدا اور وتر کی لفظ اس سے وابستہ اُس کے معنی ہیں وہ قتل کیا ہوا
جس کے خون کا انتقام نہیں ہوا۔ عرب میں کسی انفرادی جھگڑے میں قتل ہو جانے
والا یا میدان جنگ میں کشتہ شدہ کا اس کے ورثہ نے قاتل کو تہ تیغ کر کے
مار ڈالا تو یہ قربانی زیادہ ہمدردی کی مستحق نہیں رہتی اور جس خون کا
انتقام ہی نہ ہوا ہو وہ انتہائی ہمدردی اور ہمہ گیر توجہ کا مرکز ہوتی ہے اگر تم
کہو کہ مختار نے جو ظالم قتل کیے اور فوج کوفہ و شام کا ایک بھی باقی نہ رکھا وہ
انتقام نہ تھا تو جواب اُس کا یہ ہے کہ انتقام کا حق صرف قریبی ورثہ کو ہوتا ہے
مختار کی قیادت نہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے کی نہ حضرت زینبؑ داد
خواہ کی حیثیت میں شریک انتقام نہیں۔ مختار نے اپنے ایمانی فریضہ کو ادا
کیا اور ان حضرات کی خاموشی اور انتقام کو بعد پہ چھوڑنا انتہائی اعلیٰ سیاست
اور حقیقت تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد سے آج تک یزیدیت سے ہمدردی رکھنے والے

اور حسینیت کو دو شاہزادوں کی جنگ اور یزید کو خلیفہ رسول سمجھنے والے جو ہر صدی میں پیدا ہوتے رہے اور یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا لہٰذا انتقام آلِ رسول کی آخری فرد امام زمانؑ پر چھوڑنا صحیح تھا وہ صدرِ اول سے اپنے دور تک ہر منکر اور یزید کے تمام حامیوں سے انتقام لیں گے اور یہ مطلب خود عمل عاشور بالعیت و ثانیت و ثالعیت سے آشکار ہے جس نے بھی یزیدیت سے دلچسپی لی وہ بیزاری کا مستحق قرار پاچکا ہے۔ یہ سلسلہ طویل ہے لہٰذا ہم کو اور مستقبل کے آنے والے تمام نفوس کو امام مظلوم کی بلند و بالا سرکار میں یا ثار اللہ وابن ثارہ والوتر الموتور کہہ کر سلام کرنے کا حق ہے۔ اب رہا یہ امر کہ حسینؑ کے کیا معنے ہیں تو عربی میں نیک خوبصورت کو حسنؑ کہتے ہیں اور حسینؑ تصغیر ہے۔ احسن افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنے ہیں بہت زیادہ اچھا۔ کتاب التوحید میں اسماءِ حسنیٰ "خدا کے اچھے نام" انھیں معانی میں ہے۔ خدا کو مخلوق کی فروتنی پسند ہے اس لئے نبض شناس انسانیت حضرت رسول صلعم نے یہ سمجھتے ہوئے حسینؑ نام رکھا کہ اسلام عملی دستور زندگی کو کہتے ہیں۔ حسین نام کے لحاظ سے تصغیر ہی مگر کام اتنا بلند ہوگا کہ کوئی نبی اور مرسل موازنہ میں نواسہ کا ہمسر نہیں ہو سکتا اور شہادت عظمیٰ صرف اُن کی قربانی کہی جائے گی۔ دشمن پوچھے گا کہ عظمت کہاں سے آئی۔ کتاب خدا سے دندان شکن جواب ہوگا فدیناہ بذبح عظیم۔

بدخشی نے تین لقب کا اضافہ کیا ہے۔ التابع لمرضات اللہ۔ رضائے الٰہی کی پیروی کرنے والے الدلیل علی ذات اللہ۔ خدا کی ذات پر دلیل الشہید الاکبر سب سے بڑے شہید اور طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے سیف العرش دونوں بھائیوں کا نام ہے تو اب اسماء القاب اور کنیت اکسٹھ کی تعداد میں ہوئے اور یہی سنہ شہادت ہے۔

نامراد فرشتہ فطرس

ملکوتیت پر وارث آدم امام حسینؑ کا بچپن میں احسان

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں (غالب)

عنوانِ سخن وہ لفظیں ہیں جو بظاہر نظر میں شرمندۂ معنے نہیں۔ ناشادی و نامرادی کا تعلق اس دنیا کے باشندوں سے ہے جو مکروہات سے گھرے ہوئے مصائب و آلام کا مرکز دکھ اور درد کی بستی ہے۔ جہاں ہمالیہ سے بھی اونچے کوہ الم ہر قدم پر گرتے ہیں فلک کی چکی پیستی ہے اور سرمہ کر دے تو اچھا ہی ہے قصہ ختم ہو جائے وہ ذرا ذرا چھوڑ دیتی ہے تاکہ کل پھر کام جاری رہے۔ ملک اس بستی والا ہے جہاں دھوپ کی تیزی نہیں جاڑے کی ٹھنڈک نہیں۔ بجلی کی چمک بادل کی گرج سب افلاک کے نیچے رہنے والوں کے لئے ہے۔ سمٰوات میں ڈرونے منظر اور بلائیں کہاں۔ گویا آفات سفلیات میں اوپر جانے کا دم ہی نہیں۔ اس لشکر کو خانہ انوری کی تلاش رہتی ہے ایسا کیوں ہے۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خطا و نسیان کا سربراہ سرکشی اور طغیان کا محرک سجدہ آدم سے انکار کرنے پر اس کو پاک سرزمین سے نکال دیا گیا۔ جتنے انقلابات ہیں وہ اُس کی خفیہ ریشہ دوانی کے کرشمے ہیں بھائی کو بھائی قتل کر دیتا ہے اور شہادت ہابیل کے بعد سرکش انسان کو اسلوب قتل بتایا۔ برادران یوسف بھائی کو کنوئیں میں گرا کر حق اخوت ڈبو دیتے ہیں اور برادری قیامت تک کے لئے بدنام ہوتی ہے مظلوم حضرت زکریاؑ کے صالح فرزند جناب یحییٰؑ اپنا فتویٰ حکومت کے خلاف صادر کرنے کے جرم میں گردن زدنی کے مستحق قرار پاتے ہیں اور باطل کو خوشنودی میں پہلے نبی اہل معصوم سرکٹتا ہے۔ زن زانیہ کامیاب ہوئے اور نبی زادہ شہید ہوا۔ اس قسم کی بھیانک اس پیر فرتوت کی کرشمہ سازیاں ہیں جو حضرت آدم کی مخالفت میں کامیاب نہ ہوا! تو اولاد آدم سے انتقام لے کر دل کا بخار نکال رہا ہے مولوی روم کا شعر درحقیقت

اسی ظالم پر ٹھیک اُترتا ہے ؏ ہفت صد و ہفتاد قالب دیدہ ام - وہ کبھی فرعون کی صورت میں کبھی ابو جہل و ابو سفیان کے پیکر میں اور سنہ ۶۱ھ آنے پر عبداللہ ابن زیاد اور یزید و ابن سعد کی روح بن کر چاہتا تھا کہ اپنے اتحادِ ثلاثہ سے خلافتِ الٰہیہ کو ختم کر دے مگر فرزند بو تراب نے اپنے ۷۲ ساتھی لے کر اس منصوبہ کو قیامت تک کے لئے ختم کر دیا۔ قلم منزل سے دور ہو گیا اور بات کہاں سے کہاں پہنچی جب ملکوتِ سمٰوات میں داخلۂ شر نہ رہا تخریبی عنصر خارج ہوا تو دو ماہین کی آبادی معصومین کی جا و قیام فرشتوں کے صفوف میں گناہ کی بیماری پھیلنا تو ناممکنات سے ہے اور ناشادی و نامرادی نوعِ انسان سے متعلق ہے فرشتہ اس مرض سے مستثنیٰ ہے پھر فطرس کی سرگذشت کا کیا حل ہے۔ پیروانِ آئمہ اثنا عشری اسلامیان عصر میں وہ حق نواز صدق پرور مذہب ہے جس کے نظریوں میں تضاد نہیں یہ حدیث ہمارے یہاں کی نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ نے طمانچہ مارا[1] اور عزرائیل فرشتۂ موت کی آنکھ نکل آئی فرشتہ معصوم ہے ہر عیب سے پاک ہے اس میں جسمانی اور روحانی کوئی نقص اور بیماری نہیں فطرس کا واقعہ محتاجِ تاویل ہے اور اس مقالہ میں حسینیت کی اس اہم کڑی کو حقیقت کی روشنی میں طے کرتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

صورتِ حال

تفصیل اس حقیقت کی یہ ہے کہ ولادت فرزند زہراؑ روحی فداہ کے سلسلہ میں تین واقعے صحیح سیرت پر موجود ہیں اور حاصل کلام وہی مژدہ ایمان افروز ہے کہ حسینؑ بن علیؑ کے واسطہ سے فرشتہ کا گیا ہوا وقار واپس آیا کھوئی ہوئی عزت دوبارہ مل گئی یہ واقعات اس قدر بلند پایہ کتابوں میں ہیں کہ ان کو افسانہ کہنے کی جراءت نہیں ـــــ

(۱) دردائیل کی سرگذشت کو عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے اور

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ طبع نول کشور

روایت کا ماخذ اکمال الدین ہے جو بڑی ذمہ دار شخصیت کا شاہکار ہے۔ اس میں دردائیل کے تعارف اور سراپا میں اُس کے بازوؤں کی وسعت بیان کرکے جذبۂ کبر پیدا ہونا اور قدرت کی طرف سے اُس کی طاقت پرواز کو دو حصہ زیادہ کرکے حکم صعود اور پانچسو (۵۰۰) برس کی پرواز میں قائمہ عرش تک نہ پہونچنا ترک اولیٰ قرار دیا ہے اس لیے صفِ ملائکہ سے جدا کرکے پستی میں پہنچایا اور ولادت حسینؑ پر لاتعداد ملائکہ ہدیۂ تبریک میں جب سرکار دو عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جبرئیل اس سمت سے گذرے اور حقیقت حال بیان کی دردائیل نے اُن سے کہا۔ سرکار رسالت میں میرا سلام عرض کرو اور کہو کہ آپ کو اس مولود کے حق کی قسم خدا سے میری سفارش کریں۔ جبرئیل نے دردائیل کا معروضہ پیش کیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسولؐ نے حسینؑ کو نہالچہ پر لیٹے ہوئے ہاتھ پر بلند کیا اور کہا خدایا اس بچہ کا جو تجھ پر حق ہے بلکہ جو تیرا حق اس پر ہے اور اس کے جد ابراہیمؑ، اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ پر ہے دردائیل سے راضی اور خوش ہو جا۔ دعا قبول ہوئی اور بال و پر لگے۔ صفوف ملک کی طرف پرواز کی سپہر کاشانی نے اس کی سرگذشت لکھ کر تحریر کیا ہے۔ "در بہشت نامور شد کہ او غلام حسینؑ بن علی ست[1]" عالم بالا میں اس کی شہرت یوں ہوئی کہ حسینؑ کا غلام ہے۔

(۲) کتاب الغیبۃ کی حدیث مفضل سے جس کی سند امام جعفر صادقؑ تک پہنچتی ہے ظاہر ہوتا ہے[2] ایک فرشتہ تھا جس کو صلصائیل کہتے ہیں۔ خدا نے کسی بات کا حکم دیا اُس نے تعمیل نہ کی بال و پر ٹوٹ گئے اور کسی جزیرہ میں گرا۔ اور شب ولادت امام حسینؑ جب ملائکہ مقربین تہنیت میں نازل ہوئے اور اس غیر معمولی آمد و رفت کا سبب ولادت حسینؑ معلوم ہوئی تو صلصائیل نے ملائکہ کو حق حسینؑ کی قسم دی کہ مجھے ساتھ لے چلو وہ آیا اور حضرت سرور کائنات نے آغوش معصومہ سے بچہ کو لے کر رو بہ قبلہ ہوئے اور فرمایا بار الٰہا تجھے میرے فرزند حسینؑ کی قسم

ف۱ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۰ طبع بمبئی کاغذ خاکی

(۲) ناسخ التواریخ ص ۱۱

صلصائیل کی خطا کو عفو کر اور ٹوٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ دے اور اپنی جگہ پر فرشتوں میں پہنچا دے دعا قبول ہوئی اور وہ کھوئی ہوئی عزت پا گیا۔

(۳) عرب کا مقولہ ہے جو بات دو دفعہ ہوتی ہے وہ تیسری مرتبہ بھی ظہور میں آئے گی اذا تنی ثلث حضرت ادریسؑ و عیسیٰؑ کے فلک پر جانے کے بعد معراج محمدؐ یقینی اعجاز تھا اسی طرح امداد بھی شاہزادہ کی طرف سے پہنچی فطرس کی پر درد اور المناک حکایت کو مورخ مذکور نے سرائر ادریس اور مصباح طوسی اور امالی صدوق سے نقل کیا ہے۔ اور سند امام جعفر صادقؑ تک پہنچائی ہے۔ مجھے جن اخذ میں یہ اعجاز درج ہوتے نظر پڑا اُس کے حوالہ ختم سرگذشت پر آپ دیکھیں پھر کاشان کی تحریر کا حاصل یہ ہے فطرس نے کسی حکم ایزدی سے سرتابی کی خدا نے بال و پر توڑ کے عذاب دنیا و آخرت میں اختیار دیا فطرس نے عذاب دنیا پسند کیا اور خدائے قہار و جبار نے ایک جزیرہ میں پھینکا وہاں سات سو برس تک عبادت الٰہی کی تا آنکہ خبر ولادت امام حسینؑ سنی اور عالم بالا سے اُترتے ہوئے ملائکہ سے اُس نے بارگاہ نبوی میں لے چلنے کی خواہش کی جبرئیل لائے سرکار دو عالمؐ نے حکم دیا کہ بچہ کے جسم سے اپنا جسم مس کرے فطرس قریب گیا اور بدن مس کیا بحالت اصلی نمودار ہوئی عالم بالا کی طرف صعود کیا اور نانا کو نواسہ کی خبر شہادت دیتے ہوئے عرض کیا کہ اس کے بدلے میں حسینؑ کے زائروں کو میں قبر مبارک تک لاؤں گا اور اُن پر جو سلام کرے گا اُس سلام کو حسینؑ تک پہنچاؤں گا اور جو اُن پر درود بھیجے گا میں اُسے خدمت (مظلوم کربلا) میں پیش کروں گا وھو یقول من مثلی طلقا عتاقۃ الحسین بن علیؑ بن فاطمہؑ وجدہ احمد الحاشم پھر ملک یہ کہتا ہوا آسمان پر پہونچا کہ میرا نظیر کون ہے، میں آزاد کردہ حسینؑ فرزند علیؑ و فاطمہؑ ہوں جن کے احمد مرسل جدّ بزرگوار ہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب مازندرانی عربی۔

(۲) بحار الانوار مجلسی عربی جلد ۱۰۔

(۳) مدینۃ المعاجز سید ہاشم بحرانی عربی ص۵۷

(۴) ناسخ التواریخ جلد ششم فارسی
(۵) روضۃ الشہداء کاشفی بیہقی سبزواری فارسی ص۱۲۲ نول کشور۔
(۶) ارشاد النعیم ص۳۵

تینوں فرشتوں کے حالات میں اگرچہ تھوڑا تغیر موجود ہے مگر راویوں کی جلالت قدر اور مصادر کے اعتبار میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعہ ایک تھا۔ راویوں نے نام تبدیل کر دیے۔ عبداللہ بن عباس کی شخصیت امام جعفر صادق علیہ السلام کا درجہ اہل بیت پر فائز ہونا کہنا پڑتا ہے کہ دردائیل صرصائیل فطرس تین حاجتمند ہیں سرکار حسینی کے جن کو اب نامراد فرشتہ کہنا صحیح نہیں رہا وہ اپنی مراد پا گئے۔ ہمارے شعراء میں میر وحید مرحوم خاندانی شاعر اور وزیر حسین جج رائے بریلی نے تو اپنے اشعار میں وہی کہا ہے جو متن حدیث ہے ؎

لپٹا گل ریاض پیمبر سے باادب
اللہ رے فیض ہمت نظر کی بدلنے یہ جب
ظاہر نشان قدرت پروردگار تھے
اوّل سے بھی سوا پر و بال آشکار تھے

جج صاحب کا تاثر یہ ہے ؎

کس کو رتبہ یہ دیا مالک تقدیر نے ہے
مجھ کو آزاد کیا حضرت شبیر نے ہے

عزیزی فضل سلمہٗ از لکھنؤ ؎

حر کی قسمت اور فطرس کا مقدر ہے گواہ
اس کو ایماں مل گیا جس کو ملے پائے حسینؑ

شمس العلماء مولانا سبط حسن ؎

نازش فطرس ہمیں گردوں پروبالم شکست
پیش ازیں بوہ است تا خاک درت پرواز من
ولہ انچہ بازمن گرفت از قدرت حق بازدہ
ہچو فطرس بندہ امت را ہم بر پروازدہ

مفہوم شعری بالکل مطابق واقعہ ہے لیکن نظر تحقیق کو اگر اور بلند کیا جاتا ہے تو روز ولادت امام حسینؑ سوئم شعبان کے اعمال میں جو دعا قاسم بن علا ہمدانی وکیل امام حسن عسکری علیہ السلام نے روایت کی ہے وہ نسبتاً تازہ بیان ہے اور امام یازدہم کے تعلیمات سے ماخوذ ہے اس میں یہ فقرات موضوع کی روح رواں اور

حرف آخر ہیں۔ بار الٰہا ہمیں آج وہ بہترین اچھائی عطا فرما جیسا کہ تو نے محمدؐ کو حسینؑ سا بہتر فرزند عطا کیا۔ کما وھبت الحسینؑ لمحمدؐ جدہ وعاذ فطرس بمھدہ فنحن عائذون بقبرہ من بعدہ (زاد المعاد مفاتیح الجنان)

فطرس نے پناہ طلب کی تھی گہوارہ سے اور ہم ضریح مبارک سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ اس بیان میں عظمت حسینؑ بڑھتی ہے خطا کار کا جسم حسینؑ ایسے پیکر طہارت سے مس ہونا اس سے بہتر یہ تھا کہ گہوارہ سے مس ہو اور منسوبات حسینیہ کا بھی تعارف ہو۔ اس اعجاز اور مسیحائی کے بعد حسینؑ کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے انبیاء و مرسلین کے پاس فرشتہ احکام الٰہی لے کر آئے جو پیغمبروں کے لئے نئی بات نہ تھی حضرت آدمؑ سے مرتبہ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے اُن کی خلافت میں فرشتوں نے زمین پر خونریزی کا عذر کیا تھا آج طبقہ ملائکہ کو معلوم ہوا کہ اولاد آدم میں وہ فرد بھی ہیں جن کا جسم حیات بخش ہے۔ فرشتہ حضرت ابراہیمؑ کے سامنے مہمان کی صورت میں گئے۔ خلیل اللہ پر فرائض میزبانی تھے اور یہاں منظر آمد ملائکہ بشارت فرزند تھی جس سے اُن کا گھرانا علم تھا۔ یہاں نزول ملک میں اُن کا ذاتی فائدہ نہ تھا۔ ملک کی بہبودی تھی۔ امام حسینؑ اس محل پر داؤد سے بہتر ٹھہرتے ہیں۔ اُن کے پاس ملک مدعی اور مدعیٰ علیہ کی شکل میں آیا اور قدرت کو در پردہ انتباہ مقصود تھا۔ یہاں عظمت تمام واضح ہوئی حضرت عیسیٰؑ سے موازنہ یوں ہوتا ہے کہ وہ مریض پر دستِ شفا پھیرنے پر مُصر تھے اور ان کا گہوارہ چھونے پر صحت اور خاک مزار شفا۔

جس طرح جو شخص کسی بے جرم کو مار ڈالے تو اُس نے گویا تمام آدمیوں کو قتل کر دیا ہے ۹۶ یہی حال ایک نفس کے زندہ کرنے کا ہے اور اس ذیل میں حدیث ہے جو کسی ڈوبتے ہوئے کو عالم آب سے نکال لے یا آتش زدگی سے بچائے یا مکانلہ گرنے میں دب جانے سے محفوظ رکھے یا کسی کو گمراہی سے نکال کر شاہراہ ہدایت تک لائے اُس نے گویا تمام مردم کو زندہ کر دیا۔ فطرس کی کامیابی نوع ملک پر احسان ہے جس سے زیادہ

لہ مجمع البحرین تحت حدیث لفظ نفس ۱۲۔

اس موضوع پر نہیں کہہ سکتا۔ اب رہا یہ امر کہ ملائکہ معصوم ہیں۔ دردائیل ہو یا صرصائیل یا فطرس۔ نصوص قرآن گواہ ہیں کہ فرشتہ عاصی نہیں ہے۔ چنانچہ ناقلین کا یہ ایراد کہ فطرس پلکوں۔ کہ بعض نکلا ہوا تھا یہ شان عصمت کے خلاف ہے۔ تو کیا احادیث خلاف قرآن اور قابل رد ہیں کیا بحث عصمت ان اکابر کے سامنے نہ تھی یا وہ فرشتوں میں عصمت کے نہیں قائل۔ بحث عصمت اپنے مقام پر اجماعی اور واقعات بالا قابل تاویل ہیں اور شبہ قدح عصمت کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔

(۱) خصال ابن بابویہ میں حدیث امام جعفر صادقؑ ہے "قال الجن علیٰ ثلثة اجزاء فجزء مع الملائکة وجزء یطیرون فی الھواء وجزء کلاب وحیات۔ جنوں کی ۳ قسمیں ہیں۔ ایک طبقہ فرشتوں کے ساتھ ہے اور ایک فضا میں اڑتا پھرتا اور ایک سانپ اور کتے کی صورت میں زمین پر ہے۔ فطرس جن ہو تو کیا تعجب ہے اور جن کا معصوم ہونا ضروری نہیں تو اب جس طرح سجدہ آدم کے وقت حکم ایزدی ملائکہ میں ہونے سے شیطان کو تھا اور ابلیس بھی جس کے جن ہونے کی قرآنی شہادت موجود ہے لپیٹ میں آ گیا اسی طرح فطرس وغیرہ کو گروہ ملائکہ میں ہونے سے فرشتہ کہا گیا حقیقتاً وہ فرشتہ نہیں ہیں اور دردائیل اور صرصائیل میں نام کا آخری جز یعنے آخر کے تین حروف ء۔ ی۔ ل فرشتہ ہونے کی دلیل قرار نہ پائیں گے۔ شیاطین کے نام بھی ایسے ہیں ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

مثال موجود ہے۔

(۲) ہر توجیہ بالا نظریہ کی تائید اس دوسرے احتمال سے ہوتی ہے صحیفہ کاملہ کی دعائے روز جمعہ ہے اَشْهِدُ جمیع ملائکتک وسکان سمٰوٰتک۔ بار الٰہا تیرے سب فرشتے اور آسمانوں کے تمام رہنے والے گواہ ہیں باشندگان فلک فرشتوں کے علاوہ گروہ ہے سکان سماوی کی عصمت ضروری نہیں فطرس اس گروہ سے ہوگا۔ عصمت ملائکہ باقی رہتی ہے۔ اس مقام کے ماسوا دوسری دعاؤں[۱] میں بھی یہ مطلب آیا ہے اور اس کے بعد کوئی

---

[۱] رسالہ رحمت مجلسیؒ دعائے امام حسینؑ کے ساتھ محشور ہونے کی دعا، دعائے عشرۂ اعمال روز جمعہ مندرجہ مفاتیح الجنان طبع نجف اشرف صفحہ [illegible] و دعائے افتتاح ہر شب ماہ صیام صفحہ [illegible] زاد المعاد طبع سلطانی لکھنؤ

شبہ باقی نہیں رہتا۔ پنجاب کے مجتہد مولوی شیخ محمد حسین خطرس کے واقعہ کو حیرت سے دیکھتے ہیں اور اُن کو عذر ہے صحت میں جواباً مرحوم ہمعصر موذب لکھنوی کی رباعی پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں ؎

بندہ نہیں کچھ خوفِ خدا کرتے ہیں
شہ پر بھی مردن کبھی جفا کرتے ہیں
کس درجہ حسینؑ ابن علیؑ ہیں مظلوم
اب تک ستمِ جور ہوا کرتے ہیں

خلعتِ عید اور سُرخ رنگ کا راز

شاہِ گلگوں قبا کے سرخ رنگ تجویز کرنے کا راز تاریخ اور جغرافیہ کی روشنی میں بتانا بھی ہمارا فرض ہے دنیا میں رنگ کا وجود سورج کی کرنوں سے وابستہ ہے اور کلام پاک جو خدا کی آخری کتاب ہے اُس میں سب کچھ ہے رنگ کی بحث بھی ہونا چاہیئے۔ سرسری نظر میں تلاوت قرآن سے واضح ہوتا ہے کہ زرد اور سبز اور سیاہ رنگ پر آیتیں موجود ہیں اور استعمال لفظ سے رنج و غم یا فرح و سرور پر اشارہ ہوتا ہے جو دانشوروں کے لئے کافی ہے۔ خصوصاً مسلمان تو اس سے انکار نہیں کر سکتے حدیث شریف موجود ہے کنایہ کھلی ہوئی لفظوں میں کسی بات کے کہنے سے زیادہ بہتر ہوا کرتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اختلاف حیثیت و مواقع سے جو قبیح تھا وہ کبھی جمیل ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے زرد رنگ کو خوشی کا بہتا دکھا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کی یہ خاص تعلیم ہے کہ بنی اسرائیل میں جو قتل ہوا اور قاتل کی تلاش ارتکاب جرم پر علم حاصل کرنے میں خدا سے رجوع پر گائے ذبح کرنے کی فرمائش ہوئی۔ اور قوم موسیٰ نے جب گائے کا رنگ پوچھا تو جواب ملا کہ وہ زرد اور رنگ گہرا ہو جو نظر افروز دیکھنے والوں کو مسرت بخش ہو امام حسینؑ کی پیدائش پر بچہ کو جب زرد کپڑے میں نہلا کر رکھ کر نانا کی گود میں دیا جانے لگا تو جبین نبوت پر شکن اور زچہ خانہ کی عورت سے کہا میں نے تم کو روکا نہیں تھا کہ زرد کپڑے میں بچہ نہ آئے یہ کہہ کر زرد کپڑے کو پھینک دیا اور سفید پارچہ میں شاہزادہ نانا کے روبرو دیا گیا۔ سرکار دو عالم نے

لہ سعادت الدارین صفحہ ۴

لہ سنن داؤد ص ۱۲۹

کیوں منع کیا ممکن ہے کہ سامری کے وقت سے گائے کی پرستش شروع ہو گئی تھی جو آج تک جاری ہے اس لئے معبود باطل کا رنگ اللہ کے خاص بندوں کے لباس میں ہونا اچھا نہ تھا اور کچھ تعجب نہیں بھارت کے لاتعداد ہندو اپنے پرچم کا رنگ زرد (پیلا) اسی لئے قرار دیتے ہوں وہ ان کی گئو ماتا کی یادگار ہو۔ اسلام کی علم نوازی اور حقیقت شناسی دیکھو۔ ادھر تو بچہ کے لئے زرد لباس قابل نفرت قرار دیا اور دوسری حدیث میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ زرد رنگ کا جوتہ پہنو یہ رنگ آنکھوں میں بصارت کی قوت بڑھاتا ہے اور طاقت مردمی بھی اس سے بڑھتی ہے غم (صدمہ) کم ہوگا جس رنگ کی پوجا کروڑوں ہندو کر رہے ہیں وہ نعلین پا میں اچھا ہے یہ تحقیر کی منزل ہے اور پیروں پہناوا زیر قدم رہتا ہے۔ سبز لباس کا اہل بہشت کے تذکرہ میں خصوصی ذکر ہے ان کے جسموں میں سبز ریشم اور اطلس کی پوشاک ہوگی۔[1]

اردو ادب میں یہ طے ہوا ہے کہ اشعار سے قوم کی تاریخ بنتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب ہجرت بستر رسول پر علیؑ کو سبز چادر رسول کی اوڑھے دیکھ کر قدرت کو یہ رنگ پسند آیا قدماء عرب اس رنگ کو اچھا سمجھتے ہیں موسم بہار کہتے تھے متنبی کا شعر ہے

اذا الحمائل مایخدن بنفنف ۔۔۔ الا شققن علیہ ثوبا اخضرا[2]

مجھ سے میرے پیارے کی موسم بہار میں جدائی ہوئی جبکہ زمین سبز تھی تو ہرے کپڑوں کا چلن نہ رہا۔

شاہ علی حیدر قلندر[3] نے سبز کپڑوں کو رنگ سادات قرار دیا ہے اس کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ لال کپڑوں کا ابھی تک ذکر نہ تھا کہ روز عید حسینؑ نے اپنے لئے سرخ لباس تجویز کیا یہ رنگ ان کی فرمائش سے قدرت نے قرار دیا معصوم کا فعل اور عمل بھی مصلحت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے سرخ رنگ کی امام حسینؑ سے

---

[1] سورۂ دہر صفحہ ۲۹۵ [2] الحمائل جمع حمول ہی الابل التی یحمل علیہا والنفنف الارض المستویۃ بین الجبلین او الارض الواسعۃ [3] احسن الانتخاب صفحہ ۱۶۵ سوانح ابوتراب۔

خصوصیت چار طاقتیں پشت و پناہ ہیں تجویز امام تائید رسولؐ خوشنودی خدا تعاون جبرئیلؑ ایسا نہیں کہ پیغمبر نے حسینؑ کی تجویز سے اختلاف کیا ہو مرسل نے ارادہ کو نواسہ کے عملی جامہ پہنایا۔ قدرت نے پانی کا رنگ بدلا۔ جبرئیلؑ نے خدمت کی تو معلوم ہوا کہ اہلبیت رسول کی مشیئت اور مشیت الٰہی یکساں ہوتی ہے۔

بچپن کی یہ ضد طفلانہ نہ تھی۔ اس کا راز جب سمجھ میں آیا جب جغرافیائی معلومات میں دنیا کا نقشہ دیکھتے ہیں۔ اٹلس میں سب سلطنتیں ایک رنگ کی نقشہ میں ہوں گی۔ رنگ سے پہچان ہوتی ہے حکومت کی ورنہ طالب علم یاد نہ رکھ سکیں ممالک کے پرچموں پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو وہ بھی ایک رنگ کا نہیں۔ کوئی زرد کوئی سرخ۔ ایسا معلوم ہوا کہ امام حسنؑ کی حکومت پُرامن اور صبر و شکیب سے معمور تھی اس لئے مدافعت اور انتقام کا کوئی محل نہ تھا۔ باغ اسلام میں سرسبزی باقی تھی اور حسینی دور میں ظلم و استبداد ایمان لانے والوں کی خوں ریزی تہذیب اسلام کا ہر طرف خوں بہایا جا رہا تھا اس تصور میں حسینؑ نے لال کپڑے کی تجویز کی اور آن کے سوگ واران کو گلگوں قبا کہتے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ کسی زمانہ میں مملکتِ چین کے فرماں روا پر کسی بیماری سے سامعہ میں فرق پیدا ہوا اور کان جواب دے گئے گراں گوش ہونے پر عادل گستر سلطان نے رونا شروع کیا اس کی آہ و زاری سے رعیت بے چین اور کچھ اس گریہ کو بزدلی بھی سمجھتے ہوں تو تعجب نہیں تمام رعایا عوام و خواص میں بے چینی ہے حتیٰ کہ بادشاہ کو خیال پیدا ہوا لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں بہرا ہو جانے پر روتا ہوں میری گریہ کا سبب یہ ہے کہ مظلوم کی ۔ خواہی اور بیکسیوں کی فریاد نہ سن سکوں گا وہ محروم پھر جائیں گے اور خدا مجھ سے سوال کرے گا۔ اس پر تاریخ کی اصل لفظ ملاحظہ ہو۔

اما دشمن بن اب فکرے کردہ ام بفرمائید تا دریں دیار ندا کنند کسے عزیز داد۔ خواہ جامہ سرخ نپوشد تا بدان علامت بر حال مظلومان اطلاع یابیم وبداد ایشاں برسم۔[1]

[1] اخلاق محسنی باب ہے جلد صفحہ ۲۵ طبع مصطفائی ۱۲۶۳ھ

میں سوچ سمجھ کر اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ ملک میں عام اطلاع کر دو کہ سرخ کپڑے صرف وہ لوگ پہن کر سامنے آئیں جو انصاف چاہتے ہوں ان کے سوا کوئی لال لباس نہ پہنے۔

اب پتہ چلا کہ داد خواہی میں سرخ رنگ کا صدیوں سے دخل ہے سیہون شریف سندھ میں جن محترم سید کا مزار ہے اُن کو لال شہباز قلندر اسی وجہ سے کہتے اور شاہ جلال الدین بخاری اوچ شریف میں لال کپڑوں میں ملبوس اسی وجہ سے تھے کہ خون حسین کا انتقام نہیں ہوا۔ اُن کے کچھ دوست دار داد خواہ ہیں امام مظلوم کے کوائف جب ہم سنتے ہیں تو خود سرکار دو عالم کا ارشاد ہے کہ میں نے بہشت میں دو اونچے مکان دیکھے جو ایک دوسرے کے پڑوس میں تھے (مگر رنگ عمارتوں کے جدا گانہ تھے) ایک زبرجد سبز کا اور دوسرا یاقوت سرخ کا جبریل سے پوچھا یہ کس کے قصر ہیں۔ عرض کیا حسنؑ و حسینؑ کے۔ فرمایا ایک طرح کے کیوں نہیں فرشتہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا حضرت کا ارشاد ہے کہ میں نے کہا بات کیوں نہیں بتاتے عرض کیا شرم آتی ہے فرمایا تم کو قسم دیتا ہوں خدا کی مجھے خبر دو عرض کیا حسنؑ کے قصر کی سبزی اس لئے ہے کہ وہ زہر کھلا کر شہید کئے جائیں گے۔ اُن کا رنگ وقت آخر سبز ہو گا۔ اور قصر حسین کی سُرخی اس وجہ سے ہے کہ وہ قتل ہوں گے اور جسم خون سے اُن کا رنگین ہو گا۔[1] مرزا دبیر مرحوم میر ضمیر مرحوم اپنے مقبول منظومہ میں ۵ ۳ شعر اس مقام پر نذر قرطاس کر گئے ہیں جو ایک ادبی ذخیرہ ہے گیارہ شعر ملاحظہ ہوں۔

ہنگام سیر جناں
نبی کو نظر آ گئے دو مکاں

زمرد کا اک سبز عالی مقام
مکاں دوسرا سرخ یاقوت فام

لگے کہنے جبریل سے یہ کلام
یہ کیا خوب ہیں قصر عالی مقام

وہ بولے مکاں حق نے بخشے جنہیں
یہ دو گھر تمہارے نواسوں کے ہیں

---

[1] تاریخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۲۲ طبع بمبئی بھارت و ذکر الشہادتین فاضل صوفی صفحہ ۹۰ طبع رزاقی پریس کانپور ۱۹۲۷ عیسوی۔

نبی نے کہا یہ بتاؤ تو صاف ہو ایک دیگر رنگ کا کیوں خلاف

ستارہ ہیں وہ ایک ہی برج کے وہ موتی ہیں دو ایک ہی درج کے

اُٹھی اِس سے جبریل کے اک آہ کہا کیا کہوں اے رسالت پناہ

حسینؑ و حسنؑ اے مرے مقتدا یہ دو ہیں شہیدانِ راہِ خدا

بڑے کو پلادیں گے زہرِ دغا تو چھوٹے کی خاطر ہے تیغِ جفا

وہ سم جو کریگا سرایت تمام تو ہوگا حسن کا بدن سبز فام

کریگا جو خوں اُس کے زخموں سے جوش تو شبیر ہو وے گا صاحب سُرخ پوش [١]

یادداشت معراج مکہ میں حضرت کی بہن چچازاد محترمہ اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے ہوئی جب کہ حضرت بیدار اور جسمانی سفر چشم زدن کا کرکے واپس ہوئے۔ حسینؑ کی ولادت مدینہ پہنچ کر ہوئی ہے۔ نواسوں کی یہ خبر شہادت پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے اور جبریلؑ کی گریہ عظیم دلیل ہے اشک باری پر۔ بہادر اور جوان پہلوانوں کو روتے کم دیکھا ہوگا۔ گریہ کمزور ضعیف دل کرتے ہیں۔ جبریلؑ کی طاقت پر قوم لوط کے سات شہر رات بھر بازو پر لینے کی سرگذشت تاریخی واقعہ اور قرآن نے ذی قوت اُن کو کہا وہ یہ خبر دیتے ہوتے اور معراج کی فرحت میں آنسوؤں نے رونق بخشی۔

امام حسینؑ کی نشو و نما رحمۃ للعالمین کے لعاب دہن سے ہے اور اُن کا چشمۂ فیض جن و بشر فرشتوں تک پہنچتا ہے عظمت ذاتی کا اظہار و اعجاز بر محل ہے ہمارے علماء اگر واقعہ فطرس ضبط تحریر میں لاتے تو حسنیت کا گمان نعارف نہ تھا وہ امام الجن والانس کے فرزند اور خود جن و بشر پر امام ہیں لہٰذا رعیت کی فریادرسی اُن کے فرائض میں اور امامت کا اعجاز ان کے گرد ہجوم خلائق دیکھ کر اُن کو کعبۂ ایمان ثابت کرتا ہے یاتین من کل فج عمیق کا منظر اُن کی ذات طفولیت میں تھی اور آج روضہ بھی تصویر کعبہ ہے۔

[١] ریحان معراج ص ۲۹ طبع اثنا عشری پریس لکھنؤ ۱۳۳۰ھ [٢] تفسیر طبری ج ۱۵ عربی طبع مصر ص ۱۴ ویوسف زلیخائے جامی منظوم [٣] ناسخ التواریخ ص ۱۲۱

وہ طبقہ جو محمد عربیؐ کو بشر کہہ کر وقار نبوت گھٹاتا ہے غور کرے ایسا چھوٹا بچہ جو نومولود ہے اگر اس پر جن کا سایہ پڑ جائے تو وہ خود ایسا بیمار ہوگا کہ حکیم طبیب تاحیات اچھا نہیں کر سکتے اور وہ نیم پاگل معلوم ہوتا ہے۔ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نانا اور نواسہ فخر بشر اور بہترین خلق ہیں جن کو جنات نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وہ خود مددگار جن ہیں اور جنوں پر بھی اُن کی مودت واجب ہے۔

پیغمبر خدا کی الفاظ کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی حدیثیں

صرف چاہت اور لاڈ اور پیار نہیں بلکہ قیام امن کا ٹھوس انتظام ہے

نفاق کا پردہ چاک کرنیوالے کلمات

عالم ایجاد کارخانہ قدرت کی ایک وسیع صنعت گاہ ہے جس میں ہر وقت صورتیں بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ خدا جو بنتے خلعت زیب جسم کر کے اپنے صناع کے اعلیٰ ترین کارگذاری کی داد لیتے ہیں ان صورتوں میں وہ پیکر عزت بھی ہے جو عصمت ساز کارخانہ میں پرورش پا کر اپنی فنا کو بقا کے مماثل بنا گئے۔

محمدؐ و آل محمدؐ خدا کے وہ مخصوص بندہ ہیں جن کو فخر کائنات اور باعث موجودات کہنا حرف بحرف صحیح ہے۔ جب ہم اُن بلا تعداد ہستیوں کے ذاتی کمالات کا جائزہ لیتے ہیں تو اُن کی ہر فرد لامتناہی اوصاف کی حامل نظر آتی ہے شہر علم کی آب و ہوا میں نہ جانے کون سا اعجاز آفریں اثر تھا کہ جو بچہ پرورش پا کر بڑا ہوا اُس کے آب و گل میں علم و عمل کے جوہر نشوونما دینے لگے۔ حسنؑ و حسینؑ پیغمبر اسلام کے دو نواسہ ہیں جن میں ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے طائر فکر مطلق پرواز کی طاقت نہیں رکھتا پیغمبر خدا نے نواسوں کے فضل و شرف بیان کرنے میں اپنے ہر قول میں تقریباً مساوات کا لحاظ رکھا دونوں سردار جوانان بہشت دونوں پروردۂ آغوش رحمت دونوں سوار دوش رسول دونوں فرزند بتول محبت آمیز الفاظ میں آپ نے دونوں بیٹوں کو مشترک شرف دیا۔ وہ ملفوظ جو ایک نانا کو نواسے

ہونا چاہئے۔ پیغمبر اسلام کے قول و فعل سے ظاہر ہو رہی تھی اور آپ کا مقصد اولین یہ تھا کہ امت بھی میری ہمنوا ہو جب تو فرمایا۔ من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی (سنن ابن ماجہ جلد اول صد ۳۳ چاپ مصر ۱۳۱۳ھ) جو حسنینؑ کو دوست رکھتا ہے اُس نے مجھ سے محبت کی اور جو ان دونوں کو دشمن رکھے اُس نے مجھے اپنا دشمن بنا لیا۔

دوسرے محل پر اہل بیت سے تخاطب فرما کر اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا۔ انا سلم لمن سالمتم وحرب لمن حاربتم (سنن ابن ماجہ ۱۳۲) میں اُس شخص سے صلح کرتا ہوں جس سے تم نے صلح کی اور اُس شخص سے جنگ پر تیار ہوں (مسند احمد بن حنبل ج ۲ صد ۴۴۲) جو تم سے لڑنے پر کمربستہ ہے سرور کائنات کا یہ لب ولہجہ آئندہ پیش آنے والے اندوہناک اختلافات میں حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے تھا تاکہ مستقبل میں مسلمانوں کو شاہ راہِ ہدایت کے ڈھونڈھنے میں دشواری نہ ہو۔ ان میں ایک دشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر صلح کرلے اور دوسرا وقت آنے پر اپنے دشمن کو کچل دے تو صلح و جنگ پر نکتہ چینی نہ ہو یہ فیصلہ ہو گیا کہ بغض اہل بیت نبی سے کینہ ہے اور نبوت سے دشمنی اسلام سے خارج کرتی ہے۔

بچہ طفولیت میں زینتِ آغوشِ پدر رہے اور جب گھٹنیوں چلنے لگے تو کاندھے پر جگہ پائی اور لاڈلا فرزند شتری سواری کی طرف رُخ نہ کرتا تھا وہ پیغمبر جو اخلاق کا مجسمہ تھا جس کی پاکیزہ سیرت اور سبق آموز عمل الٰہی تعلیمات کے اثر تھے جس نے ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی جس کی حرکت و سکون ہمہ تن وعظ و نصیحت تھا وہ حسینؑ کے بہلانے میں طفلانہ نہیں بلکہ انتہائی ہدایت آمیز روش اختیار فرماتے ہیں اور دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر کا سینہ محبت آمیز دلی مسرت سے لبریز ہے علامہ محمد بن یزید ابی عبداللہ ابن ماجہ قزوینی آں حضرت کے حسنِ تربیت کی تصویر کشی حسب ذیل انداز سے کرتے ہیں۔

(ترجمہ بحذف اسناد) پیغمبر خدا اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ کسی ضیافت میں

تشریف لے چلے حسینؑ کھیلتے (بچوں) میں نظر آئے۔ رسول دیکھتے ہی آگے بڑھے اور ہاتھ پھیلا دیے چاہا کہ گود میں لے لیں) شاہزادہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگا اور آنحضرت ہنستے رہے۔ یہاں تک کہ نواسہ کو پکڑ لیا اور ایک ہاتھ ٹھڈی (ذقن) کے نیچے اور دوسرا ہاتھ سر پر رکھ کے منہ چوما اور کہا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خدا دوست رکھتا ہے اُس شخص کو جو حسینؑ کو دوست رکھے حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۱)

یہ حدیث حسین منی و انا من الحسین صحیح بخاری میں تو جگہ پانے کی توقع نہ تھی۔ مگر حضرت اسمٰعیل بخاری نے اپنی دوسری کتاب ادب المفرد ۱؎ طبع قاہرہ ۱۳۷۵ھ میں جگہ دی یہ وہ ہیں کہ جن کے بعد مزید حوالوں کی ضرورت نہیں۔ قول ابراہیمؑ بتوں نے اکثریت کو گمراہ کیا اس عالم میں جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے۔ انھیں معانی میں ثابت ہوتا ہے کہ حسینؑ سب سے زیادہ نانا کے پیرو ہیں۔ یہ حدیث شریف بار بار کا ارشاد نبوی ہے۔ اس آغاز کا انجام یہی ہو سکتا ہے کہ جوانانِ بہشت کی سرداری عطا ہوئی جو بہ فیض کا یہ کرم ہے کہ رسول عربیؐ نے بقول علامہ عبدالبر بہت سے دنیوں کے روبرو فرمایا حسنؑ و حسینؑ دو سردار ہیں جوانان بہشت کے (استیعاب فی فضائل الاصحاب حصہ دوم طبع دکن) آٹھ حوالوں سے یہ حدیث الحسنؑ میں درج ہو چکی ہے یہ وہ سرداری ہے جو کسی کے چھین لینے سے برطرف نہیں ہوتی اور عہدہ اس قدر وسیع ہے کہ انبیاء و مرسلین بھی دائرہ کے باہر نہیں رہ سکتے جو جنتی ہونے کا مدعی ہو وہ ان کے ماتحت ہے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ وہاں بوڑھوں کا گذر نہیں جوانی شرط داخلہ ہے۔ پیری عیب ہے جس کو دور کر کے مومن کے شباب واپس لانے کی نجات دہ سردار ہے۔ یہ دونوں نہ کسی کی بیعت کر سکتے اور نہ ان سے کسی جابر حکومت کا مسلمان ہوتے ہوئے مطالبۂ بیعت صحیح ہے وہ دنیا میں بھی سردار اور آخرت میں بھی سردار۔

۱؎ موزع البحرین حصہ مولوی عبدالرب ص ۲۴۰

رسول عربی نے محبت کے سلسلہ میں اپنی عملی زندگی کی وہ مثالیں چھوڑی ہیں جن میں ہر کردار برتری کا دستاویز ہے۔ سینہ پہ بٹھایا اسی طرح گود میں لیا کہ صدر مبارک پر بچوں کے پاؤں اور قلب منزل قرآن ہے۔ (ادب المفرد بخاری ص۱۶۴ طبع قاہرہ) شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب مدح مولا میں کہتے ہیں

دست چوں بر دوش پیغمبر خالق یکتا نہد — کیست کو اندر جہاں بر صدر احمد پا نہد

سب سے بلند فضیلت یہ ہے کہ رسول کی نماز اور اس کا سجدہ۔ حسینؑ جب پشت رسولؐ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ رحل پہ قرآن انگشتری پر در نجف نور علیٰ نور کا منظر بغیر مشیت الٰہی ناممکن ہے کہ ایسا ہو۔ واقعہ نگار بہ فخر کہتے ہیں (کشف الغمہ ص۹ و مرج البحرین ص۲۶۳ مولوی عبدالرب۔ ارجح المطالب ص...) اور فیروز آبادی نے اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا ہے کہ پشت پر سے اترنے میں دیر کی اور آقائے کونین نے سجدہ میں طول دیا۔ (سفر السعادۃ ص۱۶ برحاشیہ کشف الغمہ)

مصطفےٰ در سجدہ سر می داشت با عجز و نیاز — از خطور غیر حق پرداخت دل را بزم راز
با خضوع و عشق نازہا می کرد ارکان نماز — تا بہ پشتش بانماند آن تاجدار سرفراز
در دل خود جو رضائے خالق اکبر داشت — طول داد اندر سجود و از خطر سر بر نداشت

(سیپارہ دل ص... طبع نور المطابع لکھنؤ)

کسی نمازی کی مجال نہ تھی کہ وہ سجدہ سے سر اٹھا کر منفرد ہو جاتا اور اپنی نماز جماعت سے باہر ہو کے انفرادی نماز ادا کرتا۔ سب سجدہ میں رہے اور مسلمانوں کو یہ بھی احساس ہے کہ نواسہ نانا کی پشت پر ہے اور تمام اہل مسجد یقین رکھتے ہیں کہ یہ طفلانہ حرکات ہوتی تو پیغمبر جھڑک دیتے۔ یہ رازِ الٰہی ہے اور سجدہ میں طول دے کر جماعت کا ثواب بڑھایا جا رہا ہے۔ ختم نماز کے بعد کوئی ایک بھی نماز گزار نہیں پوچھتا کہ آج کا رویہ کیوں اور کس لئے۔ حاضرین فہمیدہ اور باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ امامت اصول دین میں ہے رسول پہلے ہی فرما چکے ہیں: دونوں بچے اپنے وقت کے دو امام ہیں گوشہ نشین ہوں یا برسر اقتدار۔

"فاما ادفعنا" کا ترجمہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے اور نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ کا شمار فروع میں ہے۔ جو آن کے تعلیم دینے کے بعد سمجھ میں آتی ہے اس لئے رسول کے سجدہ میں طول اور حسینؑ کے احترام کا صحیح استعمال ہے۔ جب حضور حتمی مرتبت سجدہ میں اٹھے رہے تو وعظ ترک کر کے منبر سے اتر آنا قابل تعجب نہیں رہا اور اگر حسین کا پاؤں دامن قبا میں اُلجھے اور گر پڑیں۔ ایسا بھی ہوا اور کوئی مقرر اپنی خطابت کو ناتمام چھوڑ کر دوسرا کام انجام دے اور پھر تقریر شروع کرے یہی حسینیت کو سرفرازی حاصل ہے

امام حافظ علامہ محمد بن یزید ابو عبداللہ ابن ماجہ قزوینی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن بریدہ کہتا ہے کہ اس کے والد کا بیان ہے رسولؐ خطبہ پڑھ رہے تھے اور حسنؑ و حسینؑ سرخ قمیض اپنی پہنے ہوئے (بچپن میں جبکہ بہت چھوٹے تھے) گرتے پڑتے داخل مسجد ہوئے پیغمبر منبر سے اتر آئے اور دونوں کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ اللہ اور رسول نے سچ کہا ہے کہ مال و اولاد امتحان (فتنہ) ہے۔ میں ان دونوں کو دیکھ کر صبر نہ کر سکا۔ خطبہ جہاں سے چھوڑا تھا پھر شروع کیا (سنن ابن ماجہ جلد دوم ص ۹۷ مطبع علمیہ مصر ۱۳۱۳ھ و کشف الغمہ شعرانی ج ۱ ص ۱۵۵)۔

بچپن کے چھ برس نانا کے سایۂ عاطفت میں

انسانی زندگی میں یہ وقت جس قدر حسین اور اس زمانہ کے لمحات سنہری ہوا کرتے ہیں۔ بچہ ماں باپ پر حکومت کرتا ہے وہ چشم و ابرو پر اس کی آرزوئیں پوری کرتے ہیں۔ دیکھنے والے اس کو معصوم کہتے اور وہ کشاکش حیات سے مکمل آزاد بزرگوں کی آغوش میں پرورش پاتا اور قدیم تہذیب یہ تھی کہ پانچویں برس ختم کرنے پر اس کو تعلیم کیلئے مکتب پہنچاتے۔ آج تعلیم کے دلدادہ ماں باپ اور گلی گلی پیشہ ور پرائمری اسکول کھلجانے پر بچہ کو تیسرے ہی برس پڑھوانا شروع کرتے اور ننھے ننھے دل و دماغ پر غیر اسلامی اور غیر ملکی تعلیم کا خوف سامنے رکھ کر مسلط کرتے اور نہیں دیکھتے کہ ملک میں دماغی امراض بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور طاقت اور تحمل سے زیادہ بار آپ سے آپ

صحت پر اثر انداز ہوگا۔ اسلام نے تعلیم کا سن مقرر کیا اور اُس کے دستور میں کوئی نقص نہیں ترمیم و تنسیخ بشری پروگرام میں ہوتی ہے اگر بلا استثنا سب جاہل پیدا ہوتے تو مقصد تعلیم اور اصلاح فوت ہوکر قدرت پر الزام تھا کہ کوئی ہادی مقرر نہ کیا اس ضرورت کے احساس نے عیسیٰ بن مریم کو پیدا ہوتے ہی بولتے اور پڑھتے پایا گیا چنانچہ حسینؑ بن علیؑ بھی انھیں اطفال میں تھے۔ جن کو پڑھانے کی ضرورت نہ تھی اور ماں کے پیٹ سے انکی باتوں کی آواز سُنی گئی۔

یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ انبیاء اور ان کی محترم اولاد کے مرتبہ کو پہنچانے میں طاغوتی گروہ نے رکاوٹ پیدا کی اور حق کی مخالفت بہ قول و فعل سے بحد تو کام ہوا اور صدائے اختلاف نے رفتہ رفتہ اپنی طاقت کو بڑھا دیا اخبار الغسابہ نے اس افواہ کی بنیاد قائم کی تھی کہ حسنینؑ کے معلم کا نام عبداللہ بن حبیب تھا۔ مفتی اعظم قسطنطنیہ سلیمان بلجی نے نام یحییٰ بن اعقب بتایا اور اختلاف بیان نے روایت کو کمزور کردیا۔ عرب میں قبیلہ یا وطن کی نسبت میں ضرور ذکر کی جاتی ہے یہ کندی تھا یمنی تھا تنخواہ لے کر پڑھاتا یا بغیر مشاہرہ انفرادی تعلیم تھی یا مکتب مدینہ میں آ کر پڑھاتا۔ ناقص الاطلاع کا[2] قبول نہیں درس گاہ اولوہیت کے پڑھائے ہوئے بچوں کو یہ مجہول طبقہ پڑھائے گا۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

۲۔ الکہ ج طبع صفدر پریس لکھنؤ میں سید غلام حسنین مرحوم وکیل کا مکتب حسنینؑ کی زیارت کرنا اور مجاور کو بخشش بھی ممکن ہی دی ہو ذاتی فعل اور اطفال مدینہ کے اسکول کو مکتب حسنینؑ سے یاد کرنا صحیح نہیں ہے۔ الحسنؑ میں ہم اس جھوٹ سے انکار کر چکے ہیں اس مقام پر اشارہ کافی ہے۔

وضو کی تصحیح

شاہزادے کم سنی میں مسجد پہنچے ایک سن رسیدہ شخص کو وضو کرتے دیکھا جو صحیح طور پر ارکان سے واقف نہ تھا بوڑھا ہونا معیار بہتری نہیں ہے۔ ہدایت کرنے والے نہ اُس وقت غافل تھے نہ اب۔ آج بھی ہدایت کے طریقہ ہم نے انھیں فعلات سے سیکھے اور جس جس طرح وہ حضرات موعظہ کر گئے اُس کو اپنے لئے معیار کامیابی

خیال کیا دیکھنے کے قابل ہے۔ خاندانِ رسالت کی تہذیب اپنی کمسنی کو دیکھتے ہوئے بڑے بوڑھے کی ہدایت کا یہ طرز اختیار کیا کہ دونوں بھائیوں نے آپس میں گفتگو کی ہم میں سے کون اچھی طرح وضو کر سکتا ہے۔ یہ کہہ کر کہنیوں تک آستین الٹی عمامہ سر سے اتارا بانیِ شریعت کے بچے ان میں اختلاف کہاں ایک شان سے دونوں نے وضو کیا اور وہ شیخ دونوں کا وضو دیکھتا رہا۔ وضو میں بال برابر فرق نہ تھا اب سمجھا کہ یہ طریقہ میری ہدایت کے لئے اختیار ہوا۔ عرض کیا رسول زادو وضو آپ کی بدولت یاد ہوا جلاء العیون،

یہ ہے موعظۂ حسنہ اور اسے کہتے ہیں خورد اور بزرگ سے میں رابطہ۔

شیعوں کی بیداری

وہ زمانہ جب ملت آ آچکا تھا اختلاف پیدا ہوئی تھی اور نوجوان طبقہ کو احساس تھا کہ قدامت پرستی کو چھوڑ کر اپنے جس شعبہ زندگی میں کمزوری پائی جائے اُس کی اصلاح ہو اور تنظیم المومنین کی بنیاد قائم ہو۔ ذاکری کو اعلیٰ درجہ ملے۔ مولانا مرزا ضامن حسین صاحب جن کو صدرالافاضل ہونے کے بعد دیگر تری اخبارات ہیں ہائی پرست ان کے دوست احباب کہتے گھنٹوں علمی چرچے رہا کرتے۔ چنانچہ موصوف کا یہ نکتہ مجھے بے حد پسند آیا کہ بچپن کی ضد تقاضائے طفولیت میں تھی بلکہ بچے کو اس سے حق کرتا تھا۔ شب عید لباس اور کلاف، سے مطالبہ کپڑے نہیں تھے۔ سنی روایت دیکھو اُن کی رہنمائی پر میں نے دوسرے علمی حقائق کی روشنی میں "لباسِ عید" کو ایسا نتیجہ خیز بیان قرار دے کر قوم کے سامنے پیش کیا جو اغیار نے بھی قبول کیا اس مقام پر بھی مولانا نے ممدوح کا کہنا ہے کہ عذاب کی آیتیں اُتر رہی ہیں جہنم کی تصویر کشی کا قرآن بہترین حق ادا کر رہا ہے اس گرد و پیش میں — جبکہ اللہ کا عظیم مہینہ گذر رہا ہے اور روزِ عید انعام اور جائزہ کا وقت ہے رحمۃ للعالمین کے فرزندانِ جبکہ پر جو احسانِ عظیم کرنے والے ہیں اُس کا آغاز دنیا کے عالم اسباب ہونے کے تحت میں میاد علی کے لئے مکان زمان لباس اور نیز دست راست میں انگشتر عقیق مع دعا قبول ہوتی ہے۔ متن روایت میں ہے۔ عرا الحسن والحسین وقد رکبھما العید۔

بچے برہنہ تھے اور عید آگئی ماں سے کپڑے نہ ہونے کا ذکر کیا شہزادی نے جواب دیا کپڑے

تمھارے درزی کے یہاں ہیں۔

بچوں کے دل میں بخشش اُمت کا جذبہ ہے اور زیادہ امکان ہے کہ شہزادوں نے آپس میں طے کرلیا ہو ہم اپنی طفولیت سے فائدہ اُٹھا کر ایک ایسا دستور بنائیں جو آتش دوزخ دوستوں پر سے بجھ جائے۔ بظاہر اس جد و جہد میں اُمت کے لئے دعا مطلوب تھی آداب دعا میں ہے کہ پاکیزہ اور نیا لباس زیب جسم ہوں۔ پاکیزہ زمین پر قدم اچھی تاریخ اور ساعت ہو ہاتھ میں کچھ ہو پاک کپڑے دعا کے لئے ضروری تھے تو چاہا کہ بہشت کے کپڑے ہوں اور پھر پیغمبر کے ہاتھ سے آب بہشت میں رنگے جائیں رحمت کی ہوا۔ بات کہتے سے خنک کرے۔ لوگ کہتے ہیں کہ صدیقہ طاہرہ نے بہلانے کیلئے اُنؑ مگر میں کہتا ہوں کہ وہ بہشت میں لباس قطع ہوتے دیکھ چکی تھیں جب کہ میرے سامنے ماخذ ہیں واقعہ پر کئی کئی کتابوں کو دیکھ کر چاہتا ہوں کہ تقریر چھا جائے۔ (چونکہ علما کو بنیادی مسائل سے فرصت نہ تھی جو فرعی امور پر استقصاء کی کوشش کرتے ایک سیرت نگار ہونے سے میرا یہ فرض نہیں ہے کہ کوئی پہلو فضیلت کا چھوٹ جائے)۔

فلما اخذ الظلام قرع الباب قارع۔ جب رات ہوگی اور تاریکی نے دن کی روشنی کو کھو دیا تو کسی نے دروازہ پر صدا دی (حضرت امیرؑ کا اس وقت گھر میں ہونا یا نہ ہونا کوائف میں کوئی صراحت نہیں) دروازہ پر فضہ کو جانا چاہئے تھا۔ ممکن ہے کہ آج اُس کے امور خانہ انجام دینے کا دن نہ ہو یا معصومہ کو علم ہے کہ فرشتہ بہشت بھیس بدل کر آنیوالا ہے بچوں کے لباس میں غیر معصوم کا ہاتھ نہ لگے۔ جب پوچھا کہ کون ہے تو جواب آیا (اے پیغمبر کی صاحبزادی!) انا الخیاط جئت بالثیاب میں درزی ہوں اور کپڑے لے کر آیا ہوں فرماتی ہیں لم ار رجلا اھیب ھیبۃ منہ۔ خدا کی قسم میں نے ایسا پرشوکت آنے والا نہیں دیکھا۔ اصول فطرت ہے کہ جب کسی کا انتظار ہوتا ہے تو نیند نہیں آتی دیکھا تو دو پیراہن دو چادریں دو زیر جامہ دو عمامہ دو عبائیں دو موزے۔ کپڑوں کے آنے کی خوشی یا اپنی سچائی پر

۱؎ ظہیر الازجبین داماں الحق الیقین نقلی۔

مسرت اس بخشش ایزدی کے بعد کچھ دیر نہ گزری تھی کہ رسول تشریف لائے پوچھا
کہ کپڑے پہنچے؟ عرض کیا۔ جی ہاں قَالَ یَا بُنَیَّۃَ مَا ھُوَ خَیَّاطٌ اِنَّمَا ھُوَ رِضْوَان
خازن الجنۃ۔ بیٹی! وہ درزی نہ تھا بہشت کا خزینہ دار رضوان ہے (مجھے
نہیں معلوم کہ رضوان اس سے پہلے بھی دار دنیا میں آیا یا آج پہلا داخلہ تھا)
معصومہ نے جو لفظ استعمال کی تھی وہی اُس کی زبان پر وہ وہاں رضوان ہے
اور ہجرت کی رات حسنینؑ کے باپ فرش رسول پر شب بسر کرنے کے بعد رضائے
باری قیمت میں حاصل کر چکے ہیں۔ یہاں وہ درزی ہے اور چونکہ معصوم ہے
اس لئے ڈر نہیں کہ کپڑا چرا لیا ہوگا یا قبا تنگ ہو، جامہ ڈھیلا ہو اس کی نگاہ
میں قدو قامت اجنبی نہیں ہے جس کا لباس ہے وہ بہشت کا سردار ہے۔ اپنے
افسران اعلےٰ کو ماتحت عملہ پہچانتا ہے۔ کپڑے دیکھ کر معصومہ کا دل چاہتا ہوگا کہ
باپ کو خبر کریں اس آرزو کا بھی قدرت کو احساس تھا) سیدہ نے باپ سے پوچھا
آپ کو کس نے خبر دی۔ فرمایا جب تک وہ میرے پاس نہیں آیا آسمان پر نہیں گیا۔
خلاق عالم سے بہتر کون مزاج شناس ہو سکتا ہے کپڑے سپید تھے اور شاید اس لئے
رنگین نہ تھے کہ بچوں کا اقتدار دکھانا تھا وہ رنگین بھیج سکتا تھا مگر عظمت اولادِ
فاطمہؑ واضح نہ ہوتی صبح ہوئی عید کے دن کا سورج بچوں کے لباس نو دیکھنے کو فلک پہ
بلند ہوا۔ رات ختم ہونے پر ہے۔ بے سروسامانی کا شکوہ ختم ہو چکا تھا مگر مزاج کی
نزاکت۔ پھر ماں کو فکرمند کرتی۔ شاہزادوں نے سپید کپڑے پسند نہ کئے اور یہی
کہا کہ اطفالِ عرب تو رنگین لباس میں آراستہ ہیں۔ اس اعتراض کے ساتھ جبریل
نازل ہوئے اور عالم بالا سے طشت و آفتابہ کپڑے رنگنے کا سامان آیا اور لباس
بہشت یوں رنگا گیا کہ جبریل پانی ڈال رہے تھے اور پیغمبر خدا رنگ مل رہے تھے حسنؑ
نے سبز رنگ تجویز کیا اور حسینؑ نے لال اور جو چاہا تھا وہی ہوا حضور کی نگاہ ملک کے

لہ یکم شوال [illegible]ھ نماز عید کے مجمع گورکھپور میں بموجودگی جناب مرزا الطاف حسین
صاحب عالم لکھنوی تلمیذ والد علام طاب ثراہ یہ تقریر ہوئی۔

چہرہ پر پڑی دیکھا تو آنکھوں میں آنسو تھے ـــــ جبرئیلؑ بگریست پیغمبر فرمود اے برادر
ہنگام فرحت است این چہ حزن است فباللہ علیک الا ما اخبرتنی سوگند با خدائے مرا
آگاہی دہ۔ فرشتہ رویا رسول نے پوچھا بھائی یہ خوشی کا وقت تھا رنجیدہ کیوں ہو تم کو
خدا کی قسم سبب گریہ بتاؤ۔

جبرئیلؑ نے شاہزادوں کی خبر بد دی ایک زہر سے قتل ہوگا دوسرا تلواروں تیروں
نیزوں سے شہید ہوگا سرورِ کائنات بھی روئے لباس تیار ہوا زیبِ جسم کیا چار
باتیں یاد آئیں۔ تاریخ۔ تطہیر لباس نو۔ تزئین۔ اب کوئی کسر نہ تھی۔ مگر طبعِ بلند پر چار
دماغ بچوں کا چاہتا ہے کہ پشتِ نبی کا استرنگ مقام ہو عرض کیا اطفالِ عرب
ناقہ ہیں ہم پیدل ہیں سرکار نے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے اور کہا بچو یہ ناقہ تمہارا ناقہ
ہے۔ جب پشتِ نبی پر آئے تو کہا ناقہ کے مہار نہیں حضور نے اپنی زلفیں ہاتھوں
میں دیں۔ اگر کسی ظریف ادیب نے کہا نعم الجمل جملکما۔ شاہزادو کیا اچھا مرکب ہے
تو سرکار نے فرمایا نعم الراکبان کہو (دیکھو کشف الغمہ شعرانی ج ۲ ص ۲۶ و مشکوۃ
المصابیح شیخ ولی الدین محمد طبع بمبئی ۱۲۷۱ھ ص ۳۴۲ و مرقاۃ البحرین عبد الرب ص ۳۶۴ و
ارجح المطالب ص ۳۵۵) کیا اچھے سوار ہیں اگر کسی کے پاس پیغمبر کا ایک مصنوعی بال ہوتا
ہے تو وہ فخر کرتا ہے حسینؑ کے ہاتھ میں نانا کی زلفیں ہیں لیجئے مقصد اب پورا ہو
گئے آخری استدعا اطفالِ عرب کے ناقے بولتے اور ہمارا مرکب خاموش پیغمبر نے دو مرتبہ
اَلْعَفْ اَلْعَفْ کہا۔ جبرئیل نازل ہوئے کہا خاموش ہو جائیں اگر آپ اَلْعَفْ
تیسری بار کہا تو آتشِ جہنم گل ہو جائے گی۔

اقوامِ عالم نے اطلس میں اپنے لئے جداگانہ رنگ مقرر کئے ہیں تعلیم یافتہ
طبقہ جانتا ہے پیغمبر کے بعد آپ کے کمالات دونوں نواسوں میں پہنچنے والے تھے۔
حسنؑ کا زمانۂ حکومت پر امن اور صلح پسند تھا انھوں نے سبز رنگ تجویز کیا اور لباس[1]
کا راز بھی معلوم ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بچپن کی ضد نہ تھی بلکہ دور اندیشی اور علم افروز

---

[1] ناسخ ص ۱۲۱ (دوم) گفتہ است کہ او دختر را بہا تندہ سید الشہداء بر پشت رسول این کلمہ را می گفت ۱۲ حاشیہ متعلق ص ۱۷۵

اقدام تھا اور یہ بھی واضح ہوا کہ ان کی مشیت اور مشیتِ الٰہی متحد ہے۔ سلطان الواعظین
شمس العلماء سید سبط حسن اعلی اللہ مقامہٗ کے تاثرات میں یہ منظر ہے

صوت جلجل کہ ہم نہ بود آں نغم زبانِ تجلیات — استمداد یافت از آوازِ تسبیحِ ذات
طولِ عمرش از خدا خواست ارکانِ صلوٰت — بر سرِ جودی اقامت داشت کشتیِ نجات
بیم رنجش کرد با قرآں برابر داشتہ — چوں فرود آمد رسول از سجدہ سر برداشتہ
ایں فراز ست وقتِ کامرانی یا حسینؑ — ۱؎ سیپارۂ دل

اس بلندی کا بہترین قرآنی الفاظ میں تذکرہ سحابی استرآبادی کی فکر سے ہوا ہے جس کو مولوی صدیق حسن خاں جو اعاظم علمائے اہلِ سنت سے ہیں شمع انجمن میں درج کرنے پر مجبور ہوئے

معنئے سورۂ نجم بدل پردہ گشود — بر سرِ دوش محمد چو حسن گشت سوار

فردوس الاخبار کے فاضل مصنف نے دوشِ رسول پر سوار ہونے کی تصویر کشی جن الفاظ میں کی ہے وہ پہلے کے پیش کردہ اقوال سے کچھ زیادہ مفید مطلب معلوم ہوتی ہے ناظرین الفاظ بنظرِ تعمق دیکھیں اور سمجھیں۔ دیلمی کا طرزِ نگارش یہ ہے کہ وہ پہلے عنوانِ سخن میں حدیث لکھا پھر راوی کا نام اور یہ کہ کس موقع پر ارشاد ہوا ———

نعم الجمل جملکما ونعم العدلان انتما عن جابر قال دخلت علی النبی و ھو یمشی علی النبی وھو یمشی علی اربعۃ وعلی ظہرہ الحسنؑ والحسینؑ وھو یقول ذلک (ص۲۱۳ مکتبہ آصفیہ دکن) کیا اچھا شتر ہے تم دونوں کا اور کیا اچھے تم دو عادل ہو۔ جابر انصاری کہتے ہیں کہ میں جو ایک دن حاضرِ خدمت ہوا تو نبیٔ خدا اپنے ہاتھ پاؤں زمین پر ٹیک کر چل رہے تھے اور پشت پر حسنؑ و حسینؑ تھے اور وہ حضرت یہی فرماتے جاتے تھے
پہلے کے بیان سے ثابت ہوا تھا کہ قول اصحاب کا تھا اس اقتباس سے پتہ چلا کہ جابر نے ایک موقع پر خود آقائے دو عالم کو کہتے سنا مگر نعم العدلان بھی کہا تھا اس روایت میں توازنِ مدح کا برابر ہے اور دونوں بچوں کو بیک عدل قرار دیا ہے یاد رکھو خدا بھی عادل اور رسول اور اُن کی وصایت بھی عدل کی صفت سے آراستہ ہے۔

۱؎ دیوان غالب اردو مع شرح نظامی مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص۲۱

حسینؑ سے محبت اجرِ رسالت ہے

مجموعی عربؐ کے حکیمانہ اقوال اور الہام آموز عملی سیرت پر طائرانہ نگاہ اور مختصر بحث کے بعد باب منقبت کا کنگرہ زیادہ بلند ہوتا ہے اور پاکیزہ سیرت حسینؑ کا ناظر پوچھتا ہے کہ قرآن شریف نے ان کی بلند و بالا شخصیت پر کیا کہا یہ بھی بڑا لمبا عنوان ہے اور اس کو اور زیادہ اختصار سے طے کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ نصب امام اللہ کی طرف سے ہونا تحصیل فضائل میں سبقت، ذاتی صفات کمال، نسلی فضل و شرف عظمت کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس پر آیتوں نے روشنی نہ ڈالی ہو جو کوتاہ نظر باپ، دادا، پرداد کو شرک کی گندگی سے پاک نہ سمجھ سکے اُن کے اعتقاد میں اولاد کی تطہیر کا اعلان ہوا اور دورِ حاضر سے کج فہمی بجا طور محسوس ہونے پر ان حضرات کی برتری اور اقتدار ذاتی پر غیر مسلم طبقہ کو گواہ بنانے کے لئے مباہلہ ہوا اور حسنینؑ کو فرزند رسولؐ اور ان کے والد کو نفس رسولؐ قرار دیا اسلام کو اس کا تصور تھا کہ دنیا میں عیسائی اکثریت میں رہیں وقت پڑے تو یہ شہادت دیں کہ حسنؑ و حسینؑ پیغمبر زادہ ہیں۔ نفس کی موجودگی غیر سا بیٹا کہتا ہے اور بیٹے کے سامنے صحابیت تار تار ہوتی ہے صد افسوس کہ حسینؑ کے مخالفوں نے قرآنی آواز کو گویا سنا ہی نہیں۔ اس تکاؤدم طبقہ کی سرکوبی کے لئے ترکش رشد و ہدایت کا آخری تیر تھی آیۂ مودت جس نے واشگاف الفاظ میں ثابت کیا کہ رشتہ میں سب سے زیادہ نزدیک کون ہے۔

ہم کو تسلیم ہے کہ بی بی گھر والی کہی جاتی ہے لیکن وہی جس کے ایک یا کم از کم دو ہی نبوت کا گھر ایسا ارزاں نہیں جو نو بیبیوں کی ملکیت ہو جو مختلف گھرانوں کی بیوائیں تھیں۔ کنواری تو صرف ایک تھی۔ بی بی کا رشتہ وہ ہے جس کو طلاق کا تازیانہ توڑ دیتا ہے۔ لیجئے بیگم میکے چلی گئیں مجھے تسلیم ہے کہ وہ ابدی بی بی ہیں لیکن سورۂ طلاق بھی قرآن سے کوئی خارج نہیں کر سکتا چھٹکارا جب ہی کہا ہوتا ہے جب آزردگی ناراضگی، خفگی ہو بی بی کے نکل جانے پر ان کے والد خسر کے رشتہ سے محروم اور جو

شرک کی بیٹی ہو اُس کے باپ میں تو بندگی کی کوئی صلاحیت نہیں اور بھائی سالار جنگ نہیں ہو سکتے جو وقتی طور پر قریب ہو گئے تھے وہ بڑی دور پہونچے برخلاف اس کے رسُول اکلوتی بیٹی کو چھوڑ گئے تھے اُس کے دونوں فرزند ایسے قریب کہ اُن کو کوئی طاقت دور نہیں کر سکتی وہی القربیٰ ہیں۔

مسلمانوں پر بعد رسُول کس کی محبت واجب ہے اس کی تصریح سے پہلے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ روایت محمد بن مسلم[۱] میں پانچویں امام کا ارشاد ہے (ترجمہ لفظی) اے ابو محمد جب تم یہ سنو کہ اس اُمت میں سے کسی قوم کی اچھائی کا تذکرہ ہے تو وہ ہم ہی ہیں اور جب یہ سُنائی دے کہ کسی قوم کا بُرائی کے ساتھ تذکرہ ہے جو گذرے ہوئے طبقہ میں ہو گئے ہیں تو وہ ہمارے دشمن ہیں۔

اس کے بعد کتنی وسعت ہوتی ہے قرآنی مدح و ثنا میں یہ شیعی طرق کی روایت ہے اب رہے سوادِ اعظم کے مسلمات تو اس سے کسی کو انکار نہیں کہ حدیث ہے۔ چوتھائی قرآن ہماری شان میں اور چوتھائی ہمارے دشمنوں کی مذمت میں ہے۔

نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ½ قرآن آل محمد کی مدح میں یعنی پندرہ پارہ ثنا و صفت سے معمور ہیں۔ الحاصل صرف آیہ مودت حسینؑ اور یزید میں تعارف کے لئے کافی تھی اور قدرت پر کوئی بار نہیں کہ قرآن نے پیچھا لیا نہیں۔ رسول اُمت سے صاحبانِ قرابت کی بھی محبت کا سوال کرتے ہیں اور خدا دستِ سوال پھیلانے کا انداز سکھاتا ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (رسول) آپ کہدیجئے کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابت داروں کی محبت کے سوا تم سے کوئی مزدوری نہیں چاہتا (پ ۲۵ آیت نمبر ۲۳ سورہ نمبر ۴۲) جب پوچھا گیا کہ جن کی محبت کو خدا نے واجب کیا ہے وہ کون ہیں تو فرمایا علیؑ و فاطمہؑ اور اُن کے بیٹے، حسنؑ و حسینؑ پھر فرمایا جو میرے اہلبیت پر ظلم کرے اور مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت دے اس پر بہشت حرام ہے حسب ذیل علماء و مفسرین و مورخین آیہ مودت کو شان آلِ محمد میں قرار دیتے ہیں۔

---

[۱] تفسیر صافی صفحہ ۷ مصنفہ ممتاز العلماء

(۱) صحیح بخاری ج ۳ ص۲۲ طبع مصر (۲) اسباب النزول واحدی ص۲۸۰
(۳) انوار التنزیل بیضاوی ص۴۰۷ (۴) مدارک التنزیل محمود نسفی ص۱۰۵
(۵) تفسیر مفاتیح الغیب رازی ج ۷ ص۳۹۰ (۶) غرائب القرآن نیشاپوری ج ۲ ص۳۲
(۷) تفسیر کشف البیان ابو اسحاق ثعلبی (۸) دُر منثور سیوطی ج ۶ ص۷
(۹) لباب التاویل ص۴۰۸ خازن (۱۰) تنویر المقباس ص۴۰۷ (۱۱) جواہر الحسان
ثعالبی ج ۴ ص ۱۰۸ (۱۲) جامع البیان طبری ص۱۴ و ۱۵ ج ۲۵ (۱۳) سراج منیر شربینی
ج ۳ ص۳۸ (۱۴) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص۲۲ (۱۵) ابن کثیر شامی ترجمہ اردو ص۱۳
(۱۶) روح البیان بروسوی ج ۷ ص۳۱۱ (۱۷) تفسیر ابی سعود ص۶۶۵
(۱۸) شرف موبد ص۸۰-۸۲-۱۳۸ (۱۹) مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی طبع
اسلامبول ص۲۰ (۲۰) مطالب السئول ص۲ (۲۱) مناقب اخطب خوارزم ص۱۸۲
(۲۲) الاتحاف شیخ عبداللہ (۲۳) اسعاف الراغبین ص۳۹ (۲۴) الناسخ والمنسوخ
از ابن سلامہ ابو نصر ص۲۷۴ (۲۵) مواہب علیہ ج ۲ ص۲۶۔
(۲۶) احیاء المیت ص۱ سیوطی (۲۷) صواعق محرقہ ص۱۰۱ (۲۸) ذخائر العقبیٰ
ص۲۵ (۲۹) غایۃ المواعظ احتجاج امام چہارم ج ۱ ص۲۲ (۳۰) فواتح
میبذی ص۱۱۴ (۳۱) روضۃ الشہداء ص۴۸ (۳۲) ینابیع المودۃ بلخی
ص۱۰۶ تا ۱۷۱ (۳۳) ارجح المطالب ص۸ (۳۴) مسند احمد بن حنبل
(۳۵) صحیح مسلم۔

یہ مطالعہ تو میرا تھا۔ اس کے علاوہ کہاں کہاں یہ ثبوت پایا جاتا ہے کہ ذریت رسول کی مودت واجب ہے اور بھی کتابیں ہیں جو گواہ ہیں کہ جس نے ان حضرات سے مودت نہ کی وہ مزد تبلیغ ادا نہ کر سکا اور اپنے رسول کے سوال کو ٹھکرا دیا۔

پیغمبر کے آنکھ بند ہوتے ہی دشمنی کے دروازے کھل گئے اور جو بیانات النبیؐ اور الزہراؑ اور العلیؑ کے صفحات میں آپ دیکھ چکے۔ چھ سال کا طفل بڑی حد تک بچپن کے دائرے سے نکل کر ماحول کو سمجھتا اور مستقبل کے لئے بے خبر

نہیں کہا جاتا۔ یہ بچے تو درحقیقت گاہ الوہیت کے تعلیم یافتہ اور صفیر نا دیکھنا
سن آؤ چھوٹے بڑے سب مساوی ہیں۔ جو ہونے والا ہے وہ ان سے بہتر کون
ہے جو سمجھے۔ نانا بیمار پڑے۔ بچو تم نے دیکھا ہوگا جس کی دو بی بیاں ہوتی ہیں وہاں
باہمی اختلاف کی آگ بھڑکتی ہے۔ الحسنینؑ کے صفحات میں تم کو پوچھنے کا حق
نہیں کہ پھر کیوں نہ پیغمبر بعد خدیجہؓ مجرد رہے۔ یہ سیرت حسینؑ ہے اب تو جو ہونا
تھا ہوا۔ سیرت رسولؐ میں ابن سعد کے طبقات سب سے بلند پایہ لٹریچر
کہے جاتے ہیں۔ اس میں حدیثوں پر حدیثیں ثبوت ہیں کہ معظمہ محترمہ عائشہؓ کی
گود میں سر تھا۔ وقت آخر ۶۳ سال کا مرسل نواسہ نواسیاں موجود جوان بیٹی
پائیں پر مگر سر اُن کا رفیق زندگی کی گود میں اگر وہ عیش پسندی تھا تو آٹھ
دوسری بیبیوں نے کیا قصور کیا جوان کی آغوش میں دم نہ توڑا۔ یہ روایتیں
سب محترمہ کے بھانجہ عروہ کی ساختہ پرداختہ ہیں۔ طبقاتؒ ابن سعد میں سب کے
آخر کی روایت نے بتایا کہ علیؑ کے زانو پر سر تھا۔ واقعات سے مطابق بھی قول
معلوم ہوا اس لئے کہ دوات و قرطاس نہ دینے پر پاس کے بیٹھنے والوں کی ہمدردیاں
ختم ہو گئی تھیں۔ حضور نے کچھ لوگوں کو اُٹھا بھی دیا تھا۔ وحی کا دروازہ بند ہو رہا
تھا۔ اُس وقت بجز ذوی القربیٰ کے سناٹا تھا۔ ہم جن کو صحت مند حاضرین سمجھے تھے

وہ خواجہ الطاف حسین حالیؔ۔ بقول خود بیمار تھے ؎

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا　　مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا　　کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں　　کہے جو طبیب اُس کو ہذیان سمجھیں

عقیدت مند ناظرین

حسینؑ بن علیؑ کے اس آغاز کو دیکھ کر اُن کے دوست دار
سیرت ہٰذا میں اب نانا کے لاڈ اور پیار کی
حکایتیں بھول جائیں۔ وہ وقت گیا جب فرشتہ جھولا ہلاتا تھا اور دودھ کی نہر کی

له طبقات ج ۲ صـ ۲۴۰ و مدارج النبوۃ ج ۲ صـ ۴۳۰
ج ۲ صـ ۱۴۲ منہ

خبر ملتی جب بھائیوں میں خوشخلقی کے مقابر[۱] ماں کا گردن بند ٹوٹ کر فیصلہ کرتا تحفہ و
ہدایا آتے، در دروازہ کا یہ احترام تھا کہ فرشتے مسکین اور یتیم اور قیدی کی صورت میں
ایثار کا امتحان لینے آتے جنگل کا بھیڑیا ہرنی کو گھیر کر بستی میں آجاتا اور اہلِ مدینہ
یعقوب نبی کی تصویر بچشم خود دیکھتے۔ انسانیت سے زیادہ دشمن تاریخ کون ہوگا۔
جس[۲] نے بچہ آہو کی آمد ایک کان سے سُنی دوسرے کان سے اُڑا دی ؎

رشد از شوق بشارت گوہر دریا پسند ۔۔۔ بہر تو در مسجد آمد آہوئے صحرا پسند
پارۂ دل داد و از خوشنودیٔ خلعت گرفت ۔۔۔ وحشی تکلیف دشمن اُنس باطاعت گرفت

خلافتِ اوّل میں ڈھائی برس

غمِ شال

تاریخ کی ورق گردانی کیوں ہو تلاوت قرآن میں سورۂ آل عمران سے جو مدینہ
میں نازل ہوا اس اندوہناک زمانہ کی تصویر کشی واضح الفاظ میں ہوتی ہے اور
انقلاب پر ۱۴۳ ویں آیت دیکھو محمدؐ تو صرف رسول ہیں (خدا نہیں) ان سے پہلے
اور بھی بہتیرے پیام بر گذر چکے ہیں تو پھر وہ اپنی موت سے مرجائیں یا مار ڈالے
جائیں تو تم اُلٹے پاؤں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا تو
خدا کا کچھ نہ بگاڑے گا اور نزدیک ہے کہ خدا شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔"
انسانی زندگی ختم ہونے کے دو ہی عنوان ہوتے ہیں موت یا قتل پیغمبر خدا صلعم
جس طرح بھی دنیا سے اُٹھنے والے ہوں قوم میں ارتداد کا ہونا یقینی ہے رجعت قہقری
سے جو بچ گئے وہ شاکر ہیں جن سے اجر کا وعدہ ہے یہ وہ زمانہ تھا کہ بجائے اشاعت دین
میں وسعت کے خانہ جنگی بھی ہوئی جس کو زکوٰۃ نہ دینے کا لباس پہنایا گیا پیغمبر کی رحلت کے بعد علی
جس کا نام تھا مسجد اس سے فاطمہ زہراؑ کا گھر دور ہوتا تو شعائر اللہ میں نااہل مسلمانوں
کی دست درازی چشم دید نہ تھی لو اس گھر کا دروازہ مسجد ہی میں کھلا اس لئے امام حسنؑ نے

۱؎ خلاصۃ الاخبار ص ۲۲۳ ۔۔۔ ۲؎ روضۃ الشہداء ص ۱۵۳

اپنے مشاہدہ پر اور امام حسینؑ نے اپنی نظر پڑنے پر بے ساختہ حضرت ابی بکر سے کہہ دیا میرے باپ کے منبر سے اُترا اور اپنے باپ کے منبر پر جا۔ صیغہ امر کا یہی ترجمہ ہوتا ہے۔ ترمذی ابن ماجہ اور دوسرے متعدد عالموں نے اس تخاطب کو نقل کیا اور عبید اللہ امرتسری نے بھی ص۲۷۳ ارجح المطالب میں یہی ترجمہ کیا ہے اور وارث منبر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بعض اہل قلم اہلبیت سے اشتراک عمل کے ثبوت پیش کرتے ہیں حالانکہ "اتحاد اُسی وقت ختم ہو گیا تھا جب معصومہؑ کے حق پر بچوں اور اُم ایمن کی گواہی تسلیم نہیں کی گئی" حالانکہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اس سے پہلے اور کم سنی ہی حسنینؑ کی عبدیت پر خدا اُن کو گواہ قرار دے چکا تھا اور مباہلہ کے بعد نجران نے سر تسلیم جھکا دیا تھا۔

اس زمانہ میں جو مداخلت فی الدین اور اصول میں تبدیلی ہوئی اُس سے اندیشہ پیدا ہوا کہ آئندہ فروع بھی زد پر آئیں گے اور تشنگیں ملت کو دور نہ کر دے۔

خلافت دوم کے ساڑھے دس برس

عمر ۱۸ سال

عُبید بن حنین کا بیان ہے کہ حسینؑ نے حضرت عمر کو بھی اُسی طرح ٹوکا جیسا کہ وہ حضرت ابی بکر کو ٹوک چکے تھے اور کہا میرے باپ کے منبر سے اُتر جا اور جا اپنے باپ کے منبر پر۔ عمر نے کہا میرے باپ کا منبر نہیں۔ یہ نعرۂ حق بظاہر خلافت دوم کے اوائل کا ہے۔

رفتہ رفتہ غدیری فیصلے کے بعد جو گروہ ثقیفہ کے سایہ میں اکثریت اختیار کرتا جا رہا تھا اُس سے تصادم میں اگر کوئی قدم اُٹھایا جاتا تو خانہ جنگی کا الزام مسلمانوں کو چھپنے نہ دیتا اور صبر و شکیب وہ رویہ تھا جس کو دنیا کی تمام طاقتیں جمیل سمجھتی ہیں یہی تہذیب الٰہی تھی۔ اس طبقہ کو دنیا سازی میں تو استاد کی ضرورت نہ تھی۔ سیاست حاضرہ اقتدار پسند افراد نے انہیں سے سیکھی ہے دینی ضرورتوں میں عدد کی احتیاج اور علمی راہنمائی کی ہر گام پر ضرورت تھی جو اگر پوری نہ ہوتی تو شاید یہودی

اور عیسائی مسلمانوں کو کچا چبا جاتے ان ضرورتوں کو خاندان رسالت کبھی درپردہ اور کھلے خزانہ بلا عذر پورا کرتا اور یہ اصحاب اعتراف کمال سے اقوام عالم کو جتاتے کہ ہم شیر و شکر ہیں۔

جو بچہ بالغ ہو جائے عام طور پر اُس کو اچھا اور برا سمجھانے کی ضرورت نہیں رہتی چہ جائے کہ وہ طفل جو لعاب دہن نبوی سے پرورش پایا ہوا ہو۔ اٹھارہ برس کے ہونے پر جہاں خاندانی شجاعت اور بہادری مکمل ہوئی وہاں آبائی صبر اور تحمل بردباری بھی بلند درجہ تک پہنچی اور کانوں تک یہ آوازیں آنا شروع ہوئیں کہ دستور مذہب میں کمی اور زیادتی ہو رہی ہے۔ یہ اختلافی مسئلہ ہے کہ امام حسینؑ کی تاہلی زندگی اسی عہد میں شروع ہوئی احتیاط پسند شیعہ متکلمین اس سے انکار کرتے ہیں تاکہ ایرانی قیدیوں کا مالِ غنیمت میں تقسیم ہونے پر جواز نہ دیں۔ نہ آئے میں نے اس نکتہ کی کبھی پرواہ نہ کی اور حکومت شام کے زر و مال سے حضرت عقیلؓ اور طرماح بن عدی کا فیضیاب ہونا صحیح سمجھا میں استقاذ حق کا قائل ہوں۔ حضرت علیؑ کو امام برحق سمجھنے کے بعد دوستدار ان علیؑ کی خزانہ شام سے مالی مدد بھی صحیح ہے۔ لینے والے نے اپنا حق لیا اور اگر شہر بانو عہد فاروق میں آئیں تو حضرت علیؑ کی آمریت باقی جو کچھ ہوا اُن کے اذن سے شکایت آج کل کے نام نہاد اہل قلم کی ہے جو اپنے رویہ کے مطابق انتہائی لطف و محبت ثابت کرتا ہے۔ خان بہادر محمد سعید خاں زندی کہتے ہیں شہر بانو نے امام حسینؑ کا انتخاب کیا۔ اور ان کی شادی بڑے تزک و احتشام سے کی گئی خود خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ نے دولھا کے گھوڑے کے ساتھ پیادہ شہر میں پھرے ان دونوں واقعات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کے تعلقات خلیفہ وقت سے نہایت شگفتہ تھے (خلافت راشدہ صفحہ ۲۱ طبع کراچی)۔

سیرت نگاری کا یہی اگر معیار ہے تو شاید فاضل مصنف کو اپنے دوران تحصیل میں لکھنؤ کی شادیاں پیش نگاہ تھیں اُن کو اپنے الفاظ کا جائزہ لینا چاہیے تھا۔ فرزند علیؑ فاطمہؑ کی شادی تزک و احتشام کے ساتھ اور نوشاہ کے گھوڑے

کے ساتھ خلیفۃ المسلمین یہ وہی بچہ ہے جس نے اثناء خطبہ میں آپ کو ٹوک دیا تھا۔ اور آپ شرمندہ ہو کر رہ گئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے اس طرح شریک ہونے کا تاریخ میں ذکر نہیں۔ ہمیں کوئی کاوش اس مسئلہ میں نہیں کہ امام حسینؑ کی شادی خانہ آبادی عہد حضرت عمرؓ میں ہوئی۔ ہماری گفتگو الزامی ہے اس عہد میں شادی کی سرگزشت میں یہ موجود ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب شہر بانو کو کنیز کی طرح تصور کیا تو اُن کے اس ضمیر کے بعد وہ کسی دوسرے مسلمان کو سپرد بھی کی جا سکتی تھیں اور بحیثیت خلیفہ اختیار حاصل تھا۔ اُس وقت شہر بانو نے اپنے خاندان شاہی سے ہونے کی غیرت کے اظہار میں تاجور کا نام زبان پر لائیں حضرت عمرؓ سمجھے کہ وہ اُن کو برا بھلا کہہ رہی ہیں۔ یہ اُن کی علمی تہیدستی اور پڑوسی ملک یا مفتوحہ علاقہ کی زبان نہ سمجھنے کا وہ سخت داغ ہے دامن پر جو چھوٹ نہیں سکتا اور اُن کے منصب اعلیٰ پر ضرب واقع ہوتی ہے۔ ایک طرف تو اُن کے سیرت نگار پوری ذمہ داری کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی موت ہوئی تو اُن کے قتل پر قوم جن نے نوحہ پڑھا۔ (حلیۃ الاولیا ابو نعیم) اس دعوی کا پس منظر یہ تھا کہ وہ جن دانش حاکم تھے جس کی امارت اس قدر وسیع ہو وہ ایک اسیر کی زبان نہ سمجھے قابل افسوس ہے یہ لاعلمی۔

شہر بانو کے عہد فاروق میں آنے کو تسلیم کرنے والے ان معضرتوں پر نظر نہیں کرتے اور زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ اُن کو خود حضرت عمرؓ کا رویہ تسلیم نہیں حضرت عمرؓ سختی سے اس عمل میں نمایاں تھے کہ میت پر نوحہ میں عذاب ہوتا ہے لہٰذا وہ عورتوں کو برابر روکتے تھے کہ وہ مرنے والوں پر آنسو نہ بہائیں ایک طرف گریہ کو بدعت کہنا اور دوسری طرف اپنے معاملہ میں اس کو جہل سمجھنا دھاندلی نہیں تو کیا ہے۔

سیرت نگار کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اس اعلان میں کہ اُن پر قوم جن نے نوحہ پڑھا صحاح ستہ سے بے خبر ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں اور

اُن کے اس حُکم امتناعی کے جواب میں جناب ام المومنین عائشہ نے کیا اچھا استدلال کیا تھا جواباً وہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص مرجاتا ہے دوسرے اُس پر روتے ہیں" ان رونے والوں کے فعل سے اُس کو معذب کرنا خلاف کتاب خدا ہے۔ اللہ کہتا ہے "لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ" ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ لہٰذا حدیث رسول کا ارشاد نہیں ہے اور ناقل پر اللہ رحم کرے (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۳۲ طبع مصر)

آمدم برسرِ مطلب | ہم بحث سے فروعی شبہات کے جواب میں دور ہو گئے۔ ناظرین معاف کریں ہم تو سوانح شہزادہ علی اکبر

صفحہ ۳ طبع دوم میں یہ شادی عہد علوی میں قرار دے چکے ہیں گریہ کا بدعت ہونا بھی صاف ہو گیا جو موضوع سخن کی روح رواں ہے مگر یاد رکھنے کی امام حسینؑ کی برات میں ان کی دلچسپی اور دولہا کے گھوڑے کے ساتھ حضرت عمر کا چلنا افسانہ ہے اور دلچسپی جلال حکومت کے خلاف ہے۔ خلافت مآب کی نوکن حافظ احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانی کے اصابہ سے نقل ہوا ہے اور اُن کی لفظیں تو یہ ہیں فصعدت الیہ منبر پر چڑھ کر یہ کہا اور حضرت عمرؓ نے اقرار کیا میرے باپ کا کوئی منبر نہیں اور منبر پر شہزادہ کو بیٹھا رہنے دیا اور بعد میں اپنے گھر لے کر آئے۔ اور پوچھا من علمك هذا کس نے سکھا کر بھیجا تھا۔ شہزادہ نے جواب دیا واللہ ما علمنی احد قسم بخدا مجھے کسی نے نہیں سکھایا اب آپ اس بدگمانی کا اندازہ کریں جو نونہال آغوش رسالت میں تربیت پا رہا تھا یہ اُس کا قول نہ تھا بلکہ علیؑ نے سکھا کر بھیجا تھا اور ٹوکنا سازش تھی یہ حالات حقیقت رہتے ہیں اور ظاہرداری بناوٹ ہو کر رہ جاتی ہے فتح مدائن میں حسنینؑ کو دو ہزار درہم دینا اور اپنے بیٹے کو ان کا نصف یعنی ۵ سو درہم بھی افسانہ ہے۔ ذریت رسول کے خدمات حکومت ثلاثہ میں بے لوث ہوتے تھے حضرت مسلم بن عقیل کی اپنے بھائیوں سمیت فوجی خدمت بھی فتوحات فاروقی

ناقابل انکار ہے اور فتح ایران کے ذیل میں ناظرین میرا یہ جملہ یاد رکھیں اگر واقعی حاکم وقت کی روحانیت فتح کا سبب ہوتی تو ملک فاتح کے مذہب پر ہوتا حالانکہ ممالک ایران حسینؑ کے مذہب پر ہے جس کے داماد ہونے کا فخر یزدجرد کو حاصل ہوا تھا۔

حضرت عمر کا یہ مقولہ حسنین علیہم السلام کی بارگاہ میں ھل انبت الشعر علی الراس غیرکم جس کا بامحاورہ[1] ترجمہ تو یہ ہوتا ہے کہ میری چندیا پر بال آپ کے طفیل میں ہیں ورنہ گنجا تھا دوسرے میلاد خواں حضرات کو پڑھتے ہوئے سُنا بھی اور جہاں تک میری یاد مساعدت کرتی ہے مولوی محمد علیم احمد صاحب حنفی قادری نے اپنی تصنیف میں لکھا بھی کہ بچپن کی بے تکلفانہ بات چیت میں حسینؑ نے عبداللہ بن عمر کو غلام زادہ کہا وہ غصہ میں باپ کے پاس پہونچے اور شکوہ کیا خلیفۃ المسلمین نے آپ کے صاحبزادہ کو الزام دیکر واپس کیا کہ (نامہم حسینؑ سے لکھوا لے اور میں اس نوشتہ کو قبر میں لیتا جاؤں۔

بعد کی اطلاع عنوان ہذا کے صدر سخن میں واقعہ کو تمام کتابوں میں دیکھ کر ناچیز مصنف نے اپنا خیال جو ظاہر کیا تھا کہ حکومت وقت کو ٹوکنا ابتدائی دور کا واقعہ ہے اور طفولیت کی بے باکی (جو صحیح تھی) کارفرما تھی مگر بحار کتاب الفتن کے مطالعہ سے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی جب تفصیل دیکھی تو پتہ چلا کہ وہ نادر گفتگو ہے اور اچھا خاصا مناظرہ تھا جو ہوا۔ عربی داں حضرات اصل ماخذ دیکھیں میں بھی حرف بحرف پیش کرنے سے قاصر ہوں کتاب الفتن کمیاب صحیفہ نہیں میں جد اعلیٰ کے مکتبہ کے نسخے سے کچھ لفظیں چھوڑ کر ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

(ترجمہ[2]) روایت ہے کہ (حضرت) عمر خطاب کے بیٹے پیغمبر خدا کے منبر پر (مسجد نبوی میں) خطبہ دے رہے تھے اور کہا کہ اہل ایمان کی جانوں سے اولیٰ ہوں حسینؑ نے مسجد کے ایک گوشہ سے اُٹھ کر کہا اُتر آ میرے باپ رسولؐ

[1] صواعق المحرقہ ج ۲ ص ۲۳ [2] ارشاد النعیم لدفع اللئیم ص ۲ مطبع اثنا عشری لکھنو ۱۳۲۳ھ

خدا کے منبر سے اور اپنے والد کے منبر پر جا اُنھوں نے جواب دیا حسینؑ مجھے اپنی جا
قسم میرے آبا کا تو کوئی ممبر نہ تھا تم کو یہ علیؑ ابن ابیطالب نے سکھایا ہے حسینؑ
کہا اگر میرے پدر بزرگوار کی اطاعت کرو تو مجھے قسم ہے اپنی جان کی وہ راہنما اور
ہدایت یافتہ ہوں اُن کی بیعت تو لوگوں کی گردنوں پر حکم الہیٰ سے رسولِ خدا کے
زمانہ سے تھی۔ اُس سے مخالفت وہی کرے گا جو کتابِ خدا کا منکر ہو لوگوں۔
دلوں سے تو پہچانا مگر زبانوں سے انکار کیا۔ پس وائے ہو ہم اہلبیت کے منص
انکار کرنے والوں پر الیٰ آخرہ صـ ۱۸۴ مکتبہ ممتاز العلماء تخاطب میں جو لفظ
استعمال ہوئی ہے وہ بہت وزن رکھتی ہے اصل ماخذ دیکھو تمتہ روایت
قابل دید ہے۔ تلخی پیدا ہونے کے ڈر سے کامل اقتباس پیش کرنے سے معذ
ہوں امام حسینؑ کے اُٹھ کھڑے ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے حضور
رسول کا استعمال شدہ مقولہ پیش کیا جو جراُت اور ناقابل برداشت
(فائدہ) حضرت عمر کے دفن سے فراغت ہونے پر محترمہ ام المومنین عائشہ
کے گھر میں خلافت سے دلچسپی رکھنے والوں کی نشست ہوئی اور مشورے ہو
عقد الفرید جلد ۲ صـ ۲۳ ۔

خلافت سوئم کے بارہ برس
عمر تخمیناً ۳۰ سال

جوانی دیوانی کی مدت تو عام زندگی میں بہت تھوڑی ہوتی ہے اور ۳۰ برس
کا جوان بھرپور شباب میں شمار ہوتا ہے مگر وہ جو ماں کے پیٹ میں باتیں کرے وہ
اس دنیا میں آنے کے لمحہ اول سے افضل بشر ہے اور حکام جور کی دست درازیو
پر زیادہ سے زیادہ واقفیت رکھتے ہوئے اپنے آبائی صبر و شکیب پر فائز اور
انسانی جذبات کو پوری طاقت سے دبا کر باپ اور بڑے بھائی کی اطاعت کا قلادہ
زیب گلو کئے ہوئے مستقبل کے انتظار میں ہے اُس کے اُٹھنے کا وقت نہیں اتحاد

مسلمین پر ٹھیس لگانا قبل از وقت ہے۔

ملک کی حالت بگڑتی جاتی ہے اور " فقر میرا فخر ہے " کہنے والے نبی کا دین اقتدار اور سرمایہ داری کی شکل میں آگیا۔ وہ ورس عورت محترمہ ام المومنین بی بی عائشہ نے اس حکومت سے تپ کر خود مخالفت کی خشتِ اوّل نصب کی اور سرمایہ دار لانبی زادوں والے یہودی سے مثال دیکر اوّل اوّل جان کی درپے ہوئیں اور نعثل نام رکھ کر قتل کا حکم دیا (انساب الاشراف صفحہ ۷۵ بلاذری رح و سیرت الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۳۰۸ و تاریخ خمیس ج ۲ صفحہ ۲۸۵ وغیرہ)

اس نام پر مخالفت میں اُن کا تو کچھ نہ بگڑا دوسرے صدائے احتجاج بلند کرنے والوں کو خارج البلد کر دیا اور حکومت کو ٹوکنے والے نصیحت کے رائیگاں جانے سے چپ ہونے پر مجبور ہوئے۔ کمال الدین دمیری نے اسلام لانے سے پہلے اس اتحاد ثلاثہ کے معاشیات کا جو لغت جزدر صفحہ ۶۲ حیات الحیوان ج ۱ طبع مصر میں تذکرہ کیا ہے کروہ بزاز تھے کپڑا فروخت کرنے والے جس کو ضاعۃ الاشراف کا درجہ دیا ہے۔ اس کاروبار میں اتنی برکت کہاں کہ مدینہ رسول میں سب سے اونچا قصر عالی شان تعمیر ہو اور کنبہ پروری میں قرابت دار داد عیش دیں۔ بنی اُمیّہ پر مال و زر کی بارش ہو۔ یہ بیت المال مسلمین کا اثاثہ ہے جو لٹ رہا ہے حقوق مردم ہیں جو تلف ہوتے ہیں۔ یہی بناء مخاصمت تھی جو رنگ لائی۔ اور کئی روز کے محاصرہ پر بلوائی قتل میں کامیاب ہوئے۔ الزامات کی فہرست طویل تھی یہ بھی بار تھا کہ کتاب اللہ جلائی پیغمبر کی دو بیٹیوں پر مظالم کرکے اُن کی جان لی (ریاض النضرہ جلد دوم صفحہ ۸۸ مصر رلے پالک) اس ناپاک گروہ بیش میں مسلمانوں کے دامن پر یہ داغ آنا تھا کہ اپنے خلیفہ کو خود قتل کیا۔ بقول شاہ علی حیدر اگر حضرت علیؑ کے مشوروں پر عمل کرتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

گنہگار پر حد جاری کرنے کا ایک بڑا معقول رویّہ عہدِ رسول میں یہ تھا کہ

لہ تاریخ الاسلام السیاسی الجزو الاوّل صفحہ ۳۵۹ طبع قاہرہ۔

حدود وہ جاری کرے جس پر خود کبھی حد جاری نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ یہی خلافت سوم تھی کہ ولید پر شراب خواری کے جرم میں جب حد جاری ہونا طے پا گیا تو حضرت امیرؑ اور اُن کے داماد عبداللہ بن جعفرؑ اور امام حسنؑ نے حد جاری کی۔ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۱۷ و کامل ج ۳ ص ۵۳ و ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۲۳ یہ ملت کا وہی تعاون تھا جو وہ جناب علیؑ لحاظ سے جوابات دے کر ہر زمانہ میں کر رہے تھے اور جب پانی بند ہونے کے موقع پر آپ نے سب سے اونچی چھت پر چڑھ کر پانی بند کرنے والوں کی زیادتی پر پکار کر کہا کہ اس جگہ علیؑ بھی تو موجود ہیں تو حضرت علیؑ نے تین مشکیں پانی بھیجنے کو بھیجیں اور امام حسنؑ و امام حسینؑ دونوں بھائیوں نے تلواریں ہاتھ میں لے کر دروازہ پر حفاظت کی اور دروازہ سے ایک شخص بھی داخل نہ ہوا (دیکھو تاریخ الخلفا سیوطی ص ۱۰۹ بلکہ اس موقع پر ریاض النضرہ جلد دوم ص ۱۲۵ میں یہاں تک ہے کہ امام حسنؑ زخمی ہوئے اور کچھ تیر بھی اُن کے جسم پر پڑے۔

یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ اسی خلافت فتح طبرستان اور نیز قسطنطنیہ پر قبضہ میں حسنینؑ شریک جنگ تھے (تاریخ اسلام عربی ڈاکٹر حسن ابراہیم اُستاد تاریخ ج ا ص ۲۳۶ طبع مصر ۱۹۳۵ء و ترجمہ اُردو تاریخ فرشتہ ص ۸۳) بھارت اور پاک کی گذشتہ جنگ میں ریڈیو پاکستان کا اپنے ترانہ میں طارق اور محمد بن قاسم کو جو شیلے الفاظ میں پکارنا مشاہدہ ہے کہ بیکار گیا۔ تاریخی حقائق پر پردہ نہیں رہ سکتا۔

(نوٹ) مولانا سید علی حائری صاحب مرحوم مغفور لاہور نے اپنی کتاب ارشاد الحائر الی حکیم ارض الحائر ص ۱۹ میں خاتم الفقہا صاحب جواہر الکلام[1]

---

[1] قوم میں سبزواری، واسطی جزائری لکھنا مورث اعلیٰ کے وطن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تو صحیح ہے مگر حائری، نجفی، مشہدی لکھنا اسی وقت صحیح ہوگا جب کئی سال وہاں رہ چکا ہو۔ دیکھو نوادر الاصول فی شرح الفصول از مفتی سعد اللہ و فعات ۴۹۳ طبع مجتبائی دہلی ص ۲۵۳ ۱۳۰۹ھ

کے قلم سے عہد خلفاء کی لڑائیوں میں حسنینؑ کی شرکت سے انکار کیا ہے مرقومہ بالا حوالہ حائری صاحب کے مستمسک سے کالعدم نہیں ہو سکتے جب تک جواہر الکلام کی عبارت میرے سامنے نہ ہو ان کا انکار بحیثیت ایک تنخواہ دار سپاہی کے ہونا چاہیئے اور میرا زور دینا اس لیئے ہے کہ فتح کا اساس ذریت رسولؐ تھے۔ بزم میں لولا علیؑ یا قابل انکار اور رزم میں فاتحانہ تعاون دوپہر کے سورج کی طرح چمکتا ہے۔

خلافت ظاہری حضرت علیؑ کے پانچ برس ۳ مہینہ کم

عمر تخمیناً ۳۵ سال

جابر حکومتوں سے تعاون کا وقت وہ جانتے تھے اس لیئے جب علمی مدد کی ضرورت ہوئی تو دشوار گذار منزلوں سے ملت کو نکالا اور جب طاقت کی احتیاج ہوئی تو خود اور اپنے کُنبہ کے جوانوں کی قربانی سے نہ ڈرے جہاد کیا اور اسلامی مملکت وسیع ہوئی یہاں تک کہ اکثریت نے بیعت کی اور پوری دنیا اسلام پر باپ کے پرچم کا سایہ ہوتا زمانہ نے نئی کروٹ لی اور جس نے حضرت عثمان خلیفہ سویم کی تحریک قتل میں پہلی آواز بلند کی تھی سیاست وقت میں اُن کی قریبی وارث بن کر اُن کے خون کا انتقام لینے اُٹھ کھڑی ہوئی اور صفین کے میدان میں خون کی ندیاں بہہ گئیں یہ پہلی لڑائی تھی جس کی پیشین گوئی زبان رسالت سے ہو چکی تھی اس محاذ پر قدر شناس باپ نے حتی الامکان حسنینؑ کو محاذ پر جانے نہ دیا۔ چنانچہ واشگاف الفاظ میں آپؑ کا قول موجود ہے[1] حسنؑ و حسینؑ دو آنکھیں ہیں اور محمد حنفیہ مثل ہاتھ کے ہے۔ جب آنکھ پر آفت آتی ہے تو ہاتھ ہی سے دفع ہوتی ہے۔ ابن ابی الحدید نے یہ جواب اُس وقت کا قرار دیا ہے جب آپ ہر دفعہ محمد ہی کو بھیجتے ہیں دشمن کی زد پر اور اُن کے دونوں بھائیوں کو نہیں بھیجتے یہ اطلاع بھی ہے کہ جب بارہا فوج لڑائی کی تحت میں دونوں شاہزادہ تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑتے تو آپ اصحاب[2] کو حکم دیتے

---

[1] ارجح المطالب ص ۳۰۲ باب سوئم بحوالہ جواہر العقدین سمہودی۔

کہ لوگو ان دونوں لڑکوں کو لیے حسنینؑ علیہما السّلام کو تھام لو میں ڈرتا ہوں کہ ان کے شہید ہو جانے کی وجہ سے کہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل قطع نہ ہو جائے۔ ذاکری کی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ معاویہ نے جب گھاٹ پر قبضہ کیا تو حسینؑ ہی کی خون آشام تلوار تھی جس نے ٹڈی دل فوج کو تتر بتر کیا۔ دشمن کی یہ شکست اس پہلو سے تو صحیح معلوم ہوتی ہے کہ یہ دلیری اور بہادری واقعہ کربلا تک دشمن کو یاد رہے مگر سمہودی کا ٹھوس حوالہ مظہر ہے کہ صفین میں دونوں بھائی عام سپاہیوں کی طرح آزاد نہ تھے۔ باپ کی طرف سے پابندی تھی اور جب مصلحت ایزدی ہوئی وہ جب ہی بھیجے گئے۔

واقعہ کربلا کی یاد جیسی صفین میں ہوئی عمر بھر نہ ہوئی تھی چنانچہ سپہر کاشانی نے امالی صدوق کی وہ روایت جس کی سند عبداللہ ابن عباس تک پہنچی ہے۔ عیون الفاظ میں اپنے ترجمہ کے ساتھ درج کی ہے۔ جو بزبان اُردو یہ ہے ابن عباس کہتے ہیں میں صفین کی واپسی میں ساتھ تھا۔ جب نینوا میں فرات کے کنارے پہنچے تو حضرت امیر المومنین نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے ابن عباس کیا اس جگہ کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اگر تم پہچانتے ہوتے تو یہاں سے نہ گذرتے مگر میری طرح روتے۔ کہا اور اس قدر گریہ کیا کہ آنسو ڈاڑھی سے سینہ پر جاری ہوئے اور ابن عباس کے ساتھ جملہ رفقا رو دیے اور آہیں بھر کر کہا مالی دلال ابی سفیان ابو سفیان کی اولاد سے مجھے کیا واسطہ حرب کے گھرانے اور شیطانی لشکر اور کافروں کے سرغنہ کا کسی نے کیا بگاڑا (مجمع میں حسینؑ تھے اور اُن کی طرف رُخ کر کے کہا) اے ابی عبداللہ صبر کرنا تمھارے باپ کو اُس سے سابقہ پڑ چکا ہے جس کا سامنا تمھیں ہونے والا ہے"

یہ وہ حکیمانہ الفاظ اور واقعہ کربلا کی علم افروز حکمت افزا پیشین گوئی تھی کہ آواز دی پانی لاؤ۔ وضو کر کے دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر انھیں لفظوں کو (بڑے دلدوز لہجہ میں) دُہرایا اور غنودگی طاری ہوئی گھنٹہ بھر کے بعد

پکارا ابن عباس عرض کیا حاضر ہوں کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہو تو تمھارے سامنے بیان کروں جواب دیا جو ملاحظہ ہوا وہ اچھا ہی ہوگا فرمایا میں نے دیکھا کہ آسمان سے کچھ مرد سفید علم لئے ہوئے اُترے چمکتی ہوئی تلواریں اُن کے ہاتھوں میں ہیں اور زمین کے گرد ایک خط کھینچا پھر میں نے دیکھا کہ ان درختہائے خرمہ کی ڈالیاں زمین سے ٹکرائیں اور جنگل تازہ خون سے بھر گیا اور میرا دل وجان حسینؑ اس خون میں تڑپ رہا ہے اور ڈوب جانے پر خون میں کوئی اُس کی فریاد کو نہیں پہنچتا اور نورانی چہرہ لوگ آسمان سے اُترے اور اُنھوں نے کہا آلِ رسول صبر کرو۔ تم شریر ترین مردم کے ہاتھ سے قتل ہو رہے ہو اور یہ بہشت تمھارا مشتاق ہے فرمایا پھر اُنھوں نے مجھے پرسہ دیا اور کہا اے ابو الحسن آپ کو بشارت ہو جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے دادرسی کے لئے حاضر ہوں گے اُس روز آپ کی آنکھوں کو خدا خنک کرے گا۔ ابن عباس یہ خواب نقل کرکے کہا پھر میں بیدار ہوا اور چونک پڑا جس خدا کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے پیکر صدق ابو القاسم (محمدؐ) نے خبر دی کہ میں باغیوں کی سرکوبی کے موقع پر عنقریب گذروں گا۔ یہی کربلا ہے یہاں حسینؑ میری اور اولاد فاطمہ کے سترہ نفوس کے ساتھ قتل ہوگا یہ (شہداء) آسمانوں میں جانے پہچانے ہوئے ہیں اس زمین کی یاد آسمانوں میں اسی طرح ہے جیسے مکہ اور مدینہ اور بیت المقدس (محتاج تعارف نہیں)۔

یہ کہہ کر ابن عباس سے کہا کہ اس زمین پر فضلۂ آہو (ہرن کی بیٹ) تو ڈھونڈو۔ قسم بخدا نہ میں جھوٹ کہتا ہوں نہ مجھ سے دروغ کہا گیا ہے یہ بیٹ زعفرانی ہے۔ عبد اللہ بن عباس صحرا سے تلاش کرکے لائے۔ آپ نے سونگھ کر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے اسے عیسیٰؑ بن مریم نے استشمام کیا تھا اور وہ بھی ادھر سے گذرے تھے حواریین کے ساتھ اور ان (بارہ شخصوں) کے روبرو جنگل کے ہرن جمع ہوگئے۔ عیسیٰؑ بن مریم روئے اور حاضرین نہ جانتے تھے کہ عیسیٰؑ کیوں روتے ہیں۔ جب اصحاب نے پوچھا تو عیسیٰؑ نے حواریین کو جواب دیا کہ جانتے ہو

یہ کون زمین ہے عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہ وہ زمین ہے کہ رسول خداؐ احمد (مجتبیٰ) کی اولاد قتل کی جائے گی وہ بتولِ پاک کی نسل ہوگی جو میری ماں مریم سے مشابہ ہوں گی ان کی یہاں قبریں بنیں گی۔ اس زمین کی خوشبو مشک سے تیز ہے۔ یہ پیغمبر کے شہید فرزند کی طینت ہے اور انبیاء و اولاد انبیا کی طینت ایسی ہی ہوتی ہے صحرا کے ہرن بولے ہم فرزند رسول کی زمین قبر کے شوق میں یہاں کی گھانس سے سیر ہوں گے اور اس زمین کو اپنے امن کی جگہ سمجھیں گے (وحشی جانور کی آل محمدؐ سے یہ دلچسپی عیسیٰؑ کو ایسی پسند آئی) کہ دست دعا بلند کی اور خدا سے عرض کیا۔ ان مینگنیوں کو باقی رکھ جب تک مقتول کے والد بزرگوار دیکھ نہ لیں اور روح اللہ کی طرف سے یہ یادگار ماتم پرسہ کا ذریعہ ہو یہ طویل سرگزشت بیان کر کے مولا نے پھر دعا کی اور بارگاہِ صمدیت میں عرض کیا اے عیسیٰؑ کے رب شہید ہونے والوں کے قاتل اور اُن سے تعاون کرنے والوں اور جنھوں نے اُن (مظلوموں کو) چھوڑ دیا اُن کو برکت نہ دے (ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۳۱ و ۱۳۲)۔

خلافت امام حسنؑ کے دس سال

عمر ۴۸ سال

جس عمر میں نانا کو تبلیغ دین کا حکم ہوا تھا اُس سن و سال سے بھائی کے ختم دورِ امامت میں اونچے ہو چکے تھے۔ عام انسان زندگی کی اس منزل پر پہونچنے کے بعد جوانی سے دور بڑھاپے سے قریب سمجھے جاتے ہیں اور عقل پختہ تجربہ کامل زندگی کے نصب العین میں پہاڑ کا ایسا ثبات پیدا ہوتا ہے۔ زمانہ کی مخالفت ـــ اور دشمنی کی بڑھتی ہوئی طاقت بھی کم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

۲۸ صفر ۵۰ھ کو امام حسنؑ طبعی موت سے دنیا چھوڑتے تو بناء مخاصمت نہ تھی۔ اُن کو زہر دیا جانا تسلیم، شامی سازش یقینی۔ جنازہ پر

تیر واقعہ بطور حقیقت مسلم اکثریت اُن کو قابل ہمدردی سمجھتی اور جنازہ کے ساتھ مجمع کا یہ حال کہ سوئی گرتی تو زمین پر نہ پہنچتی سری سر رہتی۔ (دیکھو تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۰ واتحاف صلاۃ وغیرہ) اس اژدحام کو یقین تھا کہ حسینی مرلح نعش برادر کا زخمی ہونا برداشت نہ کرے گا)۔

یہ سارا وقت صبر میں گذرا ایسا نہیں کہ عباس جو صفین میں موجود اُس کو کہیں چھپا دیا ہو یا کچھ جوان رو کے ہوں محمد حنفیہ جس نے صفین وجمل میں صفِ دشمن زیروزبر کر دیا اونکی تلوار کھیچ چکی ہو مسلم بن عقیل جن کو مستقبل میں شیر دشت وغا کہا جائے گا اُن کو خاندان کی عورتوں نے نقضِ امن میں گھر سے نکلنے نہ دیا ہو نہیں نہیں ابو عبداللہ الحسین کا قلادہ اطاعت ہے جو سَر اُٹھنے نہ دے گا۔ حکومت الٰہیہ کی ہیبت میں سب سرفروش خاموش ہیں۔

"الحسنؑ" کے مطالعہ سے آپ کو علم ہوا کہ ہمارے دوسرے امام کی قاتل جعدہ تھی اور وہ زہر دینے کے بعد شام کی طرف سفر کر گئی۔ اس لئے کہ معویہ سے انعام حاصل کرے۔ امام حسینؑ اگر مجرم کا تعاقب کرتے تو حق تھا مگر صبر کیا نہ وہ اُمّ المومنین کی طرح خون برادر کا انتقام لینے اُٹھ کھڑے ہوئے وہ غیر متعلق جوش اور حیلہ تھا۔ انتقام کا یہاں حقیقی بھائی کے قتل پر بدلہ لینے نہ اوٹھے امام حسنؑ کی شہادت میں جعدہ کے پردہ میں معویہ کی ذات تھی اور زہر بھی شام کا آیا ہوا تھا "دس معویہ" کہہ کر ایک جماعت مورخین قتل کا دھبہ دامنِ معویہ پر پہنچاتے ہیں اور قاتل امام حسنؑ معویہ (جو حوالہ الحسنؑ میں دیئے تھے اُس کے علاوہ دیکھو)۔

(۱) مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۵۰ طبع مصر (۲) استیعاب ابن عبدالبر (۳) تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی ص ۱۲۱ (۴) نزہۃ المجالس فاضل صفوری ج ۲ ص ۲۳۱ (۵) مقاتل الطالبین ص ۵۰ طبع مصر (۶) الامام

علی جارج جرداق صـ۲۱۴ (۷) استراع والتخاصم طبع مصر صـ۱۳ (۸) تاریخ روضۃ الصفا (۹) نصائح کافیہ (۱۰) ادب الشیعہ صـ۲۹ (۱۱) ارجح المطالب صـ۵۷ ۳ و ۳۱ ۷ (۱۲) مولائے معویہ صـ۳۶ ۳ طبع فارسی۔

کسی گھر میں موت ہو جانے پر ہمدردی کفار کرتے ہیں مگر نانی جان شہزادہ کی بھرپور غصہ میں خچر پہ بیٹھ کر آئیں اور نانا کے قریب نواسہ کو دفن ہونے نہ دیا حتیٰ کہ انھیں کے گھرانہ کے ایک نوجوان نے سمجھایا کہ روز جمل تو تاریخ میں ثبت ہو گیا اب آپ خچر کا دن بھی (یادگار چھوڑتی ہیں) دیکھو۔(۱) تاریخ ابو الفداء ج ا صـ۱۹۷ (۲) مقاتل الطالبین صـ۷۵ یہ دونوں حوالے بھی مزید الحسنؑ میں سامنے نہ تھے۔

امام حسنؑ کے جنازہ پر یہ انبوہ تو عوام کا تھا اب رہے خواص وہ قید خانہ میں سخت سزائیں پاکر بے خبر امتحان کی منزل پہ تھے نامور دوستدار علیؑ ، نگاہوں پہ چڑھے ہوئے عدا حان اہلبیت جو سُلئے شیعہ زندان کی تاریکی میں اُن کے نام معلوم کرتا ہوں تو تاریخ شیعہ کا خونچکاں ورق بھارت کی عظیم پیشکش دو جلد میں پڑھو اور نیرنگئ عالم کا تماشہ دیکھو۔

بغاوت معاویہ ابن ابوسفیان میں دس برس

سن شریف تخمیناً پچپن (۵۵) سال

پانچ کم ساٹھ برس حیات کا وہ وقت ہے کہ متمدن حکومتیں حکام اور افسران کو پینشن دیدیتی اور اصطلاح عرب میں تقاعد (گھر بیٹھ جانے) کا زمانہ ہے حسینؑ کا مزاج اگر جنگجو ہوتا تو بھائی کی زہر خورانی کے بعد ہی وہ اپنی انتقامی قوت کو استعمال کرتے۔ اٹھ کھڑے ہوتے محترمہ اُم المومنین بی بی عائشہ جب خونِ حضرت عثمان کا انتقام لینے اُٹھ سکتی ہیں تو بھائی کا بدلہ لینے میں حسینؑ کو اچھا خاصہ حق پہونچتا مگر وہ دنیاوی سیاست کے پابند نہ تھے الٰہی دستور اُن کا

نصب العین اور حکم ایزدی کا اُن کو انتظار تھا شام کے انتظامیہ سے گرفتاریوں کی
تعداد بڑھتی رہے دوستوں کے جیل جانے کی خبریں پہنچتی رہیں۔ اور بعض کے قتل
کی اطلاع خون میں جذر و مد پیدا کرتی۔ مگر وہ پھر دس برس صبر و سکون سے
کاٹ لیتے ہیں اور اُن کو کسی بچّہ کے پیدا ہونے کا انتظار، کسی نونہال کے بلوغ
کی فکر، کسی اُٹھتی کونپل کے فنونِ جنگ سے تکمیل اور اُس کو مجاہد کی ڈگری دینے
کا عزم بالجزم کسی لڑکی کے ازدواجی رشتہ کا وقت تنگ ہو جانے کی فکر ایک
متوفیہ جو باپ کے دور میں زندہ ہو چکی تھی اُس کے صاحبِ اولاد ہونے کی
اطلاع کا شوق جو شریک جنگ ہونے والا ہے۔ کسی شہنشاہ کو ایک لاکھ جنگی
جوان فوج کے بھرتی ہونے میں جس دیکھ بھال کی ضرورت ہے اُس سے زیادہ
حسینؑ بن علی کی دوررس نظریں بہتر جان بازیچا کرنے میں کامیاب ہیں اور
واقعہ کربلا کو جنگ کا درجہ دینا تو صحیح نہیں محیر العقول قربانی اور صورت اعلیٰ کے
خواب کی تعبیر ہے اگر جنگ ہوتی تو بدر سے حنینؑ تک جو انداز حرب تھا اُس کی تصویر
کھنچتی وہاں تو اسلوب بدلا ہوا۔ آئین نئے، سرگذشت انوکھی مختصراً گذارش یہ ہے
حسینیت چونکہ بیرونی اور اندرونی دو طرح کے حملہ برداشت کر رہی ہے اس لئے
معاویہ کے کردار پر ایک طائرانہ نظر کے پہلے خفیہ ریشہ دوانیوں کا بھی جائزہ
لیتے چلیے۔

جراحاتِ قلم

ایک نئی آواز

اطلاع و معذرت

جب عنانِ قلم یہاں تک پہنچی تو بجائے آغاز حکومت یزید کا عنوان سپرد قلم
کرکے واقعہ کربلا شروع کرتا تھا مگر بدنصیب بھارت کی یہ آواز امام حسینؑ کے
واقعہ کربلا سے پہلے کی زندگی محفوظ نہیں (صفحہ ۷، ۱ اصل کتاب شہید

انسانیت طبع اوّل الہ آباد یوپی) اس سدیسہ کو تار تار کرنے کی ضرورت نہیں اگر سیرت کی تمام کتابوں سے قطع نظر کی جائے تو صرف ناسخ التواریخ کی چھٹی جلد کا اردو ترجمہ انکار کو اثبات کر سکتا ہے یہ مکروہ صدا جمنا کے کنارے سے نہ ہی بلند ہوتی تو ذات وصفات پر جو کچھ لکھنا تھا پہلے وہ ملاحظہ ہو بلکہ گذشتہ صفحات میں پڑھنے پر جسے یاد رہ گئے اور حافظہ جس کا صحیح کام کر رہا ہے وہ واقف ہے کہ بچے کی زندگی جب سے شروع ہوئی وہ سب محفوظ ہے۔

امام کے خطبات، احتجاج[1]، مغفرت[2] کی دعا، مکاتیب[3] سب کچھ موجود ہے چشم بصیرت چاہیے۔ صحیفۂ حسینیہ بمبئی میں چھپ چکا۔ اگر اس کی مجموعی دعاؤں اور لفظوں کو بھی نظر انداز کرو تو صرف ایک دعائے[4] عرفہ حقائق و معارف کا وہ بے پایاں سمندر ہے کہ ہم صحیفہ سجادیہ کی دعائے عرفہ سے جب موازنہ کرتے ہیں تو صاف آشکار ہے کہ وہ باپ کا کلام ہے اور یہ بیٹے کا کیا قرآن حکیم ہے حسینؑ کے بچے کی زندگی نہیں محفوظ کی شاید وہ آج کل کی آڑ، روشن خیال جماعت کے نمائندہ ہوں جو خلعتِ عید بھیجا ہوا گہوارہ جنبانی ملک کے ہاتھ سے) کو عقیدت سمجھتے ہوں تو بچے کی زندگی میں حسینؑ کے تین پیہم روزہ اور ایثار محفوظ نہیں ہے اور چھٹپن میں نانا کی طرف سے گواہ بن کر بنی نجران کے روبرو لایا جانا ضبط و تدوین میں نہیں آیا یہ تھا آغاز اور انجام پر کیا دنیا کی کوئی طاقت مسلمان ہوتے ہوئے قرآن کی روشنی میں اُن پر زمین و آسمان کے امکان گریہ کا انکار کر سکتی ہے تمام متکلمین کا اتفاق ہے کہ عصمت امامت کے ذیل میں لسان قدرت کی نفی "میرا عہد ظالم کو نہ پہنچے گا" اُس کا مثبت یعنے عادل کو پہنچے گا سب کو تسلیم ہے تو کیا بکاء سماوات سورۂ دخان کی منفی اطلاع اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عام اموات پر فلک اشکبار نہ ہوا اور کسی خاص پر روئے گا۔ مولائے کائنات نے

---

۱ احتجاج طبرسی ۲ مجمع الدعوات سید ر؟ ۳ ناسخ التواریخ جلد ۶
۴ زاد المعاد مجلسی اعمال ماہ ذوالحجہ۔

زخم زبان کے ہمیشہ تازہ رہنے کی شکایت کی ملت کو۔ جو زخم قلم سے پہنچ رہے ہیں وہ اور زیادہ مہلک ہیں اس میں۔ حال کے ساتھ استقبال بھی مجروح ہوتا ہے اگر زندگی محفوظ نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ عوام بے خبر ہیں تو جو عربی سے ناآشنا ہو اُس پر مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون لکھ کر سیرت کو عجمی زبان کا جامہ پہنا کر حجت تمام کردی اور سپہر کاشانی مورخ نے ناسخ التواریخ کی چھٹی جلد میں قریب قریب اس فرض کو بدرجہ اتم ادا کردیا اور غیر عربی داں نہیں کہہ سکتا کہ سیرت حسین عربی مصادر میں محدود ہے۔

سیرت کے یہی معنے ہیں کہ پیدائش سے موت تک کے تمام حالات پر قلم اُٹھایا جائے اور مشکک کربلا سے پہلے کی زندگی جو پوچھتا ہے وہ رہ نہ جائے تو یہ ۷۰ صفحات جو ابھی تک نذرِ قرطاس ہوئے افسانہ تھے ان کا وجود تاریخ و حدیث میں نہ تھا۔ لگر وجود تھا تو پھر اس اطلاع کے کیا معنے لہٰذا ابھی تک جو کچھ سپردِ قلم ہوا اُس کو تاریخی حقائق کا درجہ دو اور اب جو خامہ فرسائی کرتا ہے وہ سیرت کے ابتداءِ زندگی کے جملہ واقعات درج کرنے کا کوئی بھی وعدہ نہیں کرسکتا۔

بیشتر کوائف ناظرین کے روبرو آچکے اب جان بوجھ کر ایک وہ حقیقت پیش کی جاتی ہے جس سے ایک واقعی مجتہد جامع الشرائط "ضعیف ہے" کہہ کر منکر قرار دیتا ہے اور اُس کا یہ شوقِ اجتہاد صحیح اور استنباط لطیف تحصیل کی تہمت ہے جس کے تحت میں فتوے صادر ہوتے ہیں اُس حقیقت کا نام ہے۔

بن اولاد راہب کو سات بیٹے دینا یہ بھی طفولیت کا اقدام ہے جب وحی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سرکارِ رسالتؐ کی آغوشِ رحمت و احسینؑ عرش سے بہتر نانا کے زانو پر ہیں، باپ بالائے منبر سے اگر جبریل کو ڈھونڈ سکتے ہیں تو اس منبر کی زینت حسینؑ قضا و قدر تک نگاہ پہنچا سکتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی دوسرے بھائی کے لفظ اقدس کو لوح محفوظ تک رسا تسلیم کرچکے ہیں۔ راہب چاہتا ہے کہ گھر اُس کا بے چراغ

نہ ہو رسول نفی میں جواب دیتے ہیں۔ حسینؑ پے در پے سات فرزند پیدا ہونے کا وعدہ کر لیتے ہیں۔ وقار رسالت سامنے رکھ کر علماؒ نے اس تصادم خیال سے انکار کیا ہم عقل کی کسوٹی پر واقعہ کو کستے ہیں۔ بیٹوں کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ حسینؑ کی سفارش سے سات فرزند بخشش ایزدی پا جیگا۔ مگر سب اُس کی زندگی میں مر جائیں گے اور وہ لاولد قرار پائے دعا قبول ہونے کا اہم پہلو یہ ہے کہ وہ سب زندہ رہیں گی ماخذ سامنے نہ ہونے سے فرزند رسول کا یہ اقتدار بنظر احتیاط اوّل سے آخر تک نقل کرنے سے ہم قاصر ہیں حوالہ دل نشین اور ٹھیک ہے ملاحظہ ہو (تحفۃ الانساب از سید محمد حزہ گانوی ضلع بارہ بنکی صفحہ ۶ طبع اثنا عشری پریس لکھنو ۱۳۰۸ھ)۔

بزم رسول کے حاضرباش اس واقعہ کو نقل کرکے دوسرے راویوں کے سپرد کرتے تو اختلاف آرا تھا اس لئے وہ خاموش رہے اور حدیث آگے بڑھ نہ سکی یہ کیسے معلوم کہ راہب کس ملک کا باشندہ تھا جہاں کا رہنے والا تھا وہاں کی بستی سے کون پوچھتا کہ وہ لاولد رہا اور نبی کی نفی نے اُس کو بے نیل مرام واپس کیا یا وہ پھولا پھلا اور اولاد سے اُس کا گھر بھرا۔ عربی کتب سیرت میں یہ واقعہ ناتمام درج ہو کر کوئی افادی پہلو نہ رکھتا اس لئے نہ پایا گیا یہ صحت وثوق پر پہلی ضرب ہے شہرت میں دوسری رکاوٹ یہ کہ جہاں سے آیا تھا وہ ارض شرک تھی کیونکہ ضبط تحریر آتا جب شق القمر فلکی خارق عادت کے ثبوت ہمکو ملک میں ڈھونڈھنا پڑتے ہیں تو کسی ایک گھرانے کا یہ واقعہ کون بتاتا گر جب علم نواز خلقوں میں تلوار کے پشت نامہ اور شہسواروں میں گھوڑے کے شجرہ میں تو اگر پنجاب کا کوئی خانوادہ دعویٰ کرے کہ ہم راہب کی نسل ہیں تو انکار مشکل ہوگا۔ میرے کان تک یہ آواز آچکی ہے کہ جہلم میں یہ نسل موجود ہے۔

دوسری مثال حسینیت کے ذیل میں علماء کے فتویٰ کی واقعہ کربلا میں

لے تنبیہ الغافلین بطرد المعاندین مولوی مرتضیٰ حسین مرحوم

قاصد صغرا کی معجزہ عاشورہ آمدہ ہے جو دوسرے درجہ کے مقاتل میں پائی جاتی ہے اور ممکن الوقوع ہے سلیمان بن داؤد کا نامہ تبلیغ دین کے سلسلے میں اگر ایک پرندہ (طائر) شہر سبا کی رانی بلقیس کو پہنچا سکتا ہے تو مدینہ رسول سے دشتِ غربت نینوا میں بھیجنے والا طی الارض بھی دور افتادہ بیٹی کا خط چند ساعت کے مہمان باپ کو بھی پہنچا سکتا ہے اور اس حکایت میں قوت پیدا ہو جاتی ہے جب عرب کے سیاح چپہ چپہ چھان کر یہ خبر دیں کہ اُس کی تو اولاد وہاں عرب میں موجود ہے ہدہد کے سر پہ نامہ بری کے حسنِ خدمت اور سرفرازی میں تاج ہے اور ایسے سخت وقت میں مدینہ کا چٹھی رساں بے نام و نشان رہے عقل میں نہیں آتا۔ ؎

دیکھے خط شاہ کو قاصد یہ بولیں صغرا
دل تڑپتا ہو لے جا مری تحریر کے ساتھ
ذاکر

کہنا پڑتا ہے کہ کچھ فقہا اس منزل پر اپنی قوت فکر کو استعمال نہ کرتے ہوئے جواز ماتم حسین کی ترسیم کرتے وہ ان کی بہت اعلیٰ سوجھ بوجھ تھی مگر یاد رہے سوز خوانی کا جواز اس تقریر سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتا اور سوانح زیب النساء کے صفحات میں پیرے تاثرات حسب معمول باقی ہیں مسلمات مذہب نہیں بدلتے اور اس پاکیزہ عمل پر عقوبت بڑھ جائے گی۔ فاعل شر کی اسی وجہ سے " الغنا فی المراثی کالزنا فی المساجد" کا نظریہ وزن رکھتا ہے۔

پیادہ حج اللہ کے گھر کو دیکھنے جانا اور مروج اسلام حضرت ابراہیم کی زوجہ جناب ہاجرہ کا مکہ میں قیام بد نصیب عورت کی باہمی نزاع پر صحرا میں گھر بسانا اور خلیل اللہ کی بیابانی کی شرکت عمل نہ کرنے سے دودھ پیتے بچے کو لے کر جنگل میں قیام۔ پانی کی تلاش بچے کے اکیلے پڑے رہنے پر خوف زدہ ہو کر پھرنا کام پلٹنا اور چشمہ زمزم کی غیبی جنبش آسمان سے اترے ہوئے کالے پتھر پر بوسہ۔ ایک طرح کا بہت لوازیہ تھا سفر وغیرہ۔ شیطان کو ایک جگہ فرض کر کے پتھر مارنا آخر میں قربانی اس کا نام ہے حج جو دور دراز کے ممالک میں رہنے والوں کے لئے تو بہت دشوار ہے مگر

پائے جانے والے پر واجب اور مقامی لوگوں کے لئے نسبتاً آسان ۔ چنانچہ امام حسینؑ نے اپنی زندگی میں ۲۵[لہ] حج پیادہ کئے اور مدینہ سے مکہ بغیر کسی سواری کے راہِ ثواب طے کی عرب میں عمومی سواری مسافر کے لئے اونٹ ہوا کرتے اور اطراف کعبہ کے پیادہ یا یا قاتر پر سالانہ حاضری دیتے لیکن آل محمد نے بتایا کہ ناقہ موجود ہوتے ہوئے یہ راہ اپنے پیروں سے طے ہونا چاہئیے چنانچہ آپ کو اس کنبہ کے بچہ بچہ حجاج کو بغیر مرکب راہ میں نظر آئے بھارت اور پاک کے رہنے والے جن کو سمندر عبور کرنا لازم و ملزوم تھا وہ دودی جہاز تھا جوق جوق اُس پر بیٹھ کر جاتے اور طوفانی لہروں تیز ہواؤں اور مہلک موجوں کا مقابلہ کرتے کبھی ہوا پلٹا بھی دیتی جس کے مقدر میں سعادت تھی وہ شرفیاب ہو کر زندہ واپس ہوتا زمانہ کے ارتقائے مشینوں سے چلنے والے جہاز چھوڑے اب ہوائی جہاز کا مسافر جدہ مقررہ وقت میں پہنچنے لگا مہینوں کی راہ ہفتہ میں طے ہوئے مگر جب طوفان آیا تو خدا یاد آگیا یہ مسافر پیدل چلنے والوں سے موازنہ میں خطرہ سے بہت دور نہ تھے جہاز غرق ہوتا تو لاشوں تک کا پتہ نہ چلتا طیارہ ایجاد ہوا دولت بڑھی اور سرمایہ دار اس راہ میں زمین پر قدم رکھے بغیر پرواز کرکے پہنچے بحری راہ قریب ہے کہ بند ہو جائے سیٹھ صاحبان، لیڈر، علماءِ دین بھی اسی فضا سے گذرے اور جب پوچھا کہ اسٹیمر پر تو جواب یہی ملا کہ طیارہ میں وقت بچتا ہے امام سے بڑھ کر وقت کا قدر دان کون ہوگا وہ ناقہ تیز رو چھوڑ کر پیدل آمد و رفت کرتے اور اُس کو بہترین وقت قرار دیتے چھبیسواں[۲۶] حج بے شک اونٹوں پر مع اہلِ حرم اور حلقہ احباب کرنا چاہا تھا ۔ خواتین اور بچے ساتھ تھے کچھ سن رسیدہ عورتیں قافلہ میں تھیں پہنچے خیریت سے مگر خونریزی کے ڈر سے حرمت کعبہ بچانے یوم الحج سے ۲۴ گھنٹہ پہلے کعبہ چھوڑ دیا اور یزید کا منصوبہ کو اپنی جانیں بچا کر تار تار نہیں کیا بلکہ فنون جنگ کے سب سے بڑے

لہ ۔ رجح المطالب صـ ۳۲

ــــــ ماہر ہونے کا ثبوت دیا۔ مکہ میں ایک آدمی قتل کر سکتا تھا اور بیت اللہ چھوڑ دینے کے بعد چھ لاکھ بھیجنے پڑیں گے۔

عیسیٰؑ بن مریم کی صفت اور میت کو زندہ کرنا

سیرت حسین کا یہ بڑا نمایاں پہلو ہے کہ ایک عقیدت کیش کی چاہنے والی ماں دفعتاً مرگئی وہ روتا ہوا خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وصیت کئے بغیر دولتمند ماں فوت ہوگئی۔ مومن کا سرمایہ تلف ہوتے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اصحاب کے ساتھ آئے آواز دی اور اٹھ کر بیٹھ گئی، سلام کرکے عرض کیا کہ میرا مال اس قدر اور اس جگہ رکھا ہے اس میں ثلث آپ کا ہے جو چاہے کیجئے اور دو تہائی میرے بیٹے کا ہے بشرطیکہ وہ آپ کا دوست ہو ورنہ دشمن ہو تو اس کا کوئی حق نہیں وہ بھی آپ لیں۔

اس اعجاز میں چند در چند باتیں غور کے قابل ہیں پہلے یہ کہ اولوالعزم انبیاء کا جو معجزہ تھا وہ ظہور میں آیا اور آپ اس موقع پر مسیحؑ کی جگہ ہیں دوسرے عموماً احیاء موتے کے وقت میت کو زندہ کرنے والے معصومین دو رکعت نماز پڑھتے مگر امام کو خدا کی دی ہوئی طاقت پر وہ یقین تھا کہ متن روایت میں نماز کا ذکر نہیں۔

(۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زندہ ہونے کا وقت آپ کو معلوم تھا اور علم غیب سے لاعلم نہ تھے۔ نماز پڑھتے تو نظام قدرت میں خلل ہوتا دوبارہ زندہ ہونے کا وقت آگیا تھا۔

(۳) روایت میں پردہ کا کوئی ذکر نہیں ہے یہ دلیل ہے کہ سن تکلیف اس کا موت نے ختم کر دیا تھا۔

(۴) زندہ کرنے کا ایک راز یہ بھی تھا کہ حدیث ہے جو بغیر وصیت مرگیا وہ جاہلیت کی موت دنیا سے گیا دوبارہ زندہ کرنے میں دو عمل حاصل ہوا اور آئین شرع کے بموجب تہائی میں وصیت ہوئی۔

(۵) نیا سبق یہ ملا کہ جو دشمن اہلبیت ہے وہ ماں باپ کی میراث سے محروم اور

سارا سرمایہ اُس کا امام زماں یا اُن کے نائب مجتہد جامع الشرائط کا حق ہے اگر وہ مسبوط الکلمہ اختیارات ذاتی رکھتا ہو۔

اگر یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جب معاویہ مملکت اسلام پر حاکم تھے اور مدینہ اُن کے مقرر کردہ گورنر کے زیر انتظام یا یزید بن معویہ کا دور شروع ہو چکا تھا تو دونوں صورتوں میں اہلِ ایماں پر حاکم جابر کی حکومت نہ تھی اور مومنین کے مقدمہ بنی ہاشم فیصل کرتے تھے۔

(۶) حیات ثانوی پانے والی مومنہ نے اسلامی معاشرہ کی بھی تکمیل کی اور سلام کر کے حدیث پر عمل کیا قول معصوم ہے کہ جو سلام کرنے سے پہلے بات شروع کرے اُس کا جواب نہ دو مومنہ اسلامی زیور اخلاق سے آراستہ تھی جو کچھ کہا وہ سلام کے بعد۔

سفر میں غیب کی خبر انتہائی معنی خیز اطلاع

مدینہ سے مکہ پیادہ پا حج کے لئے جا رہے تھے۔ پیروں پر ورم آ گیا غلام نے گھوڑے پر سوار ہونے کی ورم دیکھ کر تحریک کی تو فرمایا کہ پیروں پر مالش کے لئے تیل آ رہا ہے اُس نے عرض کیا یہاں کوئی منزل نہیں ایک تہائی فرسخ راہ طے کی تھی کہ ایک سیاہ فام آیا تیل اُس کے ساتھ تھا غلام سے فرمایا اس سے روغن لو اور قیمت دے دو حبشی نے کہا میں آپ کا غلام ہوں قیمت نہ لوں گا۔ صرف اس کا طالب ہوں کہ مجھے وہ اولاد نرینہ عطا ہو جو آپ کا دوست دار ہو اُس کی یہ استدعا سن کر فرمایا کہ خدا نے تجھے فرزند دیا گھر جا یہ مژدہ سن کر وہ اپنی منزل پر آیا تو لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ وہ دوستدار پھر واپس ہوا اور بچہ پیدا ہونے کی خبر دے کر بے ساختہ دعائیں دیں امام نے قدم مبارک پر تیل کی مالش کی اور ورم جاتا رہا۔ یہ واقعہ مریض کو دوا کرنے کی ضرورت پر روشنی ڈالتا ہے اور ہدیہ پیشکش کا فلسفہ بھی واضح ہوتا ہے آپ دوا کی قیمت ادا کئے بغیر لینا نہیں چاہتے تھے یہ اُس کا فرض عقیدت تھا کہ قیمت کے بدلے دعا کا طالب ہوا اور صاحب اولاد

ہونے میں اُس کی شرط تھی کہ وہ بچہ پیدا ہو جو دوستدار اہلبیت ہو ثابت ہوا کہ وہ بھی نقد ولا سے سرافراز تھا اور اولاد بھی محب تھی اور تیل بیچنے سے ہم اُس کو تیلی کہہ کر پیشہ یا وقتی شغل زندگی میں پست نہیں سمجھیں گے اُس کے ایمان ہی کی خصوصیت تھی کہ حسن بن علی اُس کے منتظر تھے ورنہ جو مردہ زندہ کر سکتا ہے ہاتھ پھیر کر ورم بھی دور کر دیتا اگر اپنے لئے مسیحائی کرتے تو تاجر کی ہمت افزائی اُسکی نیک نیتی کا جائزہ نہ لیا جاتا اور "سفر وسیلہ ظفر ہے" کی تصدیق نہ ہوتی علم غیب نہ تھا تو مستقبل کی خبر پوری نہ ہوتی۔

نوجوان کو شادی کا مشورہ

ازدواجی زندگی میں اگر کسی نے امام کی رائے حاصل کی اور عمل کیا تو اُس کے کردار اور مقدر پر آفرین ہے اور بدنصیبی سے کسی نے کہنا نہ مانا تو پشیمانی کا روز سیاہ دیکھنا پڑا اُس وقت کے مومنین میں کسی نے چاہا دولت مند عورت سے شادی ہو امام نے روکا اُس نے طمع زر میں نکاح کر لیا تو نگری اس رشتہ کے بعد رخصت ہوئی مالی حالت خراب ہونے پر پھر خدا یاد آیا اور امام سے تہیدستی پر فریاد کی آپ نے اُس کو جھڑک نہیں دیا اور یہی فرمایا کہ میں نے تو منع کیا تھا مگر تو نے نہ مانا اچھا اب اُس کو چھوڑ دے خدا اس سے بہتر دے گا اور دولت مند کرے گا اُس نے طلاق دیا دوسری شادی کی بیاہتا بی بی کے بعد جس میں امام کے حکم کی خلاف ورزی کار فرما تھی۔ نئی دلہن مبارک قدم ثابت ہوئی۔ مالی حالت بھی بہتر سے بہتر ہوئی اور دو لڑکے خدا نے عطا کئے۔

یہ زبانِ عصمت کا اثر اور ارشاد فیض بنیاد کے برکات تھے کہ پہلے والی عورت گھر آباد رکھ نہ سکی اور چھٹکارا اور دوسری شادی میں انسان پھولا پھلا آج بھی استخارہ منع آنے پر کچھ لوگ۔ اپنے ذاتی رجحان پر عمل کر کے شادی کرتے ہیں اور طرفین کے نقصان اُٹھانے پر عالمِ دین کو کہنا پڑتا ہے ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

نیک اور بد تاریخیں

انسان کی نقل و حرکت اُس کا ماضی و مستقبل ستاروں سے وابستہ اور دن ستاروں ہی کی گردش اور اتار چڑھاؤ کا نتیجہ ہیں اس لئے یہ سمجھ لینا کہ سب تاریخیں اچھی اور نحوست ایام قدامت پرستی ہے غلط ہے۔ چنانچہ سعد و نحس کے ساتھ دونوں پہلو خیر و شر کبھی اچھائی اور برائی حد سے بڑھ جاتی ہے ایسا ہونے پر جہاں نیکی کی فراوانی ہوئی اُس روز کو عید اور جہاں بدی کی زیادتی ہوئی اُس کو نحس اکبر کہتے ہیں اور جب نحوست اور بڑھ جائے تو اُس کا نام قمر در عقرب ہے اور یہ مطلب کتاب خدا سے بھی ثابت ہے "فی یوم نحس مستمر" بری تاریخ جس کی بدی وقتی نہیں ابدی ہے۔ اس نظریہ کا لحاظ تھا اور اب بھی ہے اور اگر انسان کو دنیاوی خطرات سے بچنا ہے تو اس کا لحاظ رکھے۔ امام اپنے غلاموں کو حکم دیا کرتے تھے کہ فلاں دن سفر نہ کرنا ایک دفعہ آپ کے غلام گھر سے نکل پڑے اور پردیس روانہ ہوئے راہ میں چوروں نے سامان لوٹ لیا اور مسافروں کو قتل کر دیا۔ اس قتل و غارت کی اطلاع حاکم مدینہ کو ہوئی اُس نے (اپنے دیرینہ کینہ سے اس حادثہ اور امام کی ذات کو عام فرد قوم سمجھتے ہوئے) کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کے غلام قتل کر دیئے گئے فرمایا ہاں میں اُن کے قاتلوں کو پہچانتا ہوں یہ جواب کمال اعتماد کا پتہ دیتا ہے اور وہ تعجب سے پوچھتا ہے کس نے قتل کیا آپ نے فرمایا یہی شخص جو تیرے سامنے کھڑا ہے اس نشان دہی پر حاکم اور مخبر دونوں حیرت زدہ ہوئے اور قاتل نے کہا آپ نے کیوں کر جانا کہ میں نے قتل کیا فرمایا اگر میں کیفیت بتاؤں تو اقرار کرو گے عرض کیا جی ہاں فرمایا جب تم شہر سے باہر نکلے تو مدینہ کے فلاں فلاں غلام اور حبشیوں کے ساتھ تھے الخ اس مفصل کیفیت پر حاکم مدینہ بکلی متاثر ہوا اور مجرم سے غصہ میں کہا کہ سچ سچ کہہ ورنہ تیری کھال کھینچ لوں گا اُس نے یہ کہتے ہوئے امام کی تصدیق کی کہ آپ تو گویا میرے ساتھ تھے اور والی مدینہ نے سب چوروں کو طلب کر کے مال مسروقہ واپس لیا اور مجرم کو نیپ اُڑا دیئے (دمعہ ساکبہ و خلاصۃ الاخبار ۱۴۶) دوسرے ماخذ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روانگی زراعت کی طرف تھی اور آپ نے

جانے کا دن جمعرات مقرر کی تھی یہ بدھ کو چل کھڑے ہوئے نحوست کا خمیازہ بھگتنا پڑا
اخبار میں حضرات اور خبریں سماعت کرنے والے گاڑیوں کے تصادم، ہوائی جہاز کے
حادثہ فضا میں اور بحری کشتیوں کا سمندر کی وسعت کے باوجود ٹکرانا جان اور مال کا
نقصان بری تاریخوں اور آداب[1] سفر کا لحاظ نہ رکھنے ہی پر ہوتا ہے قانون اسلام سفر و
حضر دونوں مواقع میں وہ جامع دستور ہے جس پر عمل پیرا ہوتے ہیں انسانی نفوس کا تحفظ
ہے اور وہ افراد یقیناً خطرات سے دور ہیں جو دن تاریخ کے ساتھ ساعت بھی دیکھیں
دعائے سمات عصر جمعہ کا معتبر ترین وظیفہ جس کے خاتمہ میں ہے۔ بدھ سایہ اور بادشاہ جا
بدھ سے پہلو نشین اور جو تاریخ اچھی نہ ہو اسے بری گھڑی سے بچا (مفاتیح الجنان و تحفۂ احمدیہ)

زبان عرب سے اعتراف کمال

علامہ نیشاپوری جو سواد اعظم کے نامور مفسر ہیں اپنی مشہور و معروف تفسیر کے مقدمات میں
ایک دلچسپ واقعہ لکھتے ہیں جس سے حسنینؑ کے شبیہ رسول ہونے کی گواہی ثابت ہے حاجتمند
بدو آیا اور یوں سوال کیا کہ میں[2] نے آپ کے جد بزرگوار کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب
سوال کرو تو چار شخصوں میں سے کسی ایک سے شرفائے عرب، کریم آقا، حامل قرآن سے
یا پھر تسکین بخش چہروں کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ۔
تے والا تمام اوصاف کو آپ کی ذات پر منطبق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمام عرب کو
آپ کے جد نے عزت دی جود و کرم آپ ہی کی سیرت۔ قرآن آپ کے گھروں میں نازل ہوا
(آخری وصف صباحت تھا) تو میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم مجھے
دیکھنا چاہو تو حسنؑ و حسینؑ کو دیکھو۔ واقعہ طولانی ہے اور اس اقتباس کا تعلق صرف
انھیں الفاظ سے ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم و شرافت و صباحت و سخاوت
ذات سے خاص تھی۔ نیشاپوری بتاتے ہیں کہ جب قرآن ان کے گھر میں نازل ہوا اور
اجنبی سائل تک نے جس پر کوئی دباؤ نہ تھا باعلان کہا "لما القرآن ففی بیتکم نزل"
تو ماننا پڑے گا کہ یہ حضرات بہ نسبت دوسروں کے قرآن کی تاویل و تنزیل کو بہتر سمجھ سکتے

---

[1] تسبیح فاطمہؑ
[2] غرائب القرآن نیشاپوری طبع بمبئی ج اول ص۲۳

تھے تو اُن کی موجودگی میں اُن کے غیر سے رجوع علم سے جہل کی طرف رجوع ہے۔

یہ تھے امام اتام کی مقدس سیرت کے بعض واقعات جو پیش ہوئے اس سے زیادہ کی محدود صفحات میں گنجائش نہیں فارسی سے ذوق رکھنے والے حضرات ناسخ التواریخ سے اپنی پیاس بجھائیں اور اُردو داں روضۃ الصادقین اور عصر حاضر کا لٹریچر دیکھیں علم و عمل پند و نصائح سب کچھ ملے گا پوری زندگی محفوظ ہے علمی تہیدستی ہرگز نہیں۔

امام حسینؑ کی تاہلی زندگی اور بیبیاں

امرنا صعب مستصعب لا یحتمله الا ملك مقرب

ہمارا معاملہ بہت ہی کٹھن ہے اس کو فرشتہ برداشت کرتا ہے یا وہ مومن جس کے دل کا امتحان ہو چکا ہو

دُرِ مقصود نہ یوسف سا زلیخا کو ملا
رہ گیا ہاتھ میں دامانِ پیمبر پھٹ کر

سیرت انبیاء و اوصیاء میں جب ہم حضرت سلیمان اور امام حسنؑ کا نام دیکھتے ہیں تو اُن کی کثرتِ ازواج محو حیرت بناتی ہے اور عموماً سطحی نگاہ سے کام لینے والے باطن کی گہرائیوں تک پہنچنے سے پہلے فکر و نظر کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور ان انبیاء کی مقدس سیرت پر نظر نہیں کرتے جنھوں نے ایک بی بی پر اکتفا کی اس سلسلہ میں حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی رفیق زندگی نص قران کی بنا پر شاید ایک ہی تھی اور ان دونوں نبیوں کے کئی کئی بی بیاں نہ تھیں سورۂ تحریم میں ہر دو کا ذکر اور لسانِ قدرت نے کردار بد کا شکوہ کیا ہے اور صعفِ انبیاءؑ کے آخری دور میں حضرت یحییٰ کنوارے رہے اور دشمن کے ہاتھ سے بیدردی کے ساتھ شہید ہو گئے عیسیٰ بن مریم نے بھی شادی نہ کی اس کا مقصد یہ ہوا کہ

یہ حضرات الٰہی مصالح اور ایزدی مشیت کے تابع تھے جس کو جو ضرورت ہوئی اُس نے اس طرح زندگی بسر کی ہم کو نقد و نظر کا کوئی حق نہیں سلیمان کثرت ازواج میں معصوم یحییٰ و عیسیٰ ترک دنیا میں ممدوح جب یہ نظیریں صفوف مرسلین میں موجود ہیں تو موضوع پر قلم اٹھانے والے کو بحث و تمحیص کی گنجائش ہوتی ہے۔ امام حسنؑ اس سلسلۂ عصمت کی ایک مضبوط کڑی تھے اور خاندان بنی ہاشم کا مخالف عنصران کے زمانہ میں بام ترقی پر تھا منبروں پر آل رسولؐ سے بیزاری ہوتی، ناقابل برداشت عنوان سے حدیثیں وضع ہوتیں اس پر آشوب عہد میں کیا توقع تھی کہ جو تعداد ازواج سپرد قلم ہوئی وہ صحیح ہے امام حسنؑ پیغمبر خدا سے کثرت نسل کا وعدہ انا اعطیناک الکوثر پورا کرے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ سادات دیواروں میں چنے جائیں گے۔ انھیں خبر تھی کہ امام حسینؑ کربلا میں یکہ و تنہا رہیں گے۔ امام حسنؑ اگر قلت تزویج پر اکتفا کرتے تو سادات تعداد میں کیونکر بڑھتے "الحسن" میں ان حضرت کی بی بیوں کی تعداد پر ہماری تحقیق یاد کرو اسی طرح امام حسینؑ کے ازواج میں بھی کچھ ناموں کا اضافہ ہے جس کی تصدیق معتبر مصادر سے نہیں ہوتی شخصیات پر تقریباً ہر قلم اٹھانے والا اپنے ممدوح کا حال ختم کر کے کتاب کے آخر میں ایک جداگانہ باب قرار دے کر ازواج کا ذکر کرتا ہے جس کو سوانح حیات سے آخری درجہ ملتا ہے حالانکہ ہر بی بی شریک زندگی، رفیقہ حیات جس نے جوانی کے شباب سے پیری کی کمزوری تک ساتھ دیا اس زاویہ نگاہ کی تحت میں ہم نے زوجہ اول محترمہ شہر بانو کا ذکر حسینؑ کی اٹھارہ ۱۸ سالہ زندگی میں کیا اور کتاب کے نقطہ اعتدال پہ پہنچنے پر اُن خواتین کا ذکر مطلوب ہے جن میں اختلاف کی کوئی حد دشمن نے بھی نہیں سُنی وہ اس قدر متحد اور حسینی عدل و انصاف سے شیر و شکر تھیں کہ اُن میں شکر رنجی کا کوئی پتہ چلا نہ سکا۔ یہ تو ناممکن تھا کہ وہ کسی ایک کنبہ کی ہوں ایک قبیلہ اُن کا مرکز ہو ایک وطن اُن کا دیس ہو۔ فاطمہ زہراؑ کی

بہو قرار پانے کی عزت کچھ خواتین نے تو آپ کے والد ماجد کی دور رس نگاہ سے منتخب ہو کر حاصل کی ہو اور بعض کو نظر امامت نے خود چنا چنانچہ عدل ہے کہ غیر ملکی خاتون بھی پہلو نشین اور اموی راج کی ام لیلیٰ بھی زینت خانہ وہ عورتیں یقیناً بد نصیب ہیں جو اولاد سے محروم اور اُن کی گود میں کوئی نونہال نہ ہو تقریباً سب حاجب اولاد اور اُن کے پروردہ آغوش اپنی قربانی میں ہاجرہ کے لعل اسمٰعیل سے کم نہ تھے۔

شہر بانو، رباب، اُم لیلیٰ تو اپنے ناموں سے درخشاں ستاروں کی طرح صفحۂ تاریخ پر چمکتے ہیں ؎

عرب کے سوز میں ساز عجم ہے
حرم کا راز توحید امم ہے

ہر سہ مرقومہ بالا ازواج پر مورخین محدثین مقاتل سب کا اتفاق ہے اور امام کی مشہور اولاد انھیں کے بطن سے تھی ان کے علاوہ بعض واقعہ نگار افسانوی انداز سے جو نام بتاتے ہیں اگر اُن پر نقد و نظر نہ ہو تو کتاب ناتمام اور تحریر تشنۂ تکمیل ہے الحمد للہ کہ میری بے اعوان و مددگار ذات نے کتاب کو یہاں تک پہنچایا۔

ارنب اقوام عالم کی عموماً یہ ذہنیت ہے کہ وہ انسان اشرف مخلوق کے نام اپنی پسند کے جانوروں کے نام پر رکھتے ہیں چرند و پرند کی کوئی خصوصیت باقی نہیں۔ عربی نژاد لڑکیوں کے نام غزال اور عجم میں شاہین بھارت میں مثلاً مولا وغیرہ وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اس خاتون کا نام اگر رنب سے مشتق ہے تو ارنب خرگوش کو کہتے ہیں جو خوبصورت جانور ہوتا ہے اور اولیت کے لحاظ سے اُس کو عورت سے نسبت بھی حاصل ہے تذکرۃ الحیوان میں دیکھو۔ میرے جد اعلیٰ ممتاز العلماء محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی افادہ ہے کہ اگلی اُمتیں جو خدا کی نافرمانی سے مسخ ہوئیں اور قدرت نے ان سے لباس بشر چھین لیا۔ اُن میں خرگوش وہ عورت تھی جو شوہر کی خیانت کرچکی تھی

سلہ یکہ چڑیا ہے اسی کے نام پر بھولی لڑکیوں کا نام رکھتے ہیں لکھنؤ میں مولا کی مسجد شاہی پھوٹی عمارت ہے جو تاریخ لکھنؤ میں درج نہیں ہوئی۔ مصنف کو اپنی کوتاہی کا صدمہ ہے۔

خدا نے عذاب نازل کیا۔

فائدہ جلیلہ یاد رہے بندر، سور، سوسمار وغیرہ سب مسوخات ہیں اور مسخ شدہ جانور زندہ نہیں اُس کا قدرت نے اُس کی صورت میں عبرت کے لئے ویسا ہی علیحدہ مخلوق پیدا کیا جس کی نسل آج تک ہے اور مسوخات میں بعض نجس العین ہیں۔ قدرت کے اس رویّہ سے ثابت ہے کہ شبیہ سازی یادگار قائم ہونے کے لئے قبیح نہیں ہے۔ اور مشبّہ بہ ناپاک تھا تو شبیہ بھی پاک نہیں۔

واقعہ ارنیب کا یہ ہے کہ اُس کے شوہر نے اُس کو طلاق دیدیا۔ اور چھٹکارے کی وجہ یہ تھی کہ اُس مرد مفلس کو ایک سازش کے تحت میں یہ سبز باغ دکھایا کہ اگر اپنی حسین بی بی کو چھوڑ دے تو معاویہ اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کر دے گا اور تم امیر شام کے داماد ہوگے اس فریب کی وجہ یہ تھی کہ یزید اُس سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ وہ خاتون طلاق پا گئی یزید کا پیام عقد جیسے جارہا تھا اُس سے امام حسینؑ سے حسن اتفاق سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اپنا بھی ضمنی پیام دیدیا ارنیب جس کو منظور کرے۔ یہ واقعہ جہاں جہاں مجھے نظر آیا بیانات میں ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے تفصیل کی ضرورت نہیں افسانہ ہے۔

(۱) ثمرۃ الاوراق ص ۱۹۶ طبع مصر تقی الدین ابوبکر عربی۔
(۲) روضۃ الشہدا کاشفی فارسی طبع نولکشور ص ۱۳۲
(۳) حاشیہ تصلیح کافیہ محمد عقیل سنگاپوری ص ۹۷ خارج کتاب۔
(۴) زہر الربیع طبع بمبئی ص ۳۶۵

میں اس حکایت پر نظر ثانی کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ ثمرۃ الاوراق ادبی کتاب ہے جس میں لطائف بھرے پڑے ہیں اس کو تحقیق وتدقیق سے کوئی تعلق نہیں اس کا مولف امام حسینؑ سے دور کا بھی تعلق نہ رکھتا تھا اب رہے واعظ کاشفی ان کے الفاظ میں نقل حکایت کے سوا کوئی جان نہیں۔ زہر الربیع کے صفحات میں ہونا بھی مفید مطلوب نہیں صاحبان ذوق جانتے ہیں کہ

اُس میں کیا کچھ نہیں آخر میں نصائح کافیہ کا نام آتا ہے جس کو متن کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے جو نسخہ مکتبہ حاجی داؤد ناصر کراچی میں ہے اُس کے حاشیہ پر یہ واقعہ ہے اور ایزاد الحاق کی حیثیت سے ہے بجز تقی الدین ابوبکر کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ اور بقول صاحب تقلیب المکائد علیہ الرحمہ لکھنے والوں میں کوئی کہتا ہے کہ جو پیام یزید کا لے جا رہے تھے وہ ابوہریرہ تھے اور کوئی کہتا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری درمیان میں تھے جن کی ذات خاندان رسالت میں جانی پہچانی ہوئی ہے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ عورت کے نام میں بھی اختلاف ہے ارنیب یا اُمِ زینب بنتِ اسحاق نام ہے اور یہ اختلاف یقیناً اساسی کمزوری کی دلیل ہے اس واقعہ کو قبول کر لینا ویسا ہی ہے جیسے اسلامی بیشتر کتابوں میں حضرت رسول کی اپنی بیویوں سے محبت پر مشتمل روایات قصہ زینب کا ایک رخ ہیں عشق نبوی ثابت ہوا مگر شانِ رسالت پر ضرب پڑتی ہے۔ اسی طرح قصہ ارنیب کی تصدیق میں واقعہ کربلا زن زمین زر کی تحت میں مادی جنگ ہو کر رہ جائے گا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں حضرت سید الشہداء روحی فداہ کی فہرست ازواج میں کسی چھوٹی بڑی کتاب میں یہ نام نہیں ہے اور نہ اس ہیلم کا ذکر ہے۔

ہند زوجہ یزید

اب رہا ہند کا انتساب اس کا پتہ بعض اعلام کی تحریروں میں ضرور ملتا ہے اور ہند کی حیثیت یزید کے گھر میں آسیہ زوجہ فرعون کی ایسی تھی اور ابوسفیان کا نیب شامی مکر و فریب اس کو زینت محل سرا بنائے ہوئے تھا قید خانہ شام میں اس کا آنا تو سوائے مراثی کے نثر نویس قلم سے میں نے آج تک نہیں دیکھا مگر زندان میں آنا تعجب خیز اور بعید از عقل بھی نہیں ہے ہند کی گریہ، خواب، دربار یزید میں آنا اور سراسیمگی فریقین کی نثر کتابوں اور مقاتل سے اچھی طرح ثابت ہے۔ علامہ الحاج سید اسماعیل یزدی اردکانی جو ماضی قریب کے عالم تھے۔ ان کی فارسی مختصر رسالے کا بعینہ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

مجلس نہم سے روایت ہے کہ ہند دختر عبداللہ بن عامر یزید کی بی بی تھی اس سے

پہلے حضرت امام حسینؑ کے عقد میں تھیں[1] (مجالس الواعظین طبع ایران صفحہ ۵ اڈیشن ۱۳۲۰ھ)
ہند کی خبر شہادت امام مظلوم پر سوگواری اور تاثر واقعہ کربلا کی تفصیل شروع ہونے پر آپ کے سامنے آنے والی ہے۔ یہاں اُس کا دہرانا قبل از وقت ہے۔ اس ذمہ دارانہ رشتے کا پس منظر یہ ہے کہ ہند سے اس رشتہ کا انقطاع ممکن ہے کہ مدت معینہ ختم ہونے پر ہوا ہو یا وہ مطلقہ امام ہو۔ لغات میں کوئی صراحت نہیں۔ اس لئے ناچیز مصنف خاموش ہے اور ہند کا نام بھی فہرست ازواج امام سے خارج ہوتا ہے۔ واقعہ کربلا سے پہلے اگر کوئی کہتا کہ امام جب علم امامت سے جانتے تھے کہ ہند یزید کی رفیق زندگی ہونے والی ہے تو اس سے کیوں عقد کیا لیکن شہادت کے بعد قتل امام کی اس حکمت کا پتہ چلا کہ دشمن کے گھر میں اپنا ماتم اُس سے کرانا تھا۔

(۱) عزت مآب شہربانو

فرزند رسولؐ کی زوجہ لوٹے بیاہتا بی بی جن کا باپ یزدجرد ابن شہریار ولد شیرویہ پسر کسریٰ خسرو پرویز کا چشم و چراغ اور فارس کا مطلق العنان بادشاہ تھا۔ زبان فارس میں بانو ہر عورت کو کہتے اور جمع "بانوان" ہے۔ اصل نام "شاہ زنان" تھا اور قدرت نے اُن کو "اُمّ الائمہؑ" تو اماموں کی ماں قرار دیا ہے۔ راوی اپنی یادداشت اور ذہنیت کے مطابق نام بھی دل نشین نہیں کر سکے کچھ راوی جہان شاہ۔ شہر زنان۔ جہان بانو بھی کہتے ہیں اور اس اختلاف کا کوئی وزن نہیں۔ اصلیت اپنے مقام پر باقی ہے۔ یہ معزز خاتون بچہ پیدا ہونے کے سلسلہ عہد امیر المومنینؑ میں چار برس باقی تھے کہ ولادت امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد تخمیناً دس روز کے اندر ۳۸ھ میں وفات پا گئیں ان کی رحلت پر علماء شیعہ میں تعدداً اور متاخرین میں ایک جم غفیر کا اتفاق ہے اور اسی وجہ سے ایک طبقہ علماء واقعہ کربلا میں روایت شہربانو کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ اس روایت پر نقد و نظر کا قارئین کرام اپنے محل پر انتظار کریں فی الحال کچھ کہنا قبل از وقت ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء شیعہ کے تقریباً اتفاق کے بعد کوئی اور قول نہ ہو ایسا نہیں ہے بلکہ اس معظمہ کے

---

[1] فلاح المومنین صفحہ ۵۹ میں فتویٰ ناصر الملت مرحوم بھی یہی ہے۔ ... اگرچہ تحفۃ الملوک ... حیدری لاہور ... باقی ہے تو شہربانو کی وفات ... دوسرے قول ... شعبان ... [illegible]

فرات میں غرق ہونے کی روایت بھی پائی جاتی ہے اور صاحب مہیج الاحزان نے ابن شہر آشوب ایسے بلند پایہ محقق کے قلم سے اس کو پایا ہے اور مجلسی علیہ الرحمہ اپنی بحار الانوار دسویں جلد میں اس قول کو نظر انداز نہیں کر سکے اور اسیری کا تذکرہ بھی مقاتل میں ہے جس کا بالغ نظر میں کوئی وزن نہیں اس کی بنیاد سید علی نقی الحائری رحمۃ اللہ نے نور الاخبار فی تاریخ النبی وآلہ الاخیار ص ۲۳ طبع بمبئی ۱۳۱۲ھ میں سبط ابن جوزی کا تذکرہ خواص الائمہ فی معرفۃ الائمہ بتائی ہے اُس کی ہرزہ سرائی ہے کہ پناہ بخدا محترمہ نے امام حسینؑ کے غلام زبید سے اسیری کے بعد نکاح کیا اور عبداللہ نامی لڑکا پیدا ہوا سبحانک ہذا بہتان عظیم امام زین العابدین علیہ السلام نے صحیفۂ کاملہ[۱] کی ۲۴ ویں دعا میں اپنے والدین کی ہیبت کا السلطان العسوف کی لفظ سے جو یاد کیا ہے وہ بہترین استعمالِ لفظ ہے۔ ماں اُن کی بیشک سلطنت کی وارث۔ غیر شیعہ اہلِ قلم سے یہی توقع ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

شہر بانو اپنے نونہال کی بہار نہ دیکھ سکیں اور وہ باپ دادا چچا تین معصوموں کے سایہ میں پرورش پایا۔

اس عنوان کو جون پور (بھارت) کے مشہور شاعر شفیق صدیقی کے دلنواز انگیز سلام پر ختم کیا جاتا ہے جو اُن کے دیوان "خرمن عشق" سے ماخوذ ہے۔ ناظرین الواعظ خراج تحسین و آفرین زیادہ سے زیادہ دے چکے ہیں۔ حنفی شاعر کا جذبۂ عقیدت اس کو نقل کئے بغیر مجھے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ "صدائے فقیرانہ در بارگاہ اُمّ السادات حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا" اس کا عنوان ہے۔

شہر بانو قرۃ العین پیمبر السلام — السلام اے مرتضیٰ را مثل دختر السلام
نازشِ نوشیرواں عدل گستر السلام — ایکہ سلطاں می نہد فعل تو بر سر السلام
ایکہ تو از ابتدا تا انتہا سلطانہ — سیداں را سیدہ پاگیزہ گوہر السلام
تو سعادت یافتی در بیتِ آں بنتِ رسولؐ — پرورش روح الامیں گردیدہ چاکر السلام

۱؎ صحیفۂ کاملہ ص ۱۵۲ طبع دویم ۱۹۲۳ء یوسفی دہلی۔

اے عجم را ملکہ مخدومہ ملک عرب اے فروغ خاندان شیر داور السلام

مریم ثانی و فخر ہاجرہ خیر النساء مادر صدیقہ سجاد اکبر السلام

بارک اللہ العلی افزودہ نسل نبی چوں بہار آئی بہ گلزار پیمبر السلام

باب علا مورد فیضان انوار ازل خانہ ات چوں جنت الماوی السلام

اے نگار کرسی اجلال بہ ملتقین اے بساط عرش چوں قندیل انور السلام

اے کہ تو چشم و چراغ ان حبیب کردگار بارگاہش مہبط ناموس اکبر السلام

خانہ آرائے ولایت جلوہ زیبا رتو السلام اے افتخار شاہ خیبر السلام

ہر کجا روی کنم بینم تجلیہائے تو در ہمہ عالم ضیا رت فیض گستر السلام

کربلا و سامرہ اجمیر و خراسان و حجاز زآفتاب جلوہ اُت جا با منور السلام

مرحبا بر خطہ آفاق روشن ساختی کاظمین و مشہد و بغداد انور السلام

اے زکیہ طیبہ فخر نساء کائنات اے بعہد خویش چوں بنت پیمبر السلام

نکہت افزا شربت تطہیر در جام تو ہست اے کہ تو پیمانہ دار میر کوثر السلام

اے بتول وقت خاتون حسین مجتبےٰ اے بجا شوہرہ گرفتار ستمگر السلام

السلام اے در رضا حق تعالی اجر خواہ بر زمین کربلا بے یار و یاور السلام

وائے بر مظلومی و بیچارگی در قید ظلم ماندہ باشیم اے بانوئے سرور السلام

کے بود یارب کہ ہر سنگ درش گوید شفیق

السلام اے حاجزان را ہمچو مادر السلام

واقعہ کربلا کو جبکہ مسلمان بین الاقوامی درجہ دیتے اور میں حادثہ کائنات سمجھتا ہوں تو اُن کے ہر عقیدت ہر صدی اور ہر قرن میں کون ہے جو یہ علمی خبر دے کہ شہر بانو تو ولادت امام کے اٹھوارے میں جنت کو سدھاریں۔ اس منظومہ میں بھی فاضل شاعر نے اسیری کا ذکر کیا ہے یہ اور ایسے لاتعداد نظم و نثر اطلاعات پناہ۔ بخدا دروغ یا افترا کہہ کر اپنا اجتہاد پاکستانی شیعوں سے منوائیں اور حسینؑ بن علیؑ کے بھیتے ہوئے چشمہ فیض سے فائدہ اٹھا کر مجتہد جامع الشرائط قرار پاجائیں اس کے

سوا کوئی مفاد نہیں براہ کرم حسینیت کو اپنے اجتہاد کی زد میں لانے والے کچھ دن اور اصول فقہ پڑھیں اور اگر فارغ التحصیل ہیں تو علم پر عمل کریں۔ مشکل کشا رکی اگر مدد ہوئی تو انشاء اللہ اس اختلاف کا حل اپنے مقام پر دیکھیں۔

(۲) جرجی زیدان مصری آداب لغت عربیہ کی تیسری جلد طبع مصر سنہ ۱۹۱۳ء صـ ۸۲ ابن عنبہ نسابہ کی کتاب بحرالانساب کا ذکر کرتے ہوئے اس کو بڑی اہم تصنیف ظاہر کرتا ہے بحرالانساب کا فارسی نسخہ مجھے دستیاب ہوا وہ اس بات کا قائل ہے کہ یزدجرد کی دوسری بیوہ لڑکی بھی امام حسینؑ کے عقد میں آئی جو امام زین العابدین کی خالہ تھیں۔ اس توثیق کے بعد محمد بن احمد بن عمید الدین علی حسینی نجفی نسابہ کو ماخذ قرار دیتے ہیں۔ کوئی مانع نہیں سیاتی ذکرہ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیلےٰ (۳) بنت ابی مرہ

حضرت کی دوسری بی بی نے اُمّ لیلےٰ کنیت سے عوام میں شہرت حاصل کی سیرت میں اُن کا نام اس طرح پایا جاتا ہے لیلیٰ بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی جس کو علماء انساب نے یزید کی پھوپھی زاد بہن ظاہر کیا ہے تو اب امیر معاویہ رشتہ میں کون ہوئے؟

امروہہ کے مفکر نے مجاہد اعظم ۱۳۸۷ھ میں فتویٰ دیا ہے کہ وہ واقعہ کربلا کے پہلے فوت ہو چکی تھیں اور پاکستان کے نکیرین مولوی صابر حسین اور مولوی شیخ محمد حسین نے اس تحریک کی پُرزور تائید کی حالانکہ امروہہ ہی کا بزرگ کی سراسیمگی اور پول کھولنے میں ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ نے جو کامیاب حصہ لیا اس کے بعد مجاہد اعظم کی کوئی حیثیت باقی نہ تھی۔ بہرحال شہزادہ علی اکبر ادارہ کی ۳۹ ویں پیشکش ہی معظمہ کے وجود سے بحث اور مقاتل کے حوالے آپ دیکھیں حسینیت میں شوق اجتہاد میں اگر جناب ذلا کامیاب ہیں تو بتائیں روایت سے کتنے ذاکرین، مرثیہ گو، واعظین نے احتراز کر کے آپ کو اطلاع دی اور اُمّ لیلیٰ کو واقعہ کربلا میں شریک قرار نہ دیا۔

رباب (۴)

وہ نامور خاتون جس نے واقعہ کربلا میں شرکت ہی نہیں کی بلکہ اپنی اولاد کو قربان کر کے بے نام و نشان ہونے کو شریک غم سمجھا اور بیوگی کے بعد حدود غم قائم

کر کے سوگواروں کو نیا سبق دیا۔ تاریخ شاہزادہ علی اصغرؑ میں یہ خادم دین اُن پر اور اُن کے خاندان پر ۱۱ صفحے پیش کر چکا۔ مرکز علم لکھنؤ کی ادب نواز اور علم افزا طبقہ نے قومی پریس سے جون ۱۹۵۹ء میں سرفراز متاع رباب نمبر شائع کیا۔

امِ اسحاقؑ (۵) طلحہ بن عبداللہ تمیمی کی صاحبزادی تھیں مرکز ایمان یمن کے قبیلہ سے تھا عمیرہ وطنی تعلق تھا۔ جد علام حضرت ممتاز العلماء جنت مآبؒ کی تحقیق کے مطابق فاطمہ بنت الحسینؑ کی ماں یہی مخدومہ تھیں جو لڑکی کربلا میں آپ کے ساتھ تھی۔ اولاد امام میں جو شاہزادہ جعفر روز عاشور شہید ہوا وہ اسی در رسیدہ عورت کا لال تھا

تمام کتب سیرت میں صرف چار نام ازواج امام کے درج ہیں حالانکہ جملہ علماء کا اتفاق ہے کہ پانچ خواتین عقد میں تھیں صرف ایک نام پردۂ خفا میں ہے کنیزیں اس کے علاوہ تھیں اُن کی تعداد مذکور ہے نہ کہیں نام کی صراحت ہے اس لئے ہم مجبور ہیں کہ اگر واقعات میں مزید راہنمائی ہو تو اُس کو قبول کریں۔ لہذا ازواج امام کی بحث کو ہم چند خواتین کے اضافہ کے بعد حرف آخر قرار دیتے ہیں۔

روزِ عاشور کی قربانیوں میں جو بچہ نیا پیدا شدہ امام کے اذان دیتے وقت تیر سے ذبح ہوا امکان ہے کہ وہ پانچویں بی بی ہوں جن کے نام کی صراحت نہیں یا وہ کنیز ہوں یعقوبی نے اپنی تاریخ میں یہ شہادت درج کی ہے اور علامہ زکریا کمونی نے جو علم حیوان کی بلند پایہ عظیم کتاب معلومات عامہ کی گنجینہ ہے جبل جوشن پر جس مزار کا پتہ دیا ہے اُس کا واقعات اسیری میں ذکر ہوگا۔ معجم البلدان حافظ ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے مگر خاتون کا نام ظاہر نہیں ہوا۔

حسینی عہد میں معاویہ شاہی کا اختتام

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ صابر امام کی زندگی کا بڑا حصہ اس منحوس عہد میں گذرا
اس لئے واقعات کے نتائج جب ہی اخذ ہو سکتے ہیں جب اس بدترین قرن کی تصویر
کشی ہو اور خلافت راشدہ کی روشنی میں دکھایا جائے کہ جب سے اب آمریت میں کتنا
فرق ہو چکا تھا۔ یہاں تک تاریخ و سیر کے عمیق مطالعہ میں آزاد رائے قائم ہوتی
ہے اور حقیقت اس طرح نظر آتی ہے کہ شیخین کی مدت مملکت تمہیدی حد تک
اسلامی سادگی کو یاد دلاتی تھی اور خلافت نے پہلے ہی لباس میں زمین و آسمان
نہیں بدلے رفتہ رفتہ ملوکیت کی تخم ریزی نے اس منصب کو شاہی قرار دیا
اور تیسری خلافت ہی سے مدینہ شام بن رہا تھا۔ یہ آوازیں مجھے تحقیق طلب
نظر آتی ہیں کہ حضرت عمر کی گرجدار آواز سے صنف نازک کا پیشاب[1] خطا ہوتا
تھا۔ حاملہ عورت کا پیٹ گر جاتا تھا اور دُرّۂ عمر حجاج کی تلوار سے تیز تھا۔

یہ آوازیں اُن کی محبت سے لبریز دلوں کے تصورات ذاتی سے بلند ہوئیں
ابھی ناظرین کی نگاہ سے گذرا کہ بعد رسول فاطمہ زادہ نے "میرے باپ کے ممبر سے اترو"
کہہ کر ٹوک دیا۔ خلافت نے ملوکیت کا جنم حضرت عثمان کے عہد میں لیا اور
معاویہ کی باری آتے آتے کسریٰ کی شان[2] نظر آئی یہ وہی الزام ہے جو شوکت غلام
نے حضرت عمر کی زبان تک پہنچایا تھا اور تاریخ نے اپنے صفحہ میں محفوظ کیا اگر مسلمان
کالمحہ فکریہ کام دیتا تو اُس کو مرتے دم تک یاد رکھنا چاہیئے تھا کہ ابوسفیان اور
معاویہ نے مصلحت وقت سے جب اسلام قبول کیا ہے تو دستور مذہب میں
اس جماعت کا نام مؤلفۃ القلوب تھا۔ (دیکھو کشف الغمہ شعرانی ج ۲ ص ۱۹۶ مصر)
باپ کے مر جانے پر معویہ کا دست تزویر اور زیادہ عوام کو دھوکا دیتا رہا۔
اُس موقع پر سرکار دو عالم صلعم کی بارگاہ سے حدیثیں صادر ہوئیں دو دستاران

---

[1] ضربت حیدریہ ص ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۱۸

[2] الفخری ص ۹۹

معاویہ کو ارشاد رسالت نے چونکایا لا اشبع اللہ بطنہ خدا اس کو کبھی شکم سیر کرے دیکھو
(۱) ثمرۃ الاوراق فی ملح لطرت ص۵ مصر۔ (۲) الفخری ص۸ (۳) نصائح کافیہ ص۱۹۶
تہذیب دسترخوان یہ ہے کہ مہمان سے پہلے صاحب خانہ طعام سے ہاتھ نہ کھینچے جس کی گرسنگی کو دوام اور اُس کا پیٹ کبھی نہ بھرے گا اُس کے خوان نعمت کی وسعت کو کیا بیان کیا جائے یہی وجہ تھی کچھ حقیقت شناس نماز حضرت علی کی اقتدا میں پڑھتے اور کھانا یہاں کھاتے۔ وہ وقت گیا جب حضرت ابراہیم کی ضیافت میں قرآنی صراحت صرف گوشت اور پنجتن کے وقت افطار تین روزوں کی خوراک روکھی روٹی تھی۔ شام کے باورچی نے اس انفراد کو لاتعداد کیا اس چہل پہل سے رسالت کی تصدیق ہوتی ہے جو کہا وہی ہوا اس منظر سے زیادہ قبیح اونچی منبر رسول پر بلندی تھی جس کی یاد میں آں حضرت نے اظہار نفرت میں زور دے دیا اور واشگاف الفاظ میں کہا کہ جب اُس کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو (فردوس الاخبار دیلمی نصائح کافیہ ص۱۶۳ و ۱۶۶) مگر کسی نے قتل نہ کیا عیش و عشرت کی فراوانی پر یہ بھی کہہ بیٹھے کہ میں نبی ہوں (نصائح کافیہ ص۱۹۴) مگر آج کے ایسے دشمن باطل اُس وقت نہ تھے جو کفر کا فتویٰ ہوتا کوئی حدیث کم از کم رسول کی یاد آجاتی ان تمام غفلتوں کا حضرت کو علم و یقین تھا اور آن کی ہر سعی ناکام ہونے پر قتل عمار کی پیشین گوئی بیشتر لوگوں کو یاد رہ گئی حالانکہ دوستداران علیؑ چن چن کر قتل ہوئے۔ قید خانہ آباد ہوئے۔ بعض زندہ دفن ہوئے (معاویہ ص۱۲۳) اُمّ المومنین بی بی عائشہ کو ضیافت کے حیلہ بلا کر بُری طرح موت کی نیند سُلا دیا۔ اور اخفاء واردات کا جرم کسی پر عاید نہ ہوا۔

ان مظالم پر بھی قوم خاموش رہی صفین میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں مگر عمار یاسرؓ مجسمہ ایمان کی شہادت شامی فوج کے ہاتھ سے وہ سانحہ عظیم تھا کہ سب کو رسُول کی حدیث یاد آگئی عمار تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا اس خون ناحق کے بعد تقتلک الفئة الباغیہ نے قلعی کھولی یہ قول بڑا مشہور

اور ہر اسلامی کتب میں ہے ملاحظہ ہو۔
(۱) صحیح مسلم ج ۴ صـ۳۲ (۲) طبقات ابن سعد ج ۳ صـ۲۵۱
(۳) معجم صغیر صـ۱۰۶ (۴) حلیۃ الاولیا ج ۷ صـ۱۹۷
(۵) جذب القلوب اے دیار المحبوب صـ۸۴ (۶) کشف الغمۃ
شعرانی ج ۱ صـ۱۷۱ (۷) اصلح کافیہ صـ۱۰۱

عمار یاسرؓ کی شہادت نے امیر المومنینؑ کا خلیفہ برحق ہونا اور معاویہ کی بغاوت ثابت کی۔ اپنے فرزند یزید جیسے فاجر و فاسق کے لئے پہلے ہی سے بیعت لینا اور خود اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنا بھی وہ واحد رویہ تھا جو پہلے کسی کو نہ سوجھا اور وقت آخر تو معاویہ کے گلے میں صلیب تھی جو اُس کی عیسائیت کا ثبوت تھا۔ یہ بیٹا بھی سیرت میں چھپا اور ڈھکا نہیں تھا دیکھو (ساہیہ معاویہ صـ۶۲ از مولوی احمد علی کربلائی طبع لاہور ۱۹۲۱ء)

۲۲ ء یا بقولے ۵ ار رجب کو وہ مرض کی بڑی سختیوں میں ایڑیاں رگڑ کر مرگیا۔ یزید شکار کو گیا ہوا تھا۔ اہلِ شام نے بلا اختلاف جانشینی تسلیم کی اور تخت پر قدم رکھتے ہی اُس کو فکر ہوئی کہ امام حسینؑ سے بیعت لینا چاہیے۔ باپ بزور شمشیر عراق و حجاز پر قبضہ کر چکا تھا اور وہ سمجھا تھا کہ بنی ہاشم آسانی سے پرچم اقتدار کے زیر سایہ آجائیں گے حکومت کی باگ ہاتھ میں لیتے ہی نامہ بر اطراف میں روانہ ہوئے اور دل و دماغ میں بجز اس کے کوئی جذبہ نہ تھا کہ دستور مذہب کو تار تار کیا جائے۔

امام حسینؑ کی مالی حالت

مظلومِ کربلا کی سیرت پر تیرہ سو برس سے بحث ہو رہی ہے مگر آج تک اس موضوع پر شاید ہی کسی نے قلم اُٹھایا ہو۔ ممکن ہے اہلِ قلم یہ سمجھ کر خاموش ہو گئے ہوں کہ وہ مرسل جس کو الفقر فخری کہنے پر ناز تھا اُس کی اولاد کو

ثروت وحشمت سے کیا تعلق یہ خانوادہ ہمیشہ لباس کہنہ زیب تن کرتا رہا اور نان جویں جو اس کی غذا ہے تہیدستی اُن کی زندگی کا روشن پہلو ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ جس فقیری کو پیغمبر اپنی عزت سمجھتے ہیں وہ عبد و معبود کے درمیان فیوض اور بندہ کی احتیاج ہے جس کے لئے خالق کے سامنے ہمہ وقت مخلوق کی جھولی منتظر کرم رہتی ہے۔ اگر صاحب عصمت تنگدست ہوا کرتے تو سلیمان اور یوسف کو سلطنت نہ ملتی بعد میں حضرت یعقوب کے چشم و چراغ کی حکومت اور ابن داؤد کی حکومت سے واضح ہوتا ہے کہ نبی زادہ دولت کا مالک بھی ہو سکتا ہے۔ سیرت حسینؑ میں ہم کو کوئی پہلو ایسا نہیں ملتا کہ ان کو فقر و فاقہ کی نوبت پہنچی ہو نانا کا شکم پر پتھر باندھنا۔ ماں کی آسیہ گردانی باپ کا یہودیوں کے باغ سینچنا تاریخی مناظر ہیں۔ امام حسینؑ کو شاید سورۂ ہل اتیٰ کے بعد تاریخ نے تنگدستی کی حالت میں پیش نہیں کیا۔

اسلامی حکم ہے کہ شوہر اپنی رفیق زندگی کو اُس کے خاندان کی حیثیت کے لحاظ سے نان و نفقہ دے، ورنہ حالت امکان میں عدل نہ رہے گا۔ شہربانو شاہی خاندان کی صاحب ثروت وحشمت خاتون اُن کے خورد و نوش میں امام حسینؑ بحیثیت شوہر انصاف کی منزل سے دور نہیں ہوئے۔ کوئی معصوم ایسا نہیں جس نے اونٹ اور بھیڑیاں چرانے کو شغل زندگی نہ قرار دیا ہو یہ ذریعہ امام حسین کے پاس بھی ہونا چاہیئے قوم عرب کی ساری پونجی بھی یہی تھی اس خطہ میں شتر گوسفند کی کمی نہیں۔ کربلا کے سفر میں آپ کے اخراجات سامنے آئیں گے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محتاج نہ تھے اور جو زندگی اسلاف کی گذری اس سے خالق عالم نے ان کو دوچار نہیں کیا۔

ایسا کیوں ہوا ہر انسان کے امتحان کی حیثیت جدا گانہ ہوتی ہے آدمؑ کو دیکھو وہ فراق بہشت میں مبتلا ہوئے۔ موسیٰؑ کا دشمن کی سرکشی سے امتحان ہوا۔ یعقوبؑ کا فراق فرزند سے یوسفؑ کا ترک وطن سے ایوبؑ کا شدید ترین

بیماریوں سے کیا تعجب ہے کہ امام حسینؑ اس منزل پر آنے والے تھے جس پر کسی مصیبت زدہ کے قدم نہ تھے اس لئے اُن کو دنیاوی فقر کی تکلیف اُٹھانا نہیں پڑی سیرت حسینی کے جائزہ لینے سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ اس گھر میں سونا چاندی موتی اور گرانبہا خلعت سب کچھ تھا اور جس وقت مستحق پہنچ جاتا تھا اُس کی جیب میں جاتا اور کوشش کرکے اپنا سرمایا محتاج تک پہنچاتے تھے معصوم کی سیرت پر ہمکو نقد و نظر کا حق نہیں اور اقتضاء عبدیت بھی یہی ہے کہ اسوۂ حسنہ کو نمونۂ عمل سمجھا جائے جناب فاطمہؑ زہرا کے جسم میں زیور نہیں دیکھا گیا اگر قلادہ یا گردن بند کبھی نظر آیا تو تھوڑی دیر کے لئے مگر انجم کے پاس زیورات تھے یتیمۂ مسلم کو گوشوارہ[1] پہنانا فاطمہ کبریٰ کے پیروں میں خلخال جناب زینبؑ کے گوشواروں کا ذکر ابو جعفر[2] طبری مشہور مؤرخ نے نظر انداز نہیں کیا۔ شہادت علی اکبرؑ کے بعد جس نونہال کی شہادت ماں کے سامنے ہوئی اس بچے کے کانوں میں جو گوشوارہ تھے اُس کی قیمت کا کبھی تخمینہ کیا ہے ایک راوی کا بیان تو یہ ہے کہ بہترین قسم کے گوہر آبدار تھے اور سپہر[3] کاشانی نے تحریر کیا ہے کہ طفلی از سراپردہ حسین بیرون شد و گوشوارہ از لعل در گوش داشت کہ از لغزش سر وتن او لرزاں بود۔

خیمہ کے پردہ سے ایک بچہ باہر آیا اُس کے کانوں میں لعل (شب چراغ) کے دو بُندے تھے اُس کے دوڑ کر آنے سے سر و گردن کی حرکت میں وہ ہل رہے تھے۔

امام کی فیاضی کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک شخص نے نہ کبھی آپ سے سوال کیا تھا اور نہ وہ سوال کا عادی تھا کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا اُس کو آپ نے ایک سو تیس صاع[(4)] خرمہ دیدیئے کسی نے کہا کہ ایک صاع[4] دینا کافی تھا آپ نے اُس کی

---

[1] ضیاء الابصار قلمی [2] تاریخ الامم والملوک صـ ۲۵۹ طبع مصر [3] ناسخ التواریخ سپہر کاشانی صـ ۲۹۲ طبع بمبئی جلد ششم [4] عید فطر میں یہی مقدار ہر مستحق کو دینے کا حکم ہے جو سوا تین سیر ایک چھٹانک لکھنؤ کے رائج اوزان کے برابر ہے۔

نکتہ چینی پر کہا کہ خدا ایسا آدمی قوم میں نہ پیدا کرے میں دیتا ہوں اور تو بخل کرتا ہے جو مجھ سے امید اور توقع رکھتا ہے اُس کو نہ دوں اور سوال کے بعد دوں تو وہ اُس کی ذلت سوال کی کیا قیمت ہوگی۔ اس روایت سے وہاں کی کثرت پیداوار واضح ہوتی ہے۔

امام اہلِ سنت شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی البغدادی نے اُس چشمہ کو اوقاف میں شمار کیا ہے جو حضرت علی مرتضیٰ روحی فداہ نے وصیت فرما کر وقف کیا ہے۔ اس چشمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ پانی گہرائی پر نہیں ڈول کھینچنے میں بہت تھوڑی رسی لگتی ہے اور پانی بالائے چاہ سے دور نہیں ہے اس چشمہ پر عرب کا ایک شعر ہے۔

رَبِّ ماءٍ لکَ بالاجال   بغیبغ ینزع بالعقال

چشمہ کی پیداوار بہت بڑی رقم تھی اور زرخیز تھا جو وقف کرتے اور عبداللہ بن جعفر کو ہبہ کرنے پر بھی باقی تھا۔ اس چشمہ کے ساتھ ایک دوسرا چشمہ بھی چشمہ ٔ ہ بی نے زرہ جغرافیائے عرب میں محتاج تعارف نہ تھا ابی نیزر حضرت علی کے غلام تھے جن کا باپ نجاشی حاکم حبشہ تھا۔ اُس نے مسلمانوں کے ساتھ حبش سے ہجرت کی لو رمکہ کے ایک تاجر نے اُس کو خرید ابعد میں اُس نے حضرت امیرؑ کے ہاتھ فروخت کیا اور آپ نے اُس کے باپ کے اسلامی خدمات کے لحاظ سے آزاد کیا اس چشمہ پر معویہ کی نظر تھی اور معجم البلدان کی چھٹی جلد میں ہے کہ معویہ نے اس کی قیمت دو لاکھ اشرفیاں امام حسینؑ کے پاس بھیجیں کہ بیچ دیں مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

مولا کی اس یادگار میں چشمہ اور چاہ دونوں شامل ہیں اور یہ مدینہ کا ایک بڑا نخلستان ہے جس کی دُر آمد ہزار وسق تھی اور بنا بر تحقیق معجم الطالب ایک وسق عراق میں ۴۸۰ رطل کا ہوا کرتا ہے۔ طریحی علیہ الرحمہ نے اس بحث میں

لہ معجم البلدان صفحہ ۲۲ جلد دوم لہ اقتباس از مضمون مصنف امام حسینؑ کی مدنی زندگی۔

یہ اضافہ کیا ہے کہ اس اراضی پر تین بلندیاں بھی زرخیز تھیں جو امام حسینؑ نے عبداللہ بن جعفر کو اس شرط پر دیا تھا کہ وہ اپنا قرض[1] ادا کریں اور فائدہ اٹھائیں بشرطیکہ یزید کی لڑکی سے نکاح نہ کریں یہ چشمہ بغیبغ وہی زرخیز جگہ ہے کہ جب عمرو بن سعد سے ملاقات ہوئی اور اس نے قتل کے عوض میں حکومت رَے کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ میں بغیبغ دے سکتا ہوں اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ املاک حکومت رے کے برابر تھی اب رہا یہ امر کہ عبداللہ بن جعفر کو اس مالی امداد میں یہ شرط کہ وہ یزید کی دامادی قبول نہ کریں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خواہاں تھے کہ یزید کی لڑکی بیاہ کر لائیں اور جناب زینبؑ پر سوت ایک گھر میں دل آزار ثابت ہو بلکہ حکومت شام کی ہمیشہ یہ سعی رہی کہ شادی بیاہ کے رشتے باہم قائم ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معویہ نے چاہا ہوگا اور امام حسینؑ کے اس مشروط تعاون میں کم از کم یہ فائدہ مستقبل کو ہوا کہ وہ ناکامی پر آگاہ ہو الواعظ کے قلمی خدمات سے واقف انسان جانتا ہے کہ ستمبر ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں امام حسینؑ کی مالی قربانی کے ذیل میں امام کا عیادت اسامہ کرنا اور ان کے ۶۰ ہزار درہم قرض[2] کی ادائے گی کا وعدہ اور عبدالرحمان سلمی معلم کو کسی بچہ کی بسم اللہ کے صلہ میں پڑھانے والے کے منہ کو موتیوں سے بھر دینا اور اعرابی کو بخشش دینا تاریخی حقائق ہیں۔

واقعہ کربلا کے اخراجات

فرزند رسول کی مالی قربانی پر یثرب سے سفر بھی جس پر عنقریب ہم قلم اٹھاتے ہیں گواہ ہے اگر کوفہ جانا تھا اور اہل کوفہ کی دعوت پر ارادہ ہجرت کر لیا تو تنہا کسی طرح اکیلے وطن سے نکل جاتے سارے کنبہ کو لے کر کیوں نکلے جوانان بنی ہاشم اور اطفال کے ہمراہ لے جانے کے عزم بالجزم کے ساتھ عورتوں اور کنیزوں تک کو لے جانا وہ اولوالعزمی تھی جو اپنی آپ نظیر ہے اس محل پر ہم ناقوں[3] کی تعداد بتائی جاتی ہے[4]

---

[1] مناقب آل ابی طالب [2] جلاء العیون حالات امام حسینؑ [3] بحار الانوار جلد دہم [4] اقتباس بندہ زادہ کے مطبوعہ مقالہ کا۔

مخدراتِ عصمت کا جو قافلہ ساتھ تھا اُس کی نقل و حرکت اور سفر خرچ میں زرِ خطیر کا صرف تھا جس کو خندہ جبینی سے برداشت کیا جو ناقہ سفر میں تھے وہ ذاتی تھے یا کرایہ پر۔ تاراجی خیام کی روایت سے واضح ہے کہ ذاتی تھے اور سپاہ دشمن نے لوٹ میں جو ناقہ نحر کیا اُس کے گوشت سے آگ نکلتی تھی۔

زمین کربلا خرید کر حاصل کی روزِ عاشور محمد ابن بشر حضرمی کو ہزار اشرفیوں کا خلعت دیا۔ تفصیل کا انتظار کرو سونے کے سکے جو شمر نے ذاتی استعمال کے لیے گلوائے وہ عنصر طلا باقی نہ رہا۔

حکومت یزید میں کچھ کم چھ مہینہ

عمر ۷۵ سال

معویہ کی موت ۵۹ھ میں ہوئی یا ۶۰ھ اُس کا سال وفات ہے اس میں اختلاف ہے اسی طرح امام مظلوم کی شہادت ۶۰ھ ہے یا ۶۱ھ اس میں بھی اختلاف ہے اور روزِ عاشور کون دن تھا اس کو اپنے محل پر آپ پائیں گے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یزید نے باپ کی جانشینی پر پہلا کام جو کیا وہ یہی کہ فرزندِ رسول بیعت کریں ورنہ اُن کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔ واقعات پر پوری بحث سے پہلے یہ معلوم ہونا ضروری ہے یزید وہ پیکر شر تھا جس کی مداخلت فی الدین کا صفحۂ تاریخ پر نا قابل انکار رجز چاسب ہے زیر مندرجہ ذیل مقالہ ملاحظہ ہو

عصمت پناہ حسینؑ۔ خیر و شر کا زلزلہ افگن تصادم

دینِ الٰہی کی تبلیغ میں جتنے ہادیانِ ملت اس دنیا میں آئے اُن کے ساتھ ایک طاغوتی شخصیت اور مجسمہ شر و فساد ہمیشہ صف آرا رہا آدمؑ اور ابلیس۔ خلیلؑ و نمرود۔ موسیٰؑ و فرعون و ہامان و سامری محمد مصطفیٰؐ اور

سکے۔ لوا العین فی مشہد الحسین قاضی صبغۃ اللہ صفحہ ۲۸۹ قلمی۔

ابوجہل و ابولہب و ابوسفیان حسینؑ و یزید ایک دوسرے سے جداگانہ ذہنیت مختلف مزاج غیر معمولی کردار کے انسان گذرے جن میں ایک لمحہ زندگی میں کبھی اشتراک عمل نہ تھا اور نہ ایک نقطہ پر وہ جمع ہو سکتے تھے۔ گل اور خار کی طرح چولی دامن کا ساتھ رہا۔ روحانی وکالت کرنے والا اپنے عادات و اطوار کی بھینی بھینی خوشبو سے طالبانِ ہدایت کے دل و دماغ معطر کرتا رہا اور کانٹے دامنِ انسانیت کو اپنی طرف کھینچتے رہے صرف صاحبان بصیرت تھے جو سمجھتے رہے کہ گل و خار دو الگ چیزیں ہیں۔

حسینؑ بن علیؑ ارواحنا فداہ اپنے وقت کے آدم اور خلیل تھے اُن سے جس نے تصادم کیا وہ نمرود اور شیطان کا مثیل تھا۔ اور ان کی مظلومیت تمام انبیاء و اوصیاءؑ سے بڑھ گئی جس کے متعدد وجوہ ہیں اور بڑا سبب یہ ہے کہ آج نمرود کا کوئی مدح خواں نہیں۔ فرعون کا کلمہ گو ایک بھی نہیں شیطان کا ثنا خواں چشم فلک نے نہیں دیکھا۔ مگر یزید کی توصیف آج سے پہلے بھی ہوئی اور آج بھی ہوتی ہے مگر ذوق سلیم نے ایسی آوازوں کو کبھی کان دھر کے نہیں سُنا انفرادی اور ذاتی صدا قرار دی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس مقالہ میں اسلام کے سربرآوردہ اور مشہور ہستیوں کے قابل احترام آراء درج کر کے عصر حاضر کے نام نہاد مصنف محمود عباسی لالو کھیتوی سے پوچھیں کہ اُن کی رائے دقیع ہے یا اُن کے اسلاف کی اور کیا ذیل میں پیش ہونے والی عبارتیں طبعزاد ہیں۔

حسن بصری امام اہل سُنت جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں کہ حسن بصری کہتے تھے دو شخصوں نے لوگوں کے معاملات میں بہت ہی بڑا فساد برپا کیا ایک عمرو بن عاص نے۔ جب معویہ کو مشورہ دیا کہ (صفین میں نیزوں پر) قرآن بلند کرائے جائیں۔ دوسرے مغیرہ بن شعبہ نے جو عامل کوفہ تھا اُس کو اچانک معویہ کا تحریری حکم پہنچا کہ اس خط کو پڑھتے ہی اپنے تئیں معزول سمجھو مغیرہ نے چارج کے دینے میں دیر کی جب معویہ کا سامنا ہوا تو کہا کیا ایک

خاص ارادے میں تھا اس لئے دیر کی۔ پوچھا وہ ارادہ کیا تھا جو حکم سلطانی کی تعمیل نہ ہوئی؟ کہا مجھے تیرے بعد یزید کے لئے بیعت لینے کی فکر ہے معویہ نے (خوش ہو کر) پوچھا کیا کام شروع کر دیا ہے۔ مغیرہ نے جواب دیا ہاں۔ معویہ نے کہا اچھا تو پھر اپنے عہدہ پر رہو مغیرہ کے ساتھیوں نے اس بیقراری کی جب وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ پائے معویہ کو چمڑے کی رکاب میں اس طرح پھسا دیا ہے کہ قیامت تک نہ نکلے گا۔

قال الحسن من اجل ذالك بايع هولاء ابنائهم ولولا ذالك لكانت شورى الى يوم القيامة

حسن بصری نے کہا یہی راز ہے کہ ان اموی و عباسی بادشاہوں نے اپنے اولاد کے لئے بیعت حاصل کی اگر یہ نہ ہوتا تو قیامت تک انتخاب شوریٰ سے ہوتا (تاریخ الخلفاء صنہ ۱۴۰ سیوطی)

عبداللہ پسر غسیل الملائکہ جلال الدین سیوطی یہ بھی کہتے ہیں ترجمہ ملاحظہ ہو۔ اہل مدینہ نے یزید کا طوق بیعت اس لئے اتارا کہ یزید گناہ پر گناہ کرتا اور واقدی نے کئی طریقوں سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ کہتے تھے قسم بخدا ہم نے یزید پر خروج نہیں کیا مگر اُس وقت جب ہمیں ڈر ہوا کہ آسمان سے پتھر نہ گریں وہ مرد (عاصی) ماں بہنوں بیٹیوں کو تصرف میں لاتا تھا اور شراب پیتا تھا اور نماز چھوڑ دی تھی محمود عباسی سے کون پوچھے کہ جب یزید قابل تعریف ہے تو اُس کا دستور بھی قابل نفاذ ہے نہ؟

ذہبی سیوطی سے راوی ہیں (ترجمہ دیکھو) یزید نے اہلِ مدینہ کے ساتھ جو کرنا تھا کیا۔ ان مظالم کے ساتھ وہ شرابی تھا لوگ اُس کے سختی سے دشمن ہو گئے تھے اور ایک سے زیادہ افراد نے اس پر خروج کیا۔ خدا نے اُس کی عمر میں کوئی برکت عطا نہ کی۔

(تاریخ الخلفاء صـ ۱۴۲)

ابن قتیبہ دینوری

اسلام کا مشہور و معروف مورخ یزید کے کردار پر محمد بن عبداللہ بن سعید کا ایک شعر لکھتا ہے۔

لست منا ولیس خالک منا   یا مضیع الصلوٰۃ للشہوات

تو ہم میں نہیں ہے اور تیرا ننھیال بھی ہمارے قبیلے سے نہیں اے خواہش نفس کی دھن میں نمازوں کو قضا کرنے والے (المعارف ص۱۰۸ طبع اول مصر ۱۹۳۲ء)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ والرضوان

نوفل بن ابی الفرات کہتا ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اُس کو مومنین کا امیر کہا خلیفہ نے تعجب سے کہا یزید امیر المومنین ہے۔ اس خطا پر حکم دیا کہ اس کو ۲۰ تازیانہ لگائے جائیں۔ (ص۱۴۲ تاریخ الخلفاء طبع لاہور۔)

ابو الحسن عماد الدین محمد طبری

کی رائے کمال الدین دمیری نے تہذیب کے لغت میں درج کی ہے۔ فقیہ شافعی سے یزید کے بارے میں سوال ہوا کہ آیا وہ صحابی تھا یا نہیں اور اس پر لعنت جائز ہے یا نہ۔ انھوں نے جواب دیا وہ صحابہ میں نہ تھا اس لئے کہ عہد عثمان میں پیدا ہوا گذشتہ علماء میں احمد اور مالک اور ابو حنیفہ میں ہر ایک کے اس کے بارے میں دو قول ہیں کھلی ہوئی لفظوں میں حکم اور اشارہ بعید لیکن ہماری رائے غیر خفی ہے۔ (حیات الحیوان دمیری ج ۲ ص۲۳۵)۔

ابو جریر طبری مشہور مورخ کی رائے

اور اسی سنہ ہجری میں یزید پر شراب خواری اور کتے پالنے اور دینیات کی اہانت کے الزام اور عیوب ظاہر ہوئے اور اس کی برائیاں اور کوتاہیاں چھپی نہ رہیں۔

(۱) تاریخ الامم والملوک جلد ششم ص۱۵۷

(۲) حیات الحیوان دمیری ج ۱ ص۶۰

کمال الدین دمیری نے یزید کے اشعار سے جو واقعہ کربلا کے پہلے کا قطعہ ہے اُس کی بے دینی پر دلیل قائم کی ہے۔
نشہ شراب میں اُس کی مستی اور جھومنا جام شراب کی الفت ترنم سے شغف لذائذ دنیا میں ہمہ وقت مبتلا رہنا واضح ہے۔

شیخ شبراوی امام اہل سنت شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی کی رائے یہ ہے۔ ترجمہ یزید ظلم و جور کو ہمیشہ دوست رکھتا اور فاسق تھا وہ غلبہ حاصل کرچکا تھا اور ظالم کے خلاف خروج کرنا جس کا حکم اپنے مقام پر گذرا اجماعی مسئلہ ہے بعد اس کے کہ ممکن حاصل ہو۔ (اتحاف بحب الاشراف صـ۶۲ طبع مصر)

اداری مجرم محمود عباسی جو لباس مادیت کی واشنگ کمپنی لالوکھیت کراچی میں چند سال سے چلا رہے ہیں اور گاہک فراہم کرنے کی فکر ہے تمام اہل قلم نے اُن کے خلاف خامہ فرسائی کی اور ہم خاموش رہے صرف اس لئے کہ جس قوم کے سپاہی خود اس سے جنگ کر رہے ہیں ہم سلاح حرب آراستہ نہ کریں الواعظ کے صفحات میں ہم تھے جس نے معزز ہمعصر قومی آواز لکھنؤ روزنامہ کانگریس کا وہ مقالہ جو چھ قسطوں میں روزنامہ مذکور میں شائع ہوا تھا یکجا قوم کے سامنے پیش کیا اور حیات اللہ انصاری نے اپنے اداریہ کے شائع ہونے پر استحسان کی نظر سے اس اقدام کو دیکھا۔ آج اس مقالہ میں صرف اس لئے کہ روز حشر سرکار حسینی سے جواب طلب نہ ہو کہ تو نے اس خلفشار میں خاموشی کیوں اختیار کی۔

لیت اشیاخی ببدر شھد وا وقعۃ الخزرج مع وقع الاسل

لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل،

باقی اشعار اپنے محل پر دیکھو۔ وہ کہتا ہے کاش میرے وہ بزرگ موجود ہوتے جو جنگ بدر میں تھے اور جنہوں نے خزرج اور اُس کے مقتول اور واقعات کو دیکھا

ہاشم نے مسلمانوں کے ساتھ کھیل کھیلا تھا نہ کوئی آسمان سے خبر آئی تھی اور نہ وحی نازل ہوئی تھی یہ مطلب میری کوتاہ نظر سے اتنی اسلامی کتابوں میں گذرا ہے۔ (۱) عقد الفرید جلد سوم ص۱۲۲ مصر (۲) اتحاف ص۱۸ مصر (۳) ینابیع المودۃ طبع اسلامبول ص۳۲۵ (۴) نور العین فی ذکر سیدنا حسین شیخ عبد الفتاح شافعی ص۳ مکتبہ آصفیہ دکھن (۵) الحسین ج۲ علی جلال حسینی ص۱۸۷ و ۲۰۳ طبع قاہرہ مصر ۱۳۴۹ھ (۶) النزاع والتخاصم مقریزی ص۹ (۷) السیدہ زینبؑ بنت علی استاد شیخ احمد فہمی ص۲۷ قاہرہ (۸) رسالہ الاسلام السنۃ العاشرہ والعدد الاول ماہ رجب ۱۳۶۳ھ ص۸ (۹) نور العین فی مناقب الحسین صبغۃ اللہ بن محمد غوث ص۲۵ (۱۰) ترجمہ اعثم کوفی از احمد بن محمد ہروی ص۲۹ طبع ۱۳۰۵ھ (۱۱) غم حسینؑ مولوی حسین میاں پھلواری شریف۔

اس فہرست میں قدیم وجدید مفکرین مصر کے جملہ افراد شامل ہیں مگر محمود عباسی یزید کو مقتدا سمجھے جو دنیا و تاریخ اور مسلمات اسلام کے خلاف ہے۔

ایک اور ثبوت یزید کے کردار کی نقشہ کشی محمد بن علی بن طباطبائی معروف با ابن طقطقی نے اپنی تاریخ میں بھی کی ہے ترجمہ ملاحظہ ہو۔

معویہ کا بیٹا یزید سب سے زیادہ شکار پسند تھا اور اس کی یہ بد عادت جاتی ہی نہ تھی وہ شکاری کتوں کو سونے کے زیور پہناتا تھا اور سونے کی زنجیروں میں باندھتا تھا۔ ہر سگ ناپاک پر ایک غلام مقرر تھا (الفخری ص۳۹) اس کردار کے بعد دعوائے خلافت نبی جس قدر قبیح تھا اس کو ذوق سلیم سمجھ سکتا ہے اگر حسینؑ مغلوب الغضب اور جنگجو انسان ہوتے تو اعلانِ خلافت یزید کے ساتھ آپ بھی علم جہاد بلند کرتے اور یہ جنگ بغاوت نہ ہوتی مگر حسینؑ سوال بیعت پیدا ہونے کے وقت تک خاموش رہے۔

پیغمبر کی پیشین گوئی سے یزیدیت کا قلع قمع

محمود عباسی اس عہد کے یزیدیت نواز آنجہانی اپنے مقاصد کے خلاف مواد بھلا کیوں دیکھتے۔ اگر چشم بصیرت ہوتی تو اپنے امام جلال الدین سیوطی کی تاریخ دیکھتے ترجمہ۔ (۱) ابو درداؓ ناقل ہیں کہ میں نے نبیؐ خدا کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص سب سے پہلے میری سُنت کو بدل دے گا اُس کو یزید کہتے ہوں گے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۲) آئینِ مذہب کی تبدیلی کیا اُس سے جہاد کرنے کی سزاوار نہ تھی مگر حسینؑ کی دور رس نگاہ وقت کی منتظر تھی۔ (۲) آپ کا یہ بھی ارشاد ہے جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے اُس کو خدا ڈرائے گا اور اُس پر اللہ کی طرف سے لعنت ہے اور اُس کے تمام فرشتوں کی لعنت اور تمام مردم کی طرف سے لعنت ہے اس کو صحیح مسلم نے روایت کیا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۲) یہ احادیث امام مظلوم کے بھی سامنے تھی مگر ہر محل پہ اُن کا جوہر صبر چمکتا رہا اور کہنے کو دل چاہتا ہے ؂

صبر و سکون تیرا رہِ حق میں دیکھ کر ۔۔۔ ارواحِ انبیاء کو بھی حیرت ہے اے حسینؑ

تاریخ میں یہ بھی ہے کہ زمانہ یزید میں بنی اُمیہ کا فروغ اس حد پر تھا کہ اُن کے گھروں میں بارہ ہزار سونے چاندی کے گہوارے تھے جس میں اُن کے بچے جھولتے اور پرورش پاتے تھے۔ فارسی کا نصیحت خیز مقولہ ہے عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است اور النَّاسُ عَلیٰ دینِ ملوکھم خلقت جو اپنے بادشاہ کے رویہ پر چلتی اور اُس کی سیرت کو اختیار کرتی ہے وہ انگریز تھے جو ہندوستان پر حکومت کر کے چلے گئے اور ہر بچہ بوڑھا اُن کے نام کا دشمن ہے مگر صورت و سیرت میں اُن کی تصویر ہے لباس ہے تو ان کا عادات و اطوار ہیں تو اُن کے ایک وقت وہ تھا کہ مونچھیں انسانی چہرہ پر اُس کی سطوت اور مردانگی کی نشانی تھی کرزن فیشن نے اُن کو غائب کیا امجد علی ثاقب شعبہ سیاسیات جامعہ کراچی

لہ جنگ ۱۸ جولائی ۱۹۷۰ء

اپنے ایک مقالہ میں کہتے ہیں کہ ایک بار ملکہ وکٹوریہ غلطی سے ایک سفید اور دوسرا کالا جوتہ پہن کر کسی مجمع میں پہنچی حاضرین دیکھ کر متوجہ ہوئے اور وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہوئیں۔ لیکن دوسرے دن لندن کے بازار میں ہر فرد ایک سفید اور ایک کالا جوتہ پہنے نظر آیا اور فیشن چل کھڑا ہوا۔ اگر یزید سے فرزند رسولؐ اپنی پوری طاقت سے تصادم نہ کرتے تو دستور مذہب اور نظام مصطفوی مٹ گیا تھا۔

یزیدیت میں یتیم نوازی موصل میں ایک طبیب شیعی حلقہ میں مروانی حکیم کے نام سے مشہور تھا اور یزید کو جانشین رسول سمجھتا تھا اور حسن اتفاق سے اس کے پڑوس میں ایک شیعہ رہتے تھے جن کو حکیم کی ہدایت کی فکر ہوئی اور اس سے کہا کہ معویہ ابو سفیان تو فاسق تھے امام وقت رسول کے نواسہ حسینؑ ہیں جو تمام اچھی صفتوں سے آراستہ ہیں ان کا سرمایہ یتیموں بیواؤں محتاجوں کے لئے وقف ہے۔

دل کی نکلی ہوئی بات معالج کے دل میں اتر گئی اور امتحان پر تیار ہوا اس کے محلے میں ایک بیوہ رہتی تھی جس کا صرف ایک یتیم لڑکا تھا وہ بیمار پڑا یتیم علاج کے لئے خواہاں ہوا۔ طبیب نے مریضہ کو دیکھ کر گھوڑے کا جگر اس کے لئے تجویز کیا بچہ نے کہا میں کہاں سے فراہم کر سکتا ہوں، جواب دیا کہ حسینؑ ابن علیؑ کے پاس جا طبیب نے مرد شیعہ کی تصدیق میں یتیم کو حسینؑ بن علیؑ کے پاس بھیج دیا اس نے اپنی حاجت عرض کی آپ نے فرمایا کہ اصطبل سے گھوڑا لے لے۔ چنانچہ اسے ذبح کرکے جگر طبیب کے روبرو پیش ہوگیا۔ طبیب نے جگر دیکھ کر پوچھا گھوڑا کس رنگ کا تھا۔ یتیم نے رنگ بتایا اس نے کہا اس رنگ کا نہیں بلکہ فلاں رنگ کا درکار ہو۔ یتیم حاضر ہوا اور طبیب کی بات دہرادی۔ آپ نے دوسرا گھوڑا مرحمت کردیا اس کے جگر کو جب گھوڑا کاٹ کر لائے طبیب نے پھر کہا کہ اس سے اچھے رنگ کا اسپ مطلوب ہے رنگ شوخ نہیں ہے۔ چار گھوڑے اسی طرح یتیم کی گذارش پر قتل ہوئے۔ پانچویں اسپ کا جگر دیکھ کر

حکیم خود اصطبل میں پہنچا اور عربی رہوار گردن بریدہ دیکھ کر دولت سرا امام واپس ہوا اور پیروں پر گر پڑا اور معذرت کی امام نے کیفیت پوچھی اُس نے بیوہ ماں کے علاج میں یتیم کی آمد کا ذکر کیا حقیقت حال سُن کر ارشاد فرمایا کہ اچھا اب چلو دوسرا امتحان دیکھو۔ اُس کے ساتھ طویلہ میں آئے اور ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے عرض کیا میرے معبود تیری رضاؑ کے لئے ان گھوڑوں کی جان لی تھی میرے نانا اور والدین کے حق کی قسم اُن کو زندہ کر دے دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ گھوڑے زندہ ہو گئے۔ (خلاصۃ الاخبار صـ۴۳ا باب ۱۰ طبع ایران)

موصلی صدق دل سے توبہ کر کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہوا وہ مومن قابل تبریک ہے جس نے راہ راست دکھائی وہ ایک نسل کی ہدایت کا سبب ہوا۔

امام حسینؑ کی تنخواہ

یزیدیت کو رد ادارانہ حکومت ثابت کرنے والے اپنی اپنی کتابوں میں آزادی سے لکھتے چلے آرہے ہیں کہ جب حکومت غیروں کے ہاتھ میں تھی اُس وقت بھی حسنین کو صحابہ سے زیادہ ماہانہ رقم دی جاتی تھی چنانچہ احمد مغنیہ لبنان نے زندگانی حضرت امام رضاؑ و موسیٰ کاظمؑ میں اعلان کیا ہے کہ صحابہ کو دو ہزار درہم ماہانہ اور حسنین کو پانچ ہزار مشاہرہ ملتا رہا یہ اطلاع تو غیر ملکی لٹریچر کی تھی جو میں نے سفر ایران میں بچشم خود دیکھی اس جماعت کے وکیل بھارت میں۔

مولوی سید مجتبیٰ حسن مرحوم کامونپوری (ضلع غازی پور) متعلم ازہر نے مقتل الحسین عقبہ ابن سمعان اُردو طبع لکھنؤ صـ۲۱ میں امام حسینؑ پر یزیدی حکومت کے مالی احسان اور فرزند رسول کا منت پذیر ہونا جو ظاہر کیا ہے وہ اموی افتراء ہے جس سے مجھے اتفاق نہیں۔ عقبہ کا واقعہ کربلا کے بعد وجود تاریخی لحاظ سے اختلافی ہے اور اس لٹریچر کو مقتل عقبہ کا نام دینا بھی اصلیت کے منافی ہے اُن کے اس ترجمہ کی شان صرف یہ قرار پاتی ہے کہ مقاتل میں اس کے جتنے اقتباسات اس وقت مصنف کی نگاہ سے گذرے صرف وہ یکجا کئے نہ یہ کہ عقبہ کی تدوین شدہ کتاب کا

کہیں پایا جانا اور اُس کو سامنے رکھ کر اوّل سے آخر تک ترجمہ کا بار اُٹھانا خیال است و محال است و جنوں۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یزید کو اپنی حکومت سے قتل امام تک کی تھوڑی مدت میں اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ مالی بخشش پر توجہ کرتا قتل کی تدبیروں اور بقول مولوی علیم اللہ صاحب حنفی سارا وقت گذر رہا تھا فرزند رسول کے مختفر شہادت پر دستخطیں حاصل کرنے میں جو یزید کے ہمنوا ہوا خواہ امام مظلوم پر خروج کے جواز میں تیار کر رہے تھے (ارشاد النعیم لدفع اللئیم صد ۲۸) ناخدائے مملکت سخن مرزا دبیر بھی یزید کو خوب پہچانتے تھے ؎

وہ جہل میں بوجہل یہ دانش میں نبیؐ ہے
وہ بخل میں قارون یہ بخشش میں علیؑ ہے
وہ نحس ہے یہ نیک وہ عقرب ہے یہ قمر ہے
وہ ناخن پا کفر کا یہ دین کا سر ہے
وہ نار، یہ فردوس، وہ زقوم، یہ طوبےٰ
وہ زخم، یہ مرہم، وہ مرض اور یہ مسیحا

معمہ بنام یزید پلید قدیم ادبیات کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ یہ کمال ادباء کا ہر زمانہ میں طلبہ اور شائقین سے تعارف ہوتا رہا چنانچہ عربی فارسی، اُردو تینوں زبانوں میں یہ عبارت گیارہ حرفوں میں ہے۔ جس پر نقطہ نہیں دیئے جا رہے ہیں۔ "<u>بھی حود رید</u>" سچ ہے اس نے امام کو قتل کر کے اپنی نہیں اسلام کی ناک کاٹ لی یعنی خود بریدہ دو دھاری تلوار سے تیز جملہ اور عربی کے معنے —— یا بنی خوذ یزید۔ لے بیٹا۔ یزید غلبہ پا گیا اسی طرح اُردو میں فحش کی گالی ہے۔ یہ الفاظ قابل غور اور نظر ثانی کے محتاج معلوم ہوتے ہیں۔

آغاز واقعہ کربلا

طلب کرنا ولید حاکم مدینہ کا

اسلام اگر تلوار سے پھیلتا تو بنی ہاشم کے لیئے دشوار نہ تھا کہ کم از کم مدینہ رسول پر شام کا اقتدار نہ ہو اور یزید کا جو گورنر وطن پر حکومت کے لیئے تعینات ہو اُس کو قتل کر دیں مگر ذاتیات پر اس سے پہلے بھی کبھی خونریزی نہیں ہوئی۔ اُسی جادہ پر یہ حضرات آخر تک قائم رہے اور بنی اُمیہ دنیاء اسلام پر چھا گئے اُن کے نفوس خود اپنے کو منصب کا سزاوار نہ سمجھتے رہے۔ اور نا تجربہ کار اہل قلم کا سیرت نگاری میں یہ لکھنا کہ ولید نے اپنے دربار میں طلب کیا بے ادبی ہے ولید کی کیا ہستی تھی جو وہ مدینہ میں دربار منعقد کرتا اور اس سے زیادہ وہ لٹریچر قابل بیزاری ہے جو اولاد ابو سفیان سے تخاطب میں امام عالی مقام کے زبان سے ولید کو امیر کہہ کر تخاطب کا قائل ہے یزید کا ارادہ اور مطالبہ بیعت پر ولید کو یہی جواب دیا اِنَّ البیعۃ لا تکون سراً۔ بیعت پردۂ خفا میں نہیں ہوتی جب کل لوگوں کو بلانا تو مجھے بھی بلانا ولید نے کہا بسم اللہ تشریف لے جائیں مروان اس جواب پر برافروختہ ہوا اور بدتمیزی سے کہا کہ امیر اگر رو باہ نکل جائے تو بجز گرد قدم کے کچھ نہ پاسکے گا خدا کی شان اور انقلاب دنیا کا یہ بدتر نقشہ ہے بدر و اُحد سے فرار کرنے والے شیران بیشۂ شجاعت کو لومڑی سے تشبیہ دیتے ہیں جبین امامت پہ نہ صرف شکن آئی بلکہ بھر پور غصہ میں فرمایا "اے بدکار عورت کے جنے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ۔"

امام سرتاج فصحائے عرب اور محاورات کو برمحل استعمال کرنے والے ہیں ہمارا فرض یہ ہے کہ اُن کی گفتگو کی ایک ایک لفظ کو سمجھیں بعض نحویین نے زرقا کا ترجمہ زن کبود چشم کیا ہے اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ

چھوکری جو نظر اوٹھا کر دیکھنے میں سیاہی چشم غائب اور سپیدی نمودار ہو۔ اُردو میں اُسے بھینگا کہتے ہیں اور لغات عرب کے سب سے بڑے ماہر جرجس ہمام شویری نے تحقیق لفظ کرتے ہوئے آزارقہ تک عنان توجہ مبذول کی اور ترجمہ میں لکھا ہے کہ خوارج کا وہ گروہ جس کا سرغنہ نافع بن ارزق تھا۔ اس فرقہ نے حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب سے کفر اختیار کیا تھا۔ ناظرین تحقیق لفظ کو زیر نظر رکھیں زندگی ہے تو انشاءاللہ قاسمؑ بن حسنؑ کی جنگ میں جو پہلوان آنے والے ہیں اُن میں پھر مدد ملے گی۔

اس کے بعد کہا کذبت یا ابن اللخناء یہ پہلے تخاطب سے زیادہ سخت جملہ ہے۔ کھانے کی چیزیں جب سڑ جاتی اور بدبو پیدا ہوتی ہے اُس وقت محاورہ عرب میں زبان پر لفظ آتی ہے اور یا ابن الخناء کے معنے یہ ہیں کہ تیری ماں کے جسم میں بوئے بد کسی نفاست پسند کو تو قریب آنے نہ دیتی تھی ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

سپہر کاشانی نے بہتر ترجمہ کیا ہے: "اے پسر زنانِ ناستودہ دیدار و نکوہیدہ کردار۔" تو جھوٹا ہے اے بدکردار عورت کے فرزند ہم اہلبیت نبوت و معدن رسالت ہیں ہمارا گھر فرشتوں کی آمد و شد کا مرکز ہے آغاز تکوین ہم سے ہوا اور ہم پر خاتمہ ہے بنا فتح اللہ کے معنے یہ ہیں کہ ہم اوّل مخلوق ہیں اور بنا ختم کی تشریح یہ ہے وَیَبْقٰی وجہ رَبِّکَ ذو الجلال والاکرام۔ ہر شے کو فنا ہے اور وجہ اللہ کو بقا ہے اور اسلامیانِ عصر کا اجماع ہے کہ وجہ اللہ آل محمدؐ ہیں (توضیح الدلائل و ینابیع المودۃ) یزید تو فاسق ہے شراب کے نشہ میں مخمور قابل عزت و احترام لوگوں کا قاتل ظاہر بظاہر گناہوں کا ارتکاب کرنے والا۔ میں ہرگز اُس کی بیعت نہ کروں گا۔ روز دن ہوتا رہے اور تم بھی وقت کے منتظر اور ہم بھی انتظار کریں تو پتہ چلے گا کہ بیعت اور خلافت کا حقدار کون ہے۔

امام کی آواز بلند ہوتے محسوس کر کے بنی ہاشم تلواریں کھینچے ہوئے داخل

ہوئے۔ یہ سخت کلامی تو ولید کے ساتھ تھی اور مروان پر لوہے کی کرسی کھینچ کر پھینکی اُس کی پگڑی کا اُس کے گلے میں پھندا پڑا اور پتہ چلا کہ روباہ کیسی ہوتی اور شیر کون ہے؟

یزید کی تخت نشینی کے وقت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر بھی دو نمودار شخص تھے جسے اُس کو بیعت نہ کرنے کا اندیشہ تھا اور مطالبہ بیعت تینوں حضرات سے تھا جن کے رئیس و رئیس حسین بن علی تھے وہ لوگ جو امامت یزید کے قائل اور معاویہ کو خلیفہ وقت سمجھتے ہیں اُن کو سوچنا چاہیئے یزید میں خلافت کی کچھ بھی صلاحیت ہوتی تو یہ دونوں بیعت کر لیتے۔ زبیر معاویہ ہی کی فوج کے جنرل تھے جو حضرت علی کے مقابل میں فوج شام کے جنگجو اور عبداللہ بن عمر کو غور کرنا چاہیئے تھا اگر اُس خفیہ تحریر کی کوئی تاریخی حیثیت ہے جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر ہی نے یزید کے پاس ودیعت کی اور قتل حسینؑ کا منصوبہ تھا تو یہ دونوں صاحبان پرانے رابطہ کی وجہ سے انکار کے مجاز نہ تھے مگر دوستداران یزید نہیں دیکھتے کہ نہ عبداللہ بن عمر کو رانہ تقلید پر آمادہ اور نہ عبداللہ بن زبیر شام کے غمخوار ہوتے ہی بیعت پر تیار۔ بڑی خوبصورتی سے مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے اور مدینہ میں تلاش کرنے پر اُن کا پتہ نہ چلا۔

اِن دونوں نامور مسلمانوں کے بیعت یزید نہ کرنے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو خلیفہ وقت کی بیعت نہ کرے کیا اُس کا اسلام رخصت ہو جاتا ہے اور اپنی دینداری باقی رکھنے کے لئے بیعت کئے بغیر چارہ نہیں یہاں سے بعد رسُول حضرت علیؑ کے بیعت کرنے اور نہ کرنے کا مسئلہ سامنے آتا ہے اور نظر تعمق باطل کے سامنے حق کے جھکنے کو گوارا نہیں کرتی۔ ولید نے اپنی ناکامی کی اطلاع دی اور شام سے اور زیادہ سخت حکم صادر ہوا کہ اگر وہ بیعت نہیں کرتے تو سر کاٹ کر بھیج دے ولید نے اپنی جگہ فیصلہ کیا۔

لاحول ولا قوۃ اِلا باللہ اگر یزید قادر لودری ودنیا را بتماست

بِلکِ یمینِ من ترمودی من آنکس نیستم کہ تیغ بروئے حسینؑ بکشم و پسرِ پیغمبر بکشم (ناسخ التواریخ صد ۱۶۳) اگر یزید پوری دنیا مجھ کو دے سکتا ہو اور دیدے تو بھی میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو حسینؑ پر تلوار کھینچیں اور رسول کا بیٹا میرے ہاتھ سے قتل ہو۔

ترکِ وطن کے آثار

یزید کا مطیع ہو کر اس جرأت کی حقیقت تو اُس کا خالق سمجھے جس کی زبان پر یہ لفظیں جاری ہوئی ہیں۔ ہم دشمن کے دل کو بھی پگھلتا ہوا پائیں تو تم کو آگاہ کریں گے۔ ولید سے ملاقات کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر ۲۴ گھنٹے اس طرح گذرے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آرام نہ ہوا۔ محمد بن حنفیہ سے طویل ملاقات اُن کو وصیت نامہ لکھ کر سپرد کرنا۔ حرمِ رسول کے روبرو رات عبادت میں بسر کرنا۔ ماں اور بھائی کی مقدس قبروں سے وداع ہونا مشاہیر اصحاب سے اُن کی عقیدت کے اظہار پر تشفی کے الفاظ سامانِ سفر اور یہ سمجھ کر گھر کو چھوڑ جانا کہ اب زندہ آنا نصیب نہ ہوگا تمام واقعات مشہور ہیں جس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جابر بن عبداللہ انصاری کی ملاقات اس سلسلہ میں اہمیت سے خالی نہیں اور وہ آپ کو مقاتل میں نظر آئے گی وہ سفرِ عراق کا عزم معلوم کرکے حاضر ہوئے اور بڑی سادگی سے جو گفتگو شروع کی اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کو پیغمبرِ خدا کی زبان سے خبرِ شہادت سُننے کا موقع نہ ملا یا فراموش کیا۔ عرض کرتے ہیں۔

جابر: آپ تو پیغمبرِ خدا کے فرزند اور دو نواسوں میں سے ایک ہیں مجھے بجز اس کے کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ یزید سے صلح کیجئے جیسا کہ آپ کے بھائی نے صلح کی وہ بھی توفیقِ الٰہی سے سرفراز اور دانشور تھے۔

امام: جابر! میرے بھائی نے جو کیا وہ خدا اور رسول کے حکم سے اور

ہیں یہی حکم خدا و رسول سے جو کرنا ہے وہ کروں گا کیا تم چاہتے ہو کہ میں رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضٰے اور بھائی محسنؑ کو ابھی تمھیں دکھا دوں۔

جابرؓ کہتے ہیں میں نے جو نگاہ کی تو آسمان کے دروازہ کھل گئے اور رسول خدا علیؑ (مرتضٰے) اور حسنؑ اور حمزہؓ و جعفر طیارؓ اور زید سامنے تھے جابر کہتے ہیں میں ڈرا اور بڑی دہشت محسوس ہوئی اور مجھ سے سرور اکرم صلعم نے فرمایا کہ جابر تم یزید قاتل حسینؑ کی بازگشت دیکھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اے پیغمبرؐ خدا۔ آپ نے زمین پر ٹھوکر ماری الخ (معالم زلفے صـ۱۲۵ طبع طہران)۔

دوزخ کا پتہ

جنت و نار پر ایمان ہے جب ایک مسلمان کی زندگی کا اساس ہے تو اس مقام پر پہنچکر ضروری معلوم ہوا کہ تتمہ روایت کو تشنہ تصریح نہ چھوڑا جائے۔ حسینؑ بن علی کے تمام نام لیوا یہ تو جانتے ہیں کہ انھوں نے ظہر عاشور کی نماز کے بعد اپنے اصحاب کو فردوس بریں مشاہدہ کرا دیا بہشت ہے بلند اس کا نظارہ عالم بالا کی طرف نگاہ کر کے ہوتا ہے اور دوزخ ہے پست وہ زمین پر ٹھوکر لگا کر نظروں کے سامنے لایا جا سکتا ہے۔ معالم زلفی اس وقت میرے پاس نہیں کتاب کمیاب نہیں۔ بزبان عربی کسی بڑی لائبریری میں پائی جا سکتی ہے جابر نے یزید کا مستقبل دیکھا پناہ بخدا اس کے عذاب کی تو مثال نہیں ہے۔

یہ امام حسینؑ کا وہ اقتدار ہے کہ وہ جنت و نار دونوں دکھانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ قطب شمال۔ جہاں برف باری میں ذی حیات زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر جہنم اس کے بعد ہو تو خلاف عقل نہیں اور اس ٹھنڈک کا راز بھی آشکار ہو گا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو خلائق جل کر فنا ہو جاتے مزید تحقیق کے راستہ کو یہی ٹھنڈک بند کئے ہے۔

حدیث نبوی حسینی اعجاز کو اپنے سایہ میں پناہ دیتی ہے۔ القابر دوص مین

ریاض الجنۃ اور حفرۃ من حفر النار۔ قبر بہشت کا باغیچہ ہے یا جہنم کا گڑھا۔

پیغمبر خدا کی قابل احترام آخری بی بی اُم سلمہ کو وقت رخصت زمین کربلا کا ملنا بھی فرزند بو تراب کا وہ اعجاز ہے جو محترمہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے درجہ تک پہنچاتا اور حسین کو خلیفۃ اللہ ثابت کرتا ہے۔ اُن حضرت کو خدا نے اپنی مملکت دکھائی اور امام مظلوم ثانی کو اپنی مملکت دکھا رہے ہیں۔ یزید اور حسینؑ میں یہ فرق ہے سے

وہ تختِ نشیں دوزخ اسفل کا مکیں ہے ۔۔۔ یہ گوشہ نشیں مُہرِ نبوت کا نگیں ہے (دبیر)

آج بھی کچھ لوگ کہہ گذرتے ہیں کہ امام حسینؑ صلح کرتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ اُن کے جواب میں صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ اگر صلح حسنؑ کو عالم اسلام نے بلا اختلاف اصحاب پسندیدہ رویہ قرار دیا ہوتا تو ہم بھی یہ مشورہ دیتے لیکن صلح بھی تو دنیا کے نقد و نظر سے نہیں بچی ہے کو ناظرین سامنے رکھیں۔

گذارش مدینہ سے سفر شروع کر دینے کے بجائے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنا ایک وہ مقالہ درج کریں جو رسالہ نور کراچی بابت ماہ نومبر ۱۹۶۱ء میں طبع ہوا اُس سے معلوم ہوگا کہ اس سفر میں جس کو ساتھ لیا اُس کا کیا راز تھا اور جس کو مدینہ میں چھوڑا تھا اُس کی وجہ کیا تھی۔ امام کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور حسینیت ہمارے نقد و نظر سے برتر ہے۔

کربلا کا غیر حاضر طبقہ کربلا میں حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ جو منتخب روزگار مجمع تھا وہ کسی ایک خاندان ایک نسل ایک شہر ایک صوبہ کے لوگ نہ تھے اور نہ وہ سب کے سب فرزندانِ توحید تھے جو قولوا لا الٰہ الا اللہ کی صدا پر یزید کے ہاتھ سے ضرب پڑتے دیکھ کر نصرت دین کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں کچھ وہ بھی تھے جو آغاز میں عیسائیت سے تعلق رکھتے جن کو حسینیت نے تثلیث کے بکھیڑے سے نکال کر وحدانیت کے جادہ پر پہنچایا۔ بلحاظ انجام سب ایک نقطہ پر سب ایک جذبہ میں سب ایک تسبیح کے دانہ تھے جو اپنے خون سے ارض نینوا کو خاک پاک بنانے والے تھے۔

بعض تنگ نگاہ دشمن حق کہہ بیٹھتے ہیں کہ قربانی سے پہلے اُن کی زندگی حدود تاریخ میں محفوظ نہیں واقعہ کربلا اصول جنگ کی تحت میں نہ تھا سیاسی دماغوں کی مٹ بھیڑ نہ تھی جو نظروں پر چڑھے ہوئے لوگ سمٹ آتے یہ محراب عبادت میں ثابت قدم رہنے والے زہاد تھے جو امامت پر آنچ آجانے کے موقع پر اپنی زندگی اور معبود کو سجدے بیکار سمجھتے تھے عالم زر میں اُن کو ثبات قدم اور نصرت حق کی تعلیم دی گئی تھی جہاد میں جو فی سبیلہ کی قید تھی یہ اُس پر پورے اُترنے والے تھے وہ نمود کی منزل سے ہمیشہ دور رہے حکومت شام کی لگاتار کوشش اور تخریبی عناصر نے اُس جمعیت کو ختم کر دیا تھا جو آلِ محمدؐ پر بُرا وقت پڑنے پر یکجا ہوجاتے۔ زہر تلوار قید خانہ اپنا پورا کام کر چکے تھے اور معویہ کی آنکھ اُس وقت بند ہوئی تھی جب آس کے نزدیک ایک بھی دوستِ علیؑ باقی نہ تھا جس طرح ستر ہزار بچے قتل کر کے فرعون نے سمجھ لیا تھا کہ پیدا ہونے والا بچہ موسیٰؑ ذبح ہوگیا۔ وہی نظریہ حکومت شام کا تھا اب اگر یزیدیت اور حسینیت کا ٹکراؤ ہوا تو اُن کے ساتھ عباسؑ و علی اکبرؑ کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ اسلام میں فرعونیت میرا طبع زاد خیال نہیں ہے یہ لقب اُمّ المومنین بی بی عائشہ کا عطیہ ہے۔

اخرجہ[1] ابن ابی حاتم عن الاسود بن یزید قال قلت لعائشہ الا تعجبین من رجل من الطلقا ینازع اصحاب محمد فی الخلافہ قالت وما العجب من ذلک ھو سلطان اللہ یوتیہ البر والفاجر وقد ملک فرعون مصر اربعمائۃ سنۃ۔

راوی کہتا ہے میں نے معظمہ سے عرض کیا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خلافت کے منصب میں اصحاب رسول سے وہ رعایتی گروہ مقابلہ کرتا ہے جس کی جانوں کو بچا کر اسلام میں داخل کیا تھا۔ اُس کا جواب محترمہ نے یہ دیا کہ مجھے تو کچھ بھی حیرت نہیں بادشاہت تو اللہ نیک و بد کو دیا ہی کرتا ہے فرعون

---

[1] تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد ۶ صفحہ ۱۹ طبع مصر۔

نے اہلِ مصر پر چار سو برس حکومت کی شاعر ملت اقبالؔ کو بھی یہی کہنا تھا ۔

موسیٰؑ و فرعون و شبیرؑ و یزید   ایں دو قوت از حیات آمد پدید

زہر کی شیشیاں ختم کرنے اور جیل بھرنے کے بعد اتحاد باطل کو خبر نہ تھی کہ حق کے دلدادہ ابھی دنیا کے مختلف گوشوں میں اور ہیں جن کے جوہر چھپے ہوئے ہیں اور قعر گمنامی میں یہ صداقت وار زندگی بسر کرنے والے جب عقیدت کے موتی نچھاور کریں گے اُس وقت کوئی طاقت اُن کو نہ روک سکے گی دشمن کی طرف سے ناکہ بندی کر کے راستوں کو مسدود کر دینا مشتبہ نفوس کی گرفتاری اُن کے عزائم میں سدراہ نہ ہوگی ۔ دستِ قدرت کا اختیار اگر ایک کو چھپا سکتا ہے اور موسیٰ فرعون کے قتل عام میں محفوظ رہ سکتے ہیں تو بہتر بھی شاہی فرعونیت کے سیلاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور ان مقدس نفوس کی موت کربلا میں تھی اور اُن کو کوئی طاقت شمع امامت کے گرد پروانہ وار جمع ہونے سے روک نہ سکے ۔ اُن کے کارنامہ وخاد نیا کو معلوم ہیں اُن کی وطنیت اور سکونت پر انشاء اللہ العزیز پھر بحث ہوگی اس تمہید کے بعد ۔ مدینہ سے سفر میں جو رہ گئے تھے اُن کے اس ساتھ سے جدا ہونے کے کیا علل و اسباب تھے ۔ چند شخص ہیں جن کی واقعہ کربلا میں شرکت کا سوال ہے خاندانی لحاظ سے اُن کا شریک نہ ہونا تعجب خیز ہے ۔ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن جعفر محمد حنفیہ کے واقعہ کربلا میں شریک نہ ہونے کا سوال مہنا ابن سنان کے استفسارات اور علماء شیعہ کے جوابات میں موجود ہے ۔ الحاج شیخ عبداللہ مامقانی علم رجال کے بڑے ماہر تھے ، فرماتے ہیں وہ اس شبہہ پر ملتفت ہیں اور ان کی غیر جانبدارانہ گفتگو ہے جس سے دائرہ انصار کی وسعت یا محدود ہونا خود واضح ہے ان کی رائے ہے[1] کانوا اشخاصا معینین اثنین وسبعین شخصا رضی اللہ تعالیٰ فی تضاعیفہ بعد ذکا الموھبۃ المخصوص صدرہ بمصالح ۔ وہ کچھ مقررہ لوگ تھے جن کی

---

[1] تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۱۱۲ طبع نجف اشرف

تعداد بہتر تھی اور خدا نے شرف شہادت اُن کے نامہ عمل میں لکھ دیا تھا اور خدا کی مصلحتوں کی تحت وہ اس خاص بخشش کے مرکز تھے توفیق الٰہی پر تمام دنیائے اسلام کا اتفاق ہے اور آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ حضرت نوح کے ساتھ تھوڑے لوگ اُن کی تبلیغ کی ناکامی پر دلیل ہیں قلیل من عبادی الشکور حضرت موسیٰ نے میقات کے لئے ستّر شخص منتخب فرمائے کیا ان کا انتخاب ناقص تھا۔

علامہ مامقانی نے واقعہ کربلا میں شرکت نہ کرنے والوں کی صفائی میں یہ بھی فرمایا ہے انما یواخذ لترک نصرته من حضر الطعن او کان بالقرب منه علی وجه یمکنه الوصول و نصرته بازپرس اُس طبقہ سے ہو سکتی ہے جو کربلا میں موجود تھا اور نصرت نہ کی یا دشت نینوا سے قریب ہوتا اور امکان ہوتا کہ وہ پہونچ سکے اور نصرت کرے اس عقلی جواب پر اکتفا نہ کرتے ہوئے موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے امام جعفر صادقؑ اور اُن کے پدر امام محمد باقرؑ کی روایت سے واضح ہے کہ امام حسینؑ نے کربلا سے جو خط مدینہ روانہ کیا اُس میں بنی ہاشم کی تکلیف شرعی مقرر کر دی تھی) فمن لحق بی منکم استشهد ومن لم یلحق لم یبلغ مبلغ الفتح والسلام تم میں مجھ سے جو آکر مل گیا وہ شہید ہوگا اور جو نہ پہنچا وہ حقیقی فتح مندی سے محروم رہے گا۔

عبداللہ بن عباس پیغمبر کے چچا زاد بھائی اور بنا بر مشہور اس نسل کے ممتاز شخص جن کو نبوت و امامت پر فخر تھا۔ آغاز واقعہ کربلا میں ان کا بار بار نام آتا ہے نور حسینؑ مظلوم کو سفر عراق سے روکنا اور امام کا اُن بہتر مصالح کو سمجھنے پر مشتمل جواب اور آخر میں کم از کم اُن کی طرف سے یہ رائے کہ اس سفر میں عورتیں ساتھ نہ ہوں عقل انسانی کے

۱؎ تنقیح المقال ۲؎ منہ و ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۷

مطابق تجویز تھی مگر اودھر عقیلہ حضرت زینبؑ کا اس رائے سے اختلاف اُدھر امام حسینؑ کا یہ فرمانا کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ مجھ سے جدا نہ ہوں گے نتیجہ میں ابن عباس کی رائے بشری مشورہ سے اور ماحول کے مطابق گفتگو تھی اور امام کا عملاً ودیعی مصلحت پر کار بند ہونا قرار پاتا ہے جس کے روبرو بشریت لرزہ براندام ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن عباس نے کیوں جان بچائی اور نصرت امامؑ تیار نہ ہوئے۔ حقیقت امر یہ تھی کہ ابن عباس واقعہ کربلا کے وقت نابینا ہو چکے تھے اور جس کی بصارت جواب دے چکی ہو اُس پر جہاد نہیں۔ تاریخی شواہد ابن عبدربہ لکھتا ہے۔ خطب عبد اللہ بن الزبیر بعد موت الحسنؑ والحسینؑ فقال ایھا الناس ان فی کم رجلا اعمی اللہ قلبہ کما اعمی بصرہ قاتل ام المومنین وحواری رسول اللہ وافتی تزویج المتعہ وعبد اللہ بن عباس فی المسجد فقام وقال لعکرمہ اقود جھی نحوہ یا عکرمہ ثم قال ھذا البیت۔

ان یاخذ اللہ من عینی نورھما فقی فوادی وعقلی منھما نور

عبداللہ بن زبیر نے شہادت حسینؑ کے بعد خطبہ میں حاضرین سے کہا کہ گروہ مردم تم میں ایک وہ مرد ہے جو دل کا بھی اندھا بصارت چشم اُس کی پہلے ہی جا چکی ہے رسول کی بی بی سے اور صحابہ سے اُس نے جنگ کی اور متعہ کو جائز سمجھتا ہے۔ یہ چوٹ ابن عباس پر تھی وہ مسجد میں موجود تھے اُٹھ کھڑے ہوئے اور عکرمہ سے کہا کہ میں اُٹھتا ہوں میرا رخ اُس کی طرف کردو حاضرین اُن کے کھڑے ہونے پر گوش بر آواز ہوئے اور یہ بیت پڑھی بے شک میری آنکھوں کی روشنی اللہ نے لے لی۔ لیکن میرے دل و دماغ اور عقل میں تو بینائی ہے ابن زبیر تیرا یہ کہنا کہ میں عائشہ سے جنگ میں شریک تھا تو (سن یہ تاؤ) تم ہی نے تو اُن کو گھر سے نکالا اور تیرے باپ اور ماموں اُن کے طرفدار تھے خروج میں۔ مومنین کی ماں وہ ہم اہل ایمان ہی کی ذات سے قرار پائیں ہم اُن کے بہترین بیٹے ہیں اُنھیں اللہ بخشے۔ باپ نے تمھارے اور تم نے

علیؑ سے جنگ کی اگر علیؑ مومن تھے تو تم گمراہ ہوئے اگر وہ معاذ اللہ کافر تھے تو تو تم نے ان کے سامنے سے جنگ میں فرار کیوں کیا جہاد سے بھاگنا تو غضب کی نار یعنی مول لیتا ہے اب رہا متعہ کو جائز رکھنا تو پہلی انگیٹھی جو متعہ سے روشن ہوئی وہ آل زبیر ہی کا آتشدان تھا اس طویل گفتگو میں جس کا متعلقہ حصہ نذر قرطاس ہوا ہے اچھی طرح یہ امر واضح ہے کہ ابن عباس نابینا تھے۔

(۳) ابن ابی الحدید معتزلی نے انھیں عبد اللہ بن زبیر کے دسترخوان کا واقعہ دُہرایا ہے جہاں ابن عباس اور چند اشراف عرب موجود تھے جب ابن زبیر نے اپنی نسلی بڑائیاں شروع کیں تو ابن عباس نے پیغمبر خدا کی وہ حدیث یاد دلائی کہ قصی کے بعد دو فرقوں میں تقسیم ہوئی اور رسول ان میں سے بہتر طبقہ میں تھے پس امام بہتر ہیں تو گفتگو میں ہم غالب آئے اور اگر ہماری نسل کو اچھا نہ سمجھا تو کفر ہے اس سلسلہ میں اصل روایت کی لفظیں یہ ہیں فلخذ القوم بید ابن عباس وکان قد عمی لوگ ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کے لائے وہ نابینا ہو چکے تھے۔

(۴) خطیب خزرجی اپنے رجال[2] میں ان کا ۵۰۷ نمبر قرار دے کر کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور ۶۸ھ واقعہ کربلا کے سات برس بعد طائف میں رحلت کر گئے۔ شیعہ ارباب رجال کو بھی ان کے نابینا ہونے سے اتفاق ہے۔ تنقیح المقال میں ان کا نمبر ۶۹۲۱ ہے اور سال ولادت ہجرت سے تین برس لکھ کر کہا ہے کف بصرہ فی آخر عمرہ ان کی عمر کے آخری دور میں بصارت ختم ہو گئی تھی اس حساب سے وہ امام حسینؑ سے سن و سال میں کافی بڑے تھے۔

یہ بیان مولوی شیخ عبد الشکور مدیر آفتاب لکھنؤ کے اس شبہ کے جواب ہے جو وہ بڑے طمطراق سے پیش کر گئے کہ امام حسینؑ کے ساتھ بنی ہاشم کے بڑے لوگوں میں کوئی نہ تھا چند نوجوان اور لڑکے ساتھ تھے۔ دیکھو آفتاب لکھنؤ شہید نمبر بابت محرم ۱۳۵۰ھ جلد للمبلغین پائے نالہ۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۲ طبع مصر [2] اکمال فی اسماء الرجال۔

عبداللہ بن جعفر | آپ امام کے چچازاد بھائی اور حضرت زینب کے شوہر ہونے کی وجہ سے سگے بہنوئی اور عقیدت کا یہ حال کہ اپنے دو بیٹے ماموں پر نثار کر گئے۔ فرزندان زینب جن کی قربانی واقعہ کربلا میں زیادہ سے زیادہ مشہور ہے اس باوفا بھائی کی صلبی اولاد تھے اور دونو نہال جس کے کام آجائیں اُس کے لئے یہی سب سے بڑی قربانی ہے کہ اولاد عزیز کی اُن کی شہادت نہ ہونے پر بھی ہر طرف نظریں اُٹھتی تھیں اور تنقیح المقال ہی سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ حضرت امیرؑ اور امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام تین بزرگ معصوموں نے اُن کو شرکت جنگ سے روک دیا تھا نھاھم لمسائل خفیۃ۔ کچھ راز غیر جلی تھے جس سے شرکت جنگ اُن کے لئے ضروری نہ تھی۔ راز مخفی ہونے پر احتمالات پیدا کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے یقینی کی الفاظ استعمال نہ ہوں گی لہذا عقل بتاتی ہے کہ جو عورتیں کربلا جانے سے رہ گئی تھیں وہ بھی آل رسول میں کچھ کم شان و شوکت کی نہ تھیں تمام خواتین کے نام ضبط تحریر میں لانے کا محل نہیں اُن کی حفاظت اور نفقہ کے لئے کم از کم دو مرد وہاں رہنا چاہیئے۔ ابن عباس نابینا ہونے پر اس فریضہ کی ادائگی سے قاصر تھے عبداللہ بن جعفر اور محمد بن حنفیہ مدینہ میں اگر نہ ہوتے تو پیغمبر خدا کی بہترین ازواج میں آخری بی بی اُم سلمہ اور خواہر امیر المومنین محترمہ اُم ہانی کا کیا سہارا تھا علاوہ اس کے ممدوح کی تجارت جو بیرون شہر بھی پھیلی ہوئی اور حجاز کے تاجروں سے درآمد و برآمد میں مشغول الذمہ ہونا بھی مواقع جہاد میں سد راہ تھا اور بنی ہاشم کی ایک نمایاں فرد کے لئے بڑا قبیح تھا کہ وہ شہادت کا شرف تو حاصل کرے اور حقوق الناس اُس پر باقی رہیں ناظرین کو یاد ہوگا کہ جناب مسلم بن عقیل نے ممدوح نکلنے سے پہلے کوفہ میں وصیت کی تھی کہ اُن کا قرض زرہ بیچکر ادا ہو۔

اشجع عرب محمد بن حنفیہ | حضرت امیرؑ کے نامور بیٹے مشہور انسان جن کی شجاعت و بہادری مسلمانوں میں جانی پہچانی ہوئی راز شہادت طبع بصارت میں

شریک نہ ہونے کے علل واسباب دیکھو۔ سوء اتفاق سے وہ سامنے بھی نہیں میرے دل میں بڑی آرزو تھی کہ اُن پر ایک کتاب لکھتا۔ الواعظ کے صفحات میں سید راغب جیبی منصرم ادارہ کے قلم کا ایک بسیط مقالہ اُس وقت درج ہوا تھا جو بڑی حد تک میرا حاصل تھا اُس کو بھی اُس وقت دیکھنا نہیں ہے محمد کا اعلیٰ شرت فرزند علی ہونا اور جس کی سیرت پر قلم اُٹھا رہا ہوں اُس کا وفادار بھائی ہونا موضوع کی جان اور روح کلام ہے۔ شیعی نقطہ نظر سے وہ جس عظمت کے مالک تھے اُس کو مختار نامہ کی تخلیق نے جو عوام کی آواز ہے۔ دروغ بیانی سے بہت کچھ افسانہ بنایا اور محتاط علما و محققین اس کے ضعف اسناد کا اظہار کرتے رہے کاش اسلامی زاویہ نگاہ اور معتبر مصادر کی روشنی میں اُن کو دیکھا جاتا تو سیرت مولا کا ایک درخشاں باب سامنے آتا اور محمد حنفیہ کے کارنامہ میں کوئی اُن کے قرآنی خدمات قلم بند کرتا تو باب مدینہ علم کے فرزند کا فضل وکمال چھپا نہ رہتا۔

ہم شکرگزار ہیں اثیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اندلسی وفات ۷۴۵ھ کے جس نے میدان تفسیر میں قلم فرسائی کرتے ہوئے چشم و چراغ علی کو یاد کیا اور بحر تفسیر میں[1] اُن کا ذکر غیر معمولی الفاظ میں کیا۔ ان کے اقوال[2] الفاظ قرآنی کی تحقیق میں درج کئے اُن کی قرأت لینے وہ کس اختلافی لفظ کو دوسرے قاریوں کے خلاف کس طرح پڑھتے تھے یہ مرکز سے دور ہیں ورنہ ان مقامات کی تفصیل قوم کے سامنے لاتا تو علوم اہلبیت پر کیا کچھ نہ روشنی پڑتی۔

تفسیر لباب التنزیل میں[3] آیہ یوم حصادہ کے ذیل قرأت محمد بن حنفیہ جو علم اور حکمت زادہ ہے اس کی مثال کسی دوسرے گھرانہ میں نہیں ہے بڑے قابل حیرت یاد

---

[1] بحر محیط صفحہ ۲ و ۳۰۴ جلد چہارم و ۲۵۳ جلد پنجم طبع مصر اڈیشن ۱۳۲۹ عربی

[2] دیکھو صفحہ ۳۶-۲۲۱-۲۲۱-۴۰۴ جلد ششم کتاب مذکور [3] بحر محیط جلد ساتویں صفحات ۵۲۶-۲۷۲-۲۷۲-۲۳۵-۱۹۳ [4] صفحہ ۹۵ ۴ طبع مصر

ہے کہ تفسیری اختلافات میں مجاہد جو حضرت امیرؑ کے شاگرد ابن عباسؓ کے تلامذہ میں تھا اُس کا تو آج یہ اعزاز ہے۔ حاشیہ قرآن مترجم بدو ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ و شاہ اشرف علی میں لاتعداد مقام پر نام آتا ہے مگر وہ مہبط سے مفسر جو سرچشمہ ہے ان قاریوں کا اُسے فراموش کیے ہوئے ہیں محمد بن حنفیہ کا علم براہ راست مدینۂ علم سے ماخوذ ہے تعجب یہ ہے کہ امام زادہ موصوف کے یہ اقوال شیعہ تفاسیر میں میری نظر سے گذر جانے علاوہ اس کے کتنے اقوال ہوں گے جو طاقِ نسیاں پہ پہنچے محمد بن حنفیہ کی قوت جملی کے کوائف میری تقاریر میں دیکھ دیجیے بہادر بھائی کا ساتھ نہ کھنا الدتہ مدینہ میں چھوڑ دینا خالی از علت نہ تھا ہو سکتا ہے کہ یہ وجوہ ہوں :-

(۱) مدینۂ رسول میں ایک عالم کا رہنا اہل شہر کے دینی خدمات کے لئے ضروری تھا حضرت ادریسؑ نبی کا ارشاد تاریخ میں یہ ہے کہ جو رہائش اختیار کرے اُس بستی میں جہاں کا حاکم جابر نہ ہو اور قاضی عادل نہ ہو اور پڑھا لکھا علاج کرنے والا طبیب نہ ہو اور بازار نہ ہو اور پانی کا چشمہ نہ ہو تو اُس نے اپنی جان آپ ضائع اور برباد کی اور اس کی آل اولاد اور مال بیکار ہو جائےگا۔ تبوک میں بزبان رسالت یہ مسئلہ صاف ہو چکا تھا مدینہ میں پیغمبر کے چلے جانے کے بعد ایک قائم مقام کا رہنا ضروری تھا۔ انّ المدینۃ لا یصلح الا بی او بک یہ وقت وطن باقی تھا اس لئے محمد حنفیہ کو چھوڑا کہ شہر بے عالم نہ ہو۔

(۲) شہادت حسینؑ کے بعد امام زین العابدینؑ کی گریہ و بکا و ذوق عبادت ان حدوں تک پہنچ چکا تھا کہ آپ کو لوگ راہب العرب کہتے تھے لہٰذا خروج مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے وقت ایک ایسی فرد خاندان کا مدینہ رہنا ضروری تھا جو حقوق انتقام میں غیر جانبدار نہ ہو اور مختار سہارا لے سکیں اگر محمد حنفیہ مدینہ میں نہ ہوتے تو یہ مقصد پورا نہ ہوتا رجال امامی نے اس موقع پر اُن کے مریض ہونے کو تسلیم کیا ہے

سہ طبع دہلی صفحہ ۵۸۹ سنہ ۱۲۴۷ھ سہ روض الاخیار منتخب ربیع الابرار زمخشری سہ اثبات الہداۃ حر عاملی مخطوطہ صفحہ ۴۰۲ وغیرہ سہ تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ نور مبین استرابادی صفحہ ۸۹

غیر شیعہ مورخ بھی یہی کہتے ہیں۔

مزید جواب کا آئندہ صفحات میں انتظار کرو اور مشیر الاحزان میں ہے کہ علیؑ کے دست مبارک پر نظر بد کے اثر سے زخم تھا اور وہ تلوار اٹھا نہ سکتے تھے۔

اُمِ سلمہؓ اُمّ المومنین حضرت رسولؐ کی آخری بی بی

وہ تھے خاندان کے نمایاں افراد جن کے معقول عذر آپ نے پڑھے اب رہی خواتین جن میں بعض رشتہ کی قربت کے لحاظ سے اور بعض کا تقاضائے عمری میں ساتھ ہونا ضروری تھا مگر اُن میں امامت کی نظر انتخاب نہیں پڑی اس طبقہ میں محترمہ کا نام نامی سرفہرست قرار پاتا ہے پیغمبر کی وہ بی بی جن کو آیہ تطہیر کے محل پر خوش کردار اور انجام بخیر ہونے کی سند مل چکی ہو جو اہل بیت نبوی سے وابستہ رہیں۔ اس کو آپ دمیری کی عبارت کے ترجمہ میں دیکھیں وہ کہتے ہیں "اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول نے شادی کی سنہ ۴ھ میں۔ ماں اُن کی عاتکہ رسولؐ کی پھوپھی (حضرت عبداللہ کی بہن) تھیں وہ ۵۹ھ ایام حکومت معویہ میں اور (یہ بھی) کہا گیا ہے کہ ۱۰ عشرہ کے دن ۶۱ھ میں جس دن حسینؑ قتل ہوئے مر گئیں"۔

یہ غیر شیعہ مورخ کا بیان تھا جس کی تائید سے پہلے یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ خاتون جناں فاطمہؑ زہرا کی شادی میں اُم سلمہ کی خدمات فضائل علیؑ میں، نشر احادیث سے دلچسپی جنگ جمل کے موقع پر حضرت علیؑ کی سرکار میں اُن کے پُر خلوص پیام وہ ایمان افروز زندگی ہے جس کی مثال رسول کی کسی بی بی میں نہ تھی ایک اُم سلمہ کو صرف یہ شرف حاصل تھا کہ وہ بیوہ ہی مگر خاندانی بی بی تھیں اُن کا نہ کسی غیر قبیلہ سے وابستہ تھا نہ وہ کسی نسلی دشمن کے گھرانہ کی لڑکی تھیں اُن کو اگر ساتھ رکھتے اور وہ مدینے چھوڑتیں تو مسافرت پر تعجب نہ تھا مگر حسینؑ بن علیؑ کی نظر لطافت نے شاید دیہاتوں کا لحاظ کیا۔

---

۱ ملاحظہ ہو مشیر الاحزان تعلیق صفحہ ۲۰ عربی ۲ حیات الحیوان دمیری جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ طبع مصر

(۱) قرآن حکیم نے جن بیبیوں کو گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا اُن کو اُس سفر میں ساتھ رکھنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی جہاں جنگ ہونے والی ہے اور اگر وہ اس ہتھکنڈے کو استعمال کرتے جو دشمن کا معمول بہ تھا تو کم از کم اکثریت تو نکتہ چینی نہ کرتی اور حسینؑ کو بھی اپنی حقیقت کا آئینہ بنانے میں اُمّ سلمہ کی رفاقت کو اہمیت تھی مگر تو بہ حسینؑ کے سیاہ غلام بھی احکام شرع سے اتنے دور نہ تھے کہ وہ ذاتی فائدہ کے لئے حکم ایزدی "قرن فی بیوتکن" کو نظر انداز کرتے اور ناقہ پر بٹھا کر رزمگاہ میں لے آتے پہلا سبب تو یہ ہو سکتا تھا کہ اُمّ سلمہ کی معیت خلاف قرآن تھی اور امام اپنے دامن پر وہ داغ لانا نہیں چاہتے تھے جو دشمن کے دامن پر تھا۔

(۲) ابھی ابھی گذشتہ صفحہ میں پڑھا کہ دمیری نے "قیل" کی تحت میں دوسری رائے اُن کے وقت وفات پر جو ظاہر کی ہے وہ شہادت حسینؑ ہی کے دن اُن کی موت ہے اس قول کی توانائی اور طاقت کے مویدات سامنے رکھنے سے پہلے سنو کہ جو ایمان میں کمزور معرفت آئمہ میں ناقص مدعیان علم کا عقیدہ ہے کہ علم غیب خدا کے سوا کسی کو نہیں اُس نے "الا من ارتضیٰ من رسول" قرآن میں نہیں پڑھا۔ وہ "پسندیدہ بندہ" بھی اگر نہیں سمجھتے تو بریں عقل و دانش بباید گریست امام حسینؑ کو اُن کا وقت وفات معلوم تھا اور جس زمین پر اُن کو موت آنے والی تھی وہ پیش نگاہ تھی اس لئے بھی اُن کو چھوڑا اور اب مردان بنی ہاشم کے مدینہ میں رہ جانے کا بھی ایک راز اور سامنے آیا محمد حنفیہ یا عبداللہ بن جعفر کا اُن کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے لئے مدینہ میں رہنا بھی لازم تھا ورنہ ایسی مقدس خاتون کی نماز میت کون پڑھتا۔

وفات اُمّ سلمہ کا اس عنوان کی تحت میں ذکر قبل از وقت اور بے محل ہے اپنے مقام پر بیان دمیری کے مویدات کا انتظار کرو مسلمان پیغمبر خدا کے آزاد کردہ غلام معلوم تھا کہ میری نماز جنازہ کون پڑھائے گا اگر اُمّ سلمہ رفیقہ زندگی کو بتا دیا گیا ہو کہ حسینؑ کے کربلا جانے پر وہ اس خدمت سے معذور رہیں ممکن ہے کہ اُمّ سلمہ نے محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر ہر دو میں کسی سے وصیت کی ہو تو نفاذ وصیت کیا

اُس کا ٹھہرنا واجب ہوگا واقعات کی اس گہرائی سے ابو مخنف کے نمایندہ جنھوں نے
مقتل کی تدوین میں حالات فراہم کیے باخبر ہونے کی وجہ نہ تھی ذبح عظیم کو جتنا وقت
گذرتا جائے گا ذرائع اہلِ قلم کے لئے زیادہ سے زیادہ فراہم ہوں گے اس لئے
کہ دنیا کا تمدنی ارتقا اقوام عالم میں روز افزوں ہے دشمنوں نے حقیقت کے سورج
پر جو گرد پہونچائی اور مطلع غبار آلود تھا انکشافات کے طاقت ور ہاتھوں وہ صاف ہوتا
جا رہا ہے اور باطل کے پول کھلتے چلے جا رہے ہیں شاہ عبد الحق[۱] نے اس مقام پر کہا
ہے کہ اُمِّ سلمہ کی نماز ابو ہریرہ نے پڑھی[۲] اور ابن عبد البر دوسرے ذمہ دار عالم اہل سنت
نے کہا ہے کہ محتضرہ نے وصیت کی تھی کہ اُن کی نماز میت سعید بن زید پڑھائیں۔ ابن حجر
عسقلانی نے اس رائے کو ظاہر کرتے ہوئے مخالفت میں کہا ہے کہ سعید تو ۵۰ھ یا ۵۱
یا ۵۲ھ میں خود مر چکے تھے" میں عرض کرتا ہوں کہ سعید حضرت عمر کے چچا زاد بھائی تھے
بنی ہاشم کی موجودگی میں اُن سے وصیت اور نماز پڑھانے کا ذکر بلاذری[۳] کے قلم سے
بھی ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ قائد اعظم کی نماز جنازہ مولانا سید انیس الحسنین ممتاز
الافاضل و واعظ مدرسۃ الواعظین متعین کراچی نے پڑھائی جس کے فوٹو اور اُس وقت
کے اخبارات کے عکس مولوی سید صغیر حسین صاحب امروہوی مرحوم بڑی تحقیق سے
اپنی کتاب انوار قمر و اذکار سادات میں پیش کر چکے اور آج کے خصوصی نمبر جنگ کے تازہ
نشریہ میں شفیق بریلوی اپنے مقالہ میں مرحوم کے وفات پر چشم دید حالات میں کہتے ہیں
کہ مولوی شبیر احمد عثمانی نے نماز پڑھائی (جنگ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء) یہ پرانا رویہ ہے
کہ جس کو جس سے تعلق ہوتا ہے وہ اُس کا نام اُبھارتا ہے یہ سعی صرف اس لئے ہے
کہ وہ غیر شیعہ ثابت ہوں حالانکہ اس بسیط مقالہ کے جو استعمال کردہ الفاظ ہیں وہ
غمزدہ مجمع - نالہ و شیون - سوز و گداز اور یہاں تک کہ مجمع میں بعض عزم و ہمت کے
پیکر غم سے ہار مان چکے - لاکھوں نہیں کروروں سینوں میں بری طرح تلاطم تھا"
اشکبار بوڑھے بچے - جوان عورت مرد کوئی بھی تو ایسا نہ تھا جو اپنے عالم میں ہو" جنگ ۱۳ ستمبر ۱۹۴۹ء

[۱] مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۷۶ [۲] اصابہ جلد ۲ ص ۴۲۳ [۳] انساب الاشراف ص ۴۲۲

بھلا اسے کون کہے کہ رونا تو خاص شیعوں کی پہچان اور آپ اپنے موقع پر بدعت کہتے ہیں یہ حرکت زبوں نہیں تو کیا ہے کہ پاکستان چھوٹے سے ملک کا فرماں روا مر جائے تو کروروں افراد شریک غم ہوں اور بانی اسلام کا فرزند شہید ہو تو رنج گناہ۔ غم منانا قابل اعتراض نتیجہ یہ ہے کہ تاریخ ہمیشہ مسخ ہوتی رہی۔

اُمّ ہانی رضوان اللہ علیہا

ابوطالبؑ جو بہادران عرب میں ذاتی طاقت و شجاعت سے پہچانے ہوئے تھے اُن کی بیٹی اُمّ ہانی واقعہ کربلا میں زندہ تھیں۔ مسلم بن عقیل کی لاالفت پیدوا و بیٹین ہیں اُن کا حال دیکھو اور اس اعادہ میں ہم کو فخر محسوس ہوتا ہے کہ اُن کے گھر سے حضرت رسول کو معراج ہوئی اُن کی رگوں میں ہاشمی و مطلبی شجاعت کا خون تھا فتح مکہ میں حضرت رسولؐ نے اعلان کیا تھا کہ جو اُمّ ہانی کے گھر میں پناہ لے اُس کا خون معاف ہے۔ شیر خدا کی حقیقی بہن اور امام حسینؑ کی سگی پھوپھی اُن کو ساتھ اس لئے نہ لیا ہوگا کہ فتح مکہ میں اُن کی بہادری کا یہ تاریخی واقعہ ہے کہ جب حضرت امیر شمشیر بکف خود بر سر بہن کے گھر میں اچانک داخل ہوئے اور بغیر پکارے قدم رکھا تو محترمہ نے دفعۃً غصہ میں آنے والے کی کلائی پکڑ لی مولا نے اس گرفت کا اظہار کیا اور خود ہنس کر بہن کو پہچنوایا اور خواہر و برادر مدت کے بچھڑے ہوئے ملے ان کے واقعہ کربلا میں ضرورت نہ تھی جب محترمہ عائشہ جنگ بصرہ میں اموی نسل کی نہ ہوتے ہوئے حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینے نکل پڑیں اور قبیلہ تیم کی عورت دعوی کر سکتی ہے تو اُمّ ہانی بعد شہادت حسینؑ میدان میں اگر بھتیجے کے خون کی دعوے دار ہوں تو محل تھا لہٰذا ایسی بہادر عورت کی بھی ضرورت نہ تھی اُس جہاد نفس کرنے والی خاتون کو ساتھ نہ رکھنا تھا جو گردن جھکا کر رسی بندھوالے۔

فاطمہ صغرا

(اسیران کربلا کے روحانی قائد بیمار کربلا کا دلدوز بیان)۔ دشت نینوا میں فاطمہ زہرا کے باغ کی بربادی کوئی شرعی

لے جامع البیان تفسیر طبری پ۵ صفحہ ۳ طبع مصر و تفسیر در منثور سیوطی۔

مسئلہ نہیں ہے جو ہمارے اہل علم اُس کو نقد و نظر کی روشنی میں دیکھیں اور جرح و
تعدیل کی زد پر لا کر حکم جاری کریں ایک خونچکاں حکایت اور دلدوز المیہ ہے
جس کے بتانے والے بھی کچھ تو ریگ گرم پر آرام کرتے اور باقی اسیری کے صعوبات
برداشت کرکے محل واردات سے ہٹا دیئے گئے اون کو کچھ سوچنے کا موقع قید میں
کہاں تھا، جب ظلم ستم کی آندھیاں کم ہوئیں تو اموویت نے عباسیت کا روپ
اختیار کیا اور ننگی تلواروں کی بجائے زہر ملی ہوئی شیرینی برسہا برس ان کو موت
کے جام پر جام پلاتی رہی اس دور ستم و عناد اور رسم مکر و بیداد میں جو کچھ ہم تک پہنچا
انھیں ظالموں سے جنھوں نے اپنے کرتوت پر انعام لینے تھے اپنے مظالم بیان کی تھی
یا مسلمانوں میں کچھ نرم دل اُن کے مظلوم سمجھنے پر مجبور ہوئے یا کسی آزاد خیال شاعر
نے مرثیہ کہہ دیا تو مرنے والوں کے نام معلوم ہوسکے ظلم کی ترجمانی بھی انسانیت
کا فطری حق ہے یہ اسباب و علل تھے جو واقعہ کربلا ضبط و تدوین میں آنا شروع ہوا
اس پُر آشوب ماحول میں واقعہ کربلا پر وہ معیار کی حدیثیں کہاں سے آئیں جو کتاب
طہارۃ سے لیکر دیات تک ہر مسئلہ پر پائی جاتی ہیں قدرت کا کرشمہ تھا کہ قاتل حالات
ڈیرار ہے تھے اور جو اُن کی امامت کا منکر طبقہ تھا وہ قلم اٹھا رہا تھا مولوی ولایت حسین
حیدری کا ایک مقالہ میرے سامنے ہے موصوف ۲۰ جون ۱۹۷۷ء کے المنتظر لاہور
میں سیدہ فاطمہ صغریٰ کی روایت کو موہوم اور غلط قرار دے کر اپنے ادلہ و براہین کے
ساتھ چاہتے ہیں کہ یہ روایت مجالس میں نہ پڑھی جائے اس مقالہ میں زندانِ شام
میں وفات سکینہؑ سے بھی انکار ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اُن کے لب و لہجہ میں نہ
تجدد ہے نہ وہ اپنی فکر کو حرفِ آخر قرار دیتے ہیں بلکہ آخر میں نیک نیتی کے ساتھ مطالبہ
کرتے ہیں کہ کوئی صاحب جو مزید معلومات رکھتے ہوں وہ مطلع کریں۔ اُن کی
فرمائش پر اپنے تاثرات پیش کرتا ہوں اور ہرگز یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ ہم خیال
ہوں قوم میں لکھنے والے ہی کہاں ہیں اُن کے جذبہ تحقیق سے خوش ہوتے ہوئے
قلم اٹھا رہا ہوں مگر یہ شکوہ ہے کہ ساحل سمندر کراچی سے پشاور تک منبروں پر جو

دوسرے بے بنیاد روایات پڑھے جاتے ہیں جن کا اصل مصادر میں وجود نہیں یا
صحیح ترین روایات ہیں جو خطابت پر حواشی دیئے جاتے ہیں وہ حیدری صاحب کے
مقرر کردہ معیار کے قطعی خلاف ہیں اُن پر تبصرہ کیا ہوتا اگر تفصیل کرتا ہوں تو
ذاتیات زد میں آکر اختلاف کی ایک نئی خلیج سامنے آتی ہے موصوف کو اس
یادداشت کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ فاطمہ صغرا کا مدینہ میں رہ جانا اور فراق
پدر میں تڑپنا ناممکن نہیں پہلے یہ دیکھنا ہے کہ صغرا کا مدینہ میں رہ جانا انفرادی بیان
ہے یا فریقین کی خامہ فرسائی ہے تو میرے زیر نظر سُنّی شیعہ مکتب فکر کے در کھلے
ہوئے ہیں اور مدینہ سے سفر میں ہر طرف سے صدا آتی ہے کہ صغریٰ ساتھ نہیں
ہے طول ہو جائے گا اگر میں دکھنی مرثیہ گو کے تاثرات جمع کروں یہ نہیں کہنا چاہتا
کہ جنوبی ہند کی صدا اودھ تک پہنچی اور انیس نے اس فراق کو طشت از بام کیا
میرے دوست حیدری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ انکار سے عظمت امتحان
گھٹتی ہے یا بڑھ جاتی ہے اس تمہید کے بعد میرے جوابات ملاحظہ ہوں ـــ قولہ
وجہ تسمیہ آپ کو فاطمہ صغریٰ کیوں کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی شکل و صورت
سیرت و کردار ہو بہو اپنی دادی فاطمہ زہراؑ کی سی تھیں اس لیئے آپ کو فاطمہ صغرےٰ
کہا جانے لگا۔ اقول یہ نکتہ وجود اور عدم وجود سے متعلق نہیں ہے اور نہ اس سے مجھے
انکار ہے مگر یہ نظریہ بھی سامنے رکھیئے کہ جس مقام پر چند مرد یا عورتیں ایک نام کی ہوں وہاں
واقعہ نگار اکبر و اصغر کی لفظ اپنی طرف سے استعمال کرتا ہے اس کا محمد اکبر کہنا یہ مراد
نہیں ہے کہ مرکب نام ہے بلکہ وہ محمد جو اپنے ہمنام دوسرے محمد سے سن و سال میں بڑا
ہے کتب انساب میں اس کی نظیریں موجود ہیں اور یہ علمی بحث ہے واقعہ کربلا میں اگر
فاطمہ صغرا کی لفظ استعمال ہو تو وہ فاطمہ جس سے سن و سال میں بڑی ہم نام
خواتین موجود ہیں اُن سے چھوٹی صاحب زادی مراد ہے اور اگر مدینہ میں
فاطمہؑ صغریٰ کی موجودگی کا ذکر ہو تو سمجھا جائے گا جو خواتین فاطمہ نامی ہیں
اُن میں کمسن لڑکی ہے۔

روایت کا ماخذ

خبر غراب (مدینہ رسول میں پرند کا خبر شہادت لے کر آنا) حوالہ تو آپ اس بحث کے آخر میں ملاحظہ کریں گے اولا مجھے یہ کہنا ہے کہ اس شاہزادی کا مدینہ میں رہ جانا ہمہ گیر آواز ہے۔ جم غفیر تک پہنچتی ہے اور منکر چودویں صدی کے چند صاحب اور ایک پنجابی مولوی ہیں جن کی رائے کا جائزہ لینے پر قلع وقمع ہو جاتا ہے اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ روضہ خوانی پرجو علم سفینہ کا ایک شعبہ ہے اس کو ثانوی درجہ حاصل ہے اور ذاکری اپنی تماسیس کے ساتھ لکھی ہوئی تقریروں کا مجموعہ ہے اس طرح جیسے شعر علم سینہ کا ثمر ہے شاعر کے افکار ادھر نشر ہوئے ادھر دلوں میں گھر ہوا اور یہ بھی مسلم ہے کہ مجلس کی پہلی مرثیہ ہے اور تمام مراثی سے قطع نظر کی جائے تو میں اپنی طفولیت سے تر برس سے زیادہ جو قدیم مرثیہ برادران اہل سنت سے سن چکا ہوں اس کو ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں نے سنا جس کا مطلع یہ تھا۔

گھر سے جب بہر سفر سید عالم نکلے سر جھکائے ہوئے بادیدۂ پرنم نکلے

اس مسدس کی روح رواں یہ بیت ہے

راہ میں شاہ کو تھا رنج صعوبات سفر سختیاں ہجر کی صغرا پہ گذرتی تھیں ادھر
تارے گن گن کے شب تار کو کرتی تھی بسر ہائے اماں تھا کبھی لب پہ کبھی ہائے پدر

اس مصیبت سے اسے ہجر کا دن کٹتا تھا
کہ پرستاروں کا دیکھنے سے جگر پھٹتا تھا

(انتخاب اردو برائے درجات نہم و دہم مادری زبان مرتبہ بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن کراچی صفحہ ۲ سنہ ۱۹۶۰ء اردو اکیڈیمی سندھ)

صوبائی محکمہ تعلیم نے بتایا کہ یہ کلام میر خلیق مرحوم مورث اعلیٰ انیس کا ہے اگر ہم نے نامہ نگار المنتظر کی فرمائش پر روایت کو ممنوع قرار دیا تو اسلاف کی غلط بیانی / ان کے افکار پر خط نسخ اور ان کی فکر آفاقی حیثیت کہاں اور کیوں کر اختیار کر سکتی ہے اور حیثیت زد میں آئے گی۔

روایت کے امکانات

نبی، پیغمبر، امام۔ باپ کے درجہ پر ہوتا ہے حضرت لوطؑ نے بنصِ قرآن اُمّت کی لڑکیوں کو اپنی بیٹی کہا ہے امام حسینؑ کے دائرہ تربیت کی وسعت یتیم نوازی مہمان پروری ناقابلِ انکار ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ایک ماہ کے بر سال چند سالہ قیام میں ایک بے ماں کا لڑکا ارشد علی بیگ جو سادات سے بھی نہیں مجھ سے اتنا مانوس ہوا کہ جب میں اعظم گڑھ سے گھر لکھنؤ واپس ہو رہا تھا تو وہ میرے ساتھ چلنے پر مچلا اور میری روانگی سے روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ نہ نسبی رابطہ تھا نہ وطنی رشتہ تھا۔ تقاضائے شفقت تھا جو ظاہر ہوا وہ ذکر ماضی تھا حال کا واقعہ کراچی کے قیام میں میرے احفاد میں ایک بچہ سفر میں ساتھ چلنے پر ایسا مچلا کہ میں مجبور ہوا یہ کہنے پر کہ بعد میں تجھے بلاؤں گا گھبرانا نہ یہ منافی عقل و فطرت مناظر نہیں ہیں اب رہا یہ امر کہ شاہزادی کو علیلہ و مریضہ کہنا یہ بھی امام زادی کے لئے غلط نہیں۔ عربی مراثی[1] میں اہل علم نے مریضِ فراق استعمال کیا ہے طول کے خوف میں یہ پورا مرثیہ نقل نہیں ہو سکتا ؎

وفاطم الصغریٰ مریض بھجرھا	ویغلی منہا الوجد بالحزن یلتطم
فقول یبکی بالدموع یعیب	ابی یا ابی منک المریضۃ تحرم

نہیں بھولا میں فاطمہ صغریٰؑ کو جو درد ہجر میں بیمار تھیں اور اپنے منہ پر طمانچہ مارتی تھیں اور آنسو مثل ابر کے آنکھوں سے رواں تھے اور کہتی تھیں اے بابا یہ مریضہ آپ کے دیدار سے محروم رہی جاتی ہے۔ شاہزادی کو مریض فراق قرار دیکر عالمانہ شان سے شہرت کی تاویل کی ہے۔

یہ ہے شانِ علم کہ انکار نہ ہو تا دل سے سنبھالو چونکہ شہرت خود ایک باوقار شے ہے اس لئے وہ لفظ استعمال کی جو بلا اشکال صحیح اور یہ خادم دین مصنف الحسینؑ عرض کرتا ہے کہ میں بغیر مولانا علی حسین صاحب مرحوم ابن مجد علی

[1] وہ سو ساکبہ و مصیبت راتبہ منظوم عربی صد ۲۲

زجن کا عربی شعر آپ نے سُنا کی قید ہے کہ مریض فراق نہیں مطلقاً مریض کہتا ہوں اور کوئی ناک بھوں چڑھائے تو حضرت ابراہیمؑ کا قول میرے سامنے ہے جب شہادت حسینؑ کی خبر اُن کو ستاروں کی مدد سے معلوم ہوئی تو فرمایا انی سقیم میں بیمار ہوں فاطمہ صغریٰ کو زبان پدر سے سترہ جوانان بنی ہاشم کی خبر موت ملنے پر وہی بیماری تھی جو موروث اعلیٰ خلیل خدا کو تھی اور خدا کو اُن کا یہ فقرہ اس قدر پسند ہوا کہ قرآن میں جگہ دی جو ہمارے رشد و ہدایت کے لئے آج سے حوضِ کوثر تک کافی ہے۔

نظریات کا جائزہ

فاضل مضمون نگار حیدری صاحب نے بعض کتابوں کے نام لے کر پوری ذمہ داری سے کہا ہے کہ کسی کتاب سے ثابت نہیں کہ امام حسینؑ کی رُو سے زیادہ (دیکھئے نمبر ۱۸ صفحہ ۱ سطر ۱) حیدری صاحب یہ خادم دین بسلسلہ سوانح شہزادہ قاسمؑ جمعیت خدام عزا کے نشریہ نمبر ۲۰ میں تاریخ و سیر مناقب انساب کی ۲۷ کتابوں کے نام اپنے علمی مشاہدہ پر صفحات کا حوالہ دے کر پیش کر چکا ہے کہ دو صاحبزادیوں میں انحصار نہ تھا یہ افادہ ۱۹۳۹ء سے کئی بار شائع ہوا ہے اور جناب ناصر الملۃ السید ناصر حسین اعلی اللہ مقامہ کا نام پیش کرنا بھی حیدری صاحب کی نظر کا اُن کی تالیف پر حاوی نہ ہونے کی وجہ سے ہے اپنی آخر عمر میں وہ خود تین صاحبزادیوں کے قائل ہو گئے تھے (الشہید آگرہ میں اُن کے فتاویٰ دیکھو اپنی پہلی تحقیق پر وہ خود خط نسخ کھینچ چکے ہیں)

(جلد ۱ نمبر ۵ بابت ماہ صفر ۱۳۴۲ھ صفحہ ۲)

جب صورت حال یہ ہے تو ان کا نام پیش کرنا مفید نہیں محققین علماء کے فتاویٰ مسئلہ کے ہر پہلو اور ماحول اور فضا سب پر اطلاع رکھتے ہیں یہ مغفور کی دلیل کمال ہے مجلسی علیہ الرحمہ ایسے مبصر کا خبر غراب کو نقل کر دینا شہرت کی دلیل ہی نہیں بلکہ ملا محسن کاشانی کی تحریر سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام واقعات

۱؎ تفسیر صافی سورۂ والصافات پ ۲۳۔

کربلا میں صرف خبر غراب کو یہ درجہ حاصل ہے کہ وہ امام زین العابدینؑ کی روایت سے ماخوذ ہے تعجب ہے کہ حیدری صاحب نے تاریخ کی یہ لفظیں نہیں پڑھیں فاضل مجلسیؒ[۱] از کتاب مناقب قدیم سند بعلی بن الحسین علیہ السلام می رساند کہ فرود روایت کا امام زین العابدینؑ پر جو واقعہ کربلا کے قائد اعظم تھے۔ ختم ہونا خود سپہر کاشانی کے اقوال کی بنیاد متزلزل کرتا ہے اور فاطمہ صغریٰ کا مدینہ میں وجود قول امام قرار پاتا ہے اب معلوم ہوا کہ جن علماء نے خبر غراب کو نقل کیا ہے وہ قول امام کے احترام میں ہے عربی گرامر کے ماہر علم نحو میں اپنے تمام قواعد توڑ دیتے ہیں مونث سماعی کی تحت میں ہمارے لئے شہرت سے ہزار درجہ بلند قول امام شمع راہ ہے علامہ راشد الخیریؒ کا بیان فاضل محمد علی حسین۔ صاحب دمعہ ساکبہ ما۔ عربی مرثیہ معدن البکا کتب خانہ آصفیہ دکھن کا مخطوطہ اور علامہ محمد علی بن محمد فاضل کا ترجمہ کا مسکہ اگر سلسلہ وار پیش ہوں تو طول کا ڈر ہے ممتاز العلماء فخر المدرسین سید محمد تقی جنت مآب متوفی ۱۲۸۹ھ کی صد سالہ برسی لکھنؤ میں ۸ فروری کو منائی گئی مولوی نجم الدین کا رحل وفات ۱۳۲۲ھ ان کے شاگرد علامہ عصران کا کلام ملاحظہ ہو ——— مدینہ سے سفر میں علی اصغر بہن کی گود نہیں چھوڑتے مدبر اعظم باپ نے بیٹی کے قریب پہونچکر اصغر سے کیا کہا ؎

اصغر کے قریب آئے یہ سن کر شہ ذیجاہ — ارشاد کیا کان میں اے فاطمہ کے ماہ
ہم جاتے ہیں جس قصد سے اللہ ہے آگاہ — کوفہ کی طرف چلتے ہو شبیرؑ کے ہمراہ
امت کے گناہوں کے غم کھاتے ہیں بیٹا
ہم وعدہ وفائی کے لئے جاتے ہیں بیٹا

یہ سن کے ہوا سرخ خوشی سے رخ اصغر — حضرت کی طرف جھک گیا وہ رشک گل تر
بانو کی طرف آپ بڑھے گود میں لیکر — فرمایا کہ زندہ رہے یارب یہ پیمبر

۱۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۳۷ طبع بمبئی بھارت

بچہ ہے تو کیا پھول ہے زہرا کے سبد کا
اس سن میں ہوا خواہ ہے یہ امت جد کا

یہ مرثیہ گو کے اشعار نہیں عالم دین کا کلام ہے امام زین العابدینؑ کا ارشاد سامنے آنے کے بعد اب کوئی سوال باقی نہیں رہتا کہ روایت کو ضعیف سمجھ لیا جائے اور اعاظم علماء شیعہ کی رد اور عمائد اہل سنت کی مخالفت کر کے اسلاف کی تکذیب ماضی کے گریہ کناں کی تحقیق کی جائے۔ کاش وہ مناقب قدیم ہمارے سامنے موجود ہوتا جس سے مجلسیؒ نے استفادہ کیا بحار الانوار گیارہویں صدی کا علمی کارنامہ ہے وہ جس کو قدیم کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کم از کم قرن تاسع یا تاسن نویں صدی آٹھویں صدی کی تدوین ہوگی اور کاش اس مخطوطہ کا وہ سلسلہ سند بھی تحریر کرتے تو وزن اور بڑھ جاتا۔ اہل نظر اس امر پر بھی متوجہ ہوں کہ مقتل اور مناقب میں بہت بڑا فرق ہے مقتل واقعات کربلا کے مجموعہ کو اور مناقب احادیث فضائل و معجزات کو کہتے ہیں مجلسی علیہ الرحمہ کا روایت غراب کو مناقب سے اخذ کرنا مقتل سے نقل کرنے سے برتر ہے اور صدر کی یہ کتاب حسب ذیل وجوہ سے روایت غراب کو منقبت قرار دیتے ہیں:۔

(۱) وحشی پرند کا جوار فاطمہ صغریٰ کو پہچاننا حسینؑ کا معجزہ ہے (۲) طاہر کا مرثیہ پڑھنا۔ خارق عادت اور امام حسینؑ کو مثیل سلیمانؑ قرار دیتا ہے وہ یقیناً وارث انبیاء ہیں (۳) طیور کا کلام علم الحیوان کی کتابوں میں اور جنۃ الواقیہ مصباح کفعمی ص ۹۰ لمعہ ممتاز العلماء خطی سے ثابت ہے۔

مرقومہ بالا اشعار مولانا کامل میں حسینی عظمت کے چند پہلو ہیں۔

(۱) مدینہ سے رخصت میں امام مظلوم کا شیرخوار بچہ سے کلام اعجاز امام ہے اور ان کو حضرت یوسفؑ کا ہم پلہ قرار دیتا ہے عزیز مصر کے اتہام پر دودھ پیتے بچہ نے بتایا تھا کہ یوسف پاک ہیں اس میں علی اصغر نے باپ کو حق پر ثابت کرنے کے لئے بہن کی گود چھوڑی ہے اور صغیر نادکبیر تا سوار کی تصدیق ہوئی ہے

(۲) بہن کی گود سے چھوٹے بھائی کو لے لینا اور حضرت کی فراق برادر میں تکی

ثواب ادھر امام مصلحت الٰہی کی تکمیل میں اولاد کی خوشی نہ کرنے سے باجود روشنا
آخر میں یہ کہہ کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں کہ حیدری صاحب نے روایت فاطمہ صغریٰ
کے خلاف قلم اٹھایا تھا اور ۲۷ کتب جس میں امام کی دو صاحبزادیوں سے زیادہ
کا ذکر ہے نہ دیکھے تھے تو اصول فقہ میں بحث تسامح[1] پڑھی ہوتی۔

اس سلسلہ میں مزید یہ کہنا ہے کہ چند علماء دو صاحبزادیوں کے قائل ہیں وہ
بھی اس روایت کے ذکر میں حکم اختتامی نہیں دیں گے اس لئے کہ اولاد امام حسنؑ میں
سب بیٹے اور بیٹیوں کے نام ضبط تحریر میں نہیں آئے ہیں اور اُن کی اولاد اناث میں
فاطمہ نامی لڑکی کا ہونا پایا بھی جاتا ہے لہٰذا ایک امکان یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دور
افتادہ لڑکی امام حسنؑ کی ہو اور نص قرآن کے تحت میں حضرت ابراہیم کو آذر کا بیٹا
کہا گیا ہے اور وہ امام زادی محاورہ قرآن میں بنت الحسینؑ بھتیجی ہونے سے کہی
گئی ہو اور ہمارے محققین مجتہدین انہیں وجوہ سے ذاکروں کو روک نہ سکے۔

قنبر غلام خاص حضرت امیرؑ

آخری بحث اس باب کی یہ ہے کہ قنبر
واقعہ کربلا میں کیوں شریک نہ ہوئے
کیا وہ پیرانہ سالی کا عذر کر کے خانہ نشین ہو چکے تھے۔ کیا تمام عمر کی خدمت گذاری کے
بعد وہ آقازادوں کو بھول گئے تھے ایسا نہیں قنبر کون تھے؟ اُن پر اللہ کے فضل سے
مستقل کتاب امامیہ مشن لاہور نے شائع کی اور یہ خادم دین اپنے تاثرات نشر کر چکا
ناممکن تھا کہ اولاد علیؑ اُن کے سامنے کٹتی اور وہ بیٹھے رہتے۔ صفین کی جنگ میں
میدان حرب ایک آتشکدہ تھا مگر خود مولا کا بیان ہے کہ قنبر علم لے کر محاذ پر گئے روز
عاشور کی گرمی سے وہ ہرگز نہ ڈرتے آخر کیا راز ہے کہ امام حسنؑ کے زمانہ تک تو اُن کی
موجودگی تاریخ سے ثابت ہے اور شہادت حسینؑ کے ۱۰ برس بعد تک صفحۂ تاریخ
پر اُن کا نام دکھائی نہیں دیتا زمانہ امام زین العابدینؑ میں حجاج بن یوسف کے ہاتھ
سے اُن کے قتل کی خونچکاں داستان ملتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس طویل

---

[1] یہ مقالہ لاہور کے ہفتہ وار اخبار اسد محرم نمبر ۱۹۷۰ء میں طبع ہوا۔

مدت میں قید خانہ میں تھے اور مختار وغیرہ دوست داران علیؑ کے ساتھ اسیر تھے اُن کے دل و دماغ پر آقازادوں کی شہادت کا اثر ہوگا حضرت علیؑ کے دوسرے غلام تو بروز عاشور قتل ہوئے ناممکن تھا کہ وہ آزاد ہوتے ہوئے نصرت نہ کرتے۔

مدینہ سے سفر

دیس سے نکالے جانے والوں پر سلام (زیارت ناحیہ)

ابوالحسن علی بن ہذیل مفکر کا بیان ہے کہ سفر میں تین گھاٹیاں (عقبہ) ہیں پہلے عزم وارادہ دوسرے ساتھیوں کی تعداد تیسرے کوچ ان میں سب سخت منزل عزم ہے اور سفر کی سختی بڑھ جاتی ہے اگر عورتیں اور بچہ ساتھ ہوں ایک طرف تو امام مظلوم کی پامردی استقلال احباب پروری مشیت شناسی پر بحث کرنا پڑتی ہے دوسری طرف یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ پردہ دار خواتین جن میں مختلف گھرانے مختلف حیثیت کی عورتیں تھیں گھبرائے نہیں اور عورت ہو یا مرد کوئی ساتھ چھوڑ کر علاوہ نہیں ہوا وہ عورتیں قابلِ مدح وستایش ہیں۔

جنھوں نے سفر سے منہ نہیں موڑا عزم حسینؑ اس قدر پختہ تھا کہ جس کو ساتھ لیجانا منظور نہ تھا اُس کو کسی طرح ساتھ نہیں رکھتے اور جس کو ساتھ لے جانا ہے۔ وہ کسی طاقت کے روکنے سے رک نہیں سکتا سکینہ ایسی چھوٹی لڑکی کو ساتھ لینا اور فاطمہؑ صغریٰ کو تڑپتا چھوڑ دینا عظیم کارنامہ ہے محمد بن حنفیہ ابن عباس عبداللہ بن جعفر اور دوسرے بزرگان مدینہ کے منع کرنے پر سفر ثابت کرتا ہے کہ الٰہی طاقت اُن کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کر رہی تھی خالق کی مشیت کے سامنے مخلوق کی وقعت نہ تھی لاتعداد مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ انسان اولاد کی محبت اور اُن کی خواہش پوری کرنے اُن کے مطالبات کو دُنیا کی تمام قوتوں کے سامنے ترجیح دیتا ہے مگر حسینؑ اسوہ خلیل کی بنا پر فاطمہؑ صغریٰ کو صف ماتم

کے لئے گھر پر چھوڑتے رہیں۔ وہ فاطمہ زہرا خاتون جناں سلام اللہ علیہا کی نمونہ بھی تھیں اس لئے اُن کی اسیری بے ادبی تھی اور وہ نانا کے روضہ پر رہیں اور سکینہ کو معصومانہ طفولیت کے مظاہرہ دکھانے کے لئے ساتھ رکھتے ہیں ارباب عقل اس کے راز خود دریافت کریں۔

تاریخ سفر

حسینؑ جاتے ہیں روحِ رسول جاتی ہے
ہلانے عرش کو آہِ بتول جاتی ہے
نبی کی آل بہت دل ملول جاتی ہے
(آلِ رضا)

ہندوستان میں عزاداری کے فروغ پر عوام میں شہرت ہو گئی کہ امام مظلوم نے ۳ شعبان کو مدینہ سے سفر کیا اور اسی تاریخ زید پور کے ساداتؒ نے سب سے پہلے سفر امام کا جلوس نکالنا شروع کیا جسے دیکھ کر لکھنؤ کربلائے دیانت الدولہ سے وطن مالوف میں بھی جلوس ۲۸ رجب کو نکلتا ہے علمی مرکز میں یہ تاریخ صحیح قرار پائی ہے تیسری شعبان کا ذکر مراثی میں محدود ہے اور اس جداگانہ تاریخ کا انفرادی پہلو یہ ہے کہ وہاں کے لوگ لکھنؤ میں اور لکھنؤ کے لوگ زید پور جا سکتے ہیں غم و الم کا پہلا دروازہ تھا جو آج کھلا۔ آدھی رات کو نانا کی قبر پر آئے عرض کیا اے رسولؐ آپ پر سلام ہو۔ پھر کہا یا رسول اللہ میں ہوں حسینؑ (آپ کی) فاطمہ کا لال وہ نواسہ جسے آپ نے اُمت میں چھوڑا تھا۔ آپ گواہ رہیں کہ اُمت نے مجھے چھوڑ دیا ممکن تھا کہ قبر سے جواب آتا مگر براہ راست جواب نہ ملنے کا شاید راز یہ ہو کہ پہلو میں اور بھی دو قبریں بن گئی ہیں جو راز دارِ رسالت نہ تھے۔ مزار سے جواب نہ آنے پر خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم جلد اپنے خون میں

۱؎ تاریخ لکھنؤ ص ۱۲۲ ۲؎ پیام زندگی جلد سوم ص ۱۲۶ شمس العلماء تاجور نجیب آبادی پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور و ذکر الشہادتین فاضل صفی ص ۲۲۸ و تحریر الشہادتین ص ۶۳ مولوی سلامت و مجالس خواتین ج ۲ ص ۱۸۲ مولانا ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی کا شاید بیاض نجری ماخذ ہے جو اس وقت میرے سامنے نہیں ۳؎ وسیلۃ النجات بسطامی۔

لوٹو گے۔ عرض کیا نانا مجھے پلٹنے کی ضرورت نہیں اپنی قبر میں لے لیجئے۔ خواب دیکھ کر ماں کی لحد بھائی کے مزار سے رخصت ہوئے۔ نانی اُمّ سلمہ سب سے عظیم الشان پیغمبر کی واحد اطاعت شعار قابل فخر بی بی تقاضائے محبت میں کہتی ہیں فرزند عراق ہرگز نہ جانا۔ عرض کیا آپ زمین عراق دیکھنا چاہتی ہیں یہ کہہ کر اشارہ کیا زمین پست ہوئی ارض کربلا کا نظارہ کیا شہادت کی خبریں دیں امام کے سامنے مستقبل آئینہ کی طرح تھا زمین نینوا کی زیارت کا ثواب نانا کی حدیثوں میں کثرت سے وارد ہوا تھا ارضِ طف کا پہلا زائر محترمہ کو بنایا ابن عباس اور محمد حنفیہ نے جب ارادے معلوم کئے اور خدمت برادر میں آئے تو یہی کہا کہ ابن عباس آپ قوم کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اپنے نبی کی بیٹی کے فرزند کو اپنے شہر گھر سے نکالے۔ انھوں نے اپنے فرض عقیدت اور انسانی ہمدردی سے زار و قطار رو کر کہا کہ عورتوں کو کیوں لئے جاتے ہیں جواب دیا کہ بہترین انبیاء کی امانت ہیں میرے سوا کوئی امین نہیں ان کو کس پہ اور یہ بھی تا زندگی مجھے نہ چھوڑیں گے وطن چھوڑنے کی خبر پوشیدہ نہ رہ سکی اور اہل مدینہ آ گئے زنان مدینہ نے کہا کہ ہم حلقہ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں آپ ہمارے درمیان سے نکلیں۔ آقائے دربندی علیہ الرحمہ کہتے ہیں حتی مشی فیھن الحسینؑ امام ان کے بیچ سے نکلے در و دیوار سے صدائے وامحمداہ واعلیاہ بلند ہے۔ بقیہ حالات اس سلسلہ کی دوسری کتابوں میں دیکھو کچھ دور راہ طے نہ کی تھی کہ فرشتوں کی فوج نظر آئی جو آلات حرب سے آراستہ گھوڑوں پر سوار یہ کہہ کر "اے حجت خدا اس کے خلق پر سلام عرض کیا کہ حکم ہو تو کربلا پہونچنے سے پہلے دشمن ختم ہو جائے" فرمایا ہم تم سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں جب کربلا پہونچوں تم اس وقت آنا۔

مدینہ سے مکہ ۱۱۲ میل کا فاصلہ صاحب مراۃ الحرمین نے قرار دیا ہے۔
پتہ نہیں کہ آج سے ۱۳۳۷ برس پہلے حرمین کتنے فاصلہ پر تھے۔ لیک شہر سے

دوسرے شہر کی راہیں بدلتی رہتی ہیں امکان ہے کہ اُس وقت اس سے زیادہ فصل ہو۔ روز عاشور کا سخت ترین گرمی (تابستاں) میں ہونا جب مسلمہ حقیقت ہے تو عرب کے سیاح بتائیں کہ پورے ۵ ماہ پہلے حدت موسم کس پیمانہ پر تھی۔ تمازتِ آفتاب اور لوہ دھوپ کا سفر کارِ دار حسینی جوانوں کی اعلیٰ خدمت تھی کہ ماہ میں نہ کوئی بچہ ضائع ہوا نہ کہیں نایابی آب سے زحمت اُٹھائی صاحب عوالم کی تحریر کی بناء پر یہ ۲۱ مرد و عورت اور بچے ہیں معتبر ترین مقتل کے اصل الفاظ کا ترجمہ لفظی یہ ہے حضرت نے[1] اپنی بہنوں کو محمل پر بٹھایا اور اپنی دختر اور بھائی کے پسر قاسم بن حسنؑ کو سوار کیا اور ۲۱ مرد و عورت اور اہلبیت اور اصحاب کو لے کر چلے ؎

بچھڑی ہوئی راہوں سے گذرے ہیں کبھی ہم
ہر گام پہ اک کھوئی ہوئی یاد ملی ہے
مؤذن کو بھی ساتھ لے کر نکلے ہیں ؎

نہ کردی باچنیں سامان سفر
بدعالش سلطنت بودی اگر

تیسری شعبان کو مکہ پہنچ گئے ایک ہفتہ کی سرگزشت میں سفر کی پہلی رات کچھ غیبی ندائیں جنوں کے نوحہ کی صدا ڈرونے خواب پائے جاتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں قیام

پورے ہم مہینہ اور چار پانچ روز مکہ میں رہے جو کوئی نیا شہر نہ تھا مخلوطن سادات کا یا مغربیہ علاقہ جو کہا جائے صحیح ہے عرب کا صدر مقام اور خانہ خدا ہونے سے مسلمانوں کا ہجوم ہو گیا درپے۔ یزید کے کردار سے دنیا عاجز ہو چکی تھی بڑے پیمانہ پر سلسلہ بیعت شروع ہوا اور اگر حرمت کعبہ برباد ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو شاید حسینی فوج میں ہزاروں سپاہی بھرتی ہو جاتے یزید کے جاسوس خبر رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے اور مکہ کی پوری نقل و حرکت سے دشمن باخبر اور امام بھی خفیہ ریشہ دوانی کا مقابلہ کرنے میں پوری طاقت سے تیار تھے۔

---

[1] عوالم جلد ۱۷ ص ۵۲ طبع ایران

مکہ سے سفر

اے خضرِ پے خجستہ مدد کن بہ ہمتم[1] — دریا و کوہ و در رہ و من خستہ و ضعیف

ماضی قریب امام زین و زمن پر کیونکر گذرا وہ خیر مقدم جو مکہ پہنچنے وقت ہوا تھا طول قیام سے بغض و عناد سے تبدیل ہونا شروع ہوا۔ شام کا خزانہ لالچی عربوں کو برسرِ مخالفت کرنے میں کامیاب اور نوبت یہ آنے والی تھی کہ قاتل حاجیوں کے بھیس میں قتل کر دیتے اور یزید کی مقصد پورا ہوتا۔ ٹھیک ایک دن پہلے آپ شہر چھوڑنے پر مجبور ہوئے عرب کے نمودار افراد حج کے لئے دور دور سے پہنچ کر مکہ پہنچ چکے تھے اس لئے محمد حنفیہ سے آخری ملاقات ابن عباس سے وداعی گفتگو کا موقع آیا۔ اہلِ ایمان بھی یزید کے دام تزویر کو جان گئے تھے مگر ظاہر یہی کہتا تھا کہ یزید خلافت رسول کا دعوے دار ہوتے ہوئے کعبہ کی حرمت برباد نہ کرے گا۔ سب سے زیادہ خوشی عبداللہ بن زبیر کو آپ کے حج سے محروم رہنے کی تھی چنانچہ عبداللہ بن عباس نے امام کے چلے جانے پر آپ سے آزادی سے کہا۔ قد قرت عینک یا ابن الزبیر۔ زبیر کے فرزند اب آنکھیں خنک ہوئیں حسینؑ گئے۔

۸ ذی الحجہ جس کو روز ترویہ کہتے ہیں یہ مسافرت کا نحس ترین دن تھا جب قافلہ روانہ ہونے پر تیار ہوا تو کچھ عقیدت کیش روکتے رہے اُس وقت قرآن مجید سے تفاول پر فیصلہ ہوا تاکہ عام لوگ سرِ تسلیم خم کریں آیت برآمد ہوئی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ فرمایا اللہ اور اُس کے رسول نے سچ کہا ہے گھوڑے پر سوار ہونے کے وقت محمد حنفیہ بھائی آپ کے آگئے اُن کی قسمت میں دیدار تھا عرض کیا آپ نے عود کا وعدہ کیا تھا۔ فرمایا رسولِ خدا نے پھر حکم دیا کہ یہاں سے جلدی سے نکلو خدا چاہتا ہے کہ تم کو مقتول دیکھے محمد نے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

[1] مصنف مآب مدد دے تو کہ کعبہ کے مسافر۔

کہہ کر وہی لفظیں دہرائیں کہ عورتوں کو بچوں کو نہ لے جائیے یہ مشورہ مدینہ سے چلتے وقت بھی صحیح اور محبت پر مبنی تھا اور آج بھی صحیح ہے اُن کے سامنے قضا و قدر کا نقشہ نہیں حسینؑ بن علی نے واشگاف الفاظ میں جواب دیا خدا کو منظور ہے کہ میرے بعد یہ قید ہوں۔ ابن عباس کو بھی یہی جواب دیا عبداللہ بن عمر حاضر ہوئے کہا یا بن رسول اللہ جدال و قتال سے ہاتھ اٹھائیے اُن کو بھی سمجھاتے سمجھاتے فرمایا اتق اللہ یا ابا عبد الرحمٰن ولا تدع نصرتی اے ابو عبد الرحمٰن کیا کہنے ہو خدا سے ڈرو میری مدد سے ہاتھ نہ اٹھانا یہ کہہ کر گھوڑا بڑھایا اور زبان پر یہ شعر تھا

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

چاہنے والے بھائیوں کے سامنے سے سواریاں آگے بڑھیں کیا کہنا حسینیت کی آئین کا۔ کعبہ کا موجودہ مجمع جو بیت اللہ پہنچ چکا تھا وہ یزیدیت سے آگاہ ہوا اور آنے والا ہر قافلہ پلٹتے ہوئے مسافروں کا وہ خاموش احتجاج تھا کہ پوری دنیا ء اسلام واقف ہو گئی ایسا کچھ تھا کہ حسین حج نہ کر سکے۔ جو راستہ میں تھا زیادہ باخبر ہوا کہ جدھر لوگ جا رہے ہیں وہاں سے یہ قافلہ پلٹ رہا ہے مکہ کے داخل ہونے والوں میں جنھوں نے اُن کے قیام کی جگہ خالی پائی وہ ظلم یزید سے آگاہ ہوئے جس کے باپ کعبہ میں پیدا ہوئے جن کے گھر سے دنیا نے ارکانِ حج سیکھے وہ کعبہ کے حج سے محروم ہر فرد بشر ناظر ہے کہ امن کا حامی کون اور ظالم کون طمع نظر خاطر رہے کہ مسافروں میں ایک نمایاں کمی ہے اور حضرت مسلم بن عقیل ساتھ نہیں ہیں وہ پہلے ہی کوفہ روانہ کر دیئے گئے اور وہ لاتعداد خطوط جو دعوت نامہ بن کر اہل کوفہ نے بھیجے تھے اور تبلیغ دین کا پورا بار امام پر تھا خالی نہیں گئے۔ تفصیل سوانح مسلم بن عقیل میں دیکھیو اشارہ کافی ہے۔

اس بہادر کی کمی کو دو شیر دل بچوں (فرزندان زینبؑ) نے پورا کر دیا یا بہت ہی جلد کسی منزل پر کمی پوری ہونے والی ہے۔ واقعات

لہ مصنف کی اعلیٰ احتیاط ہے کہ وہ آخری ملاقات میں عبداللہ بن جعفر نے خود اپنے بچوں کو ساتھ کیا یا کسی منزل سے ان کو فرستادہ پہنچا گیا۔ بتانا چاہتے ہیں۔ دیکھو سوانح حیات حضرت زینبؑ ۲۲ ناظر۔

طولانی دامن تحریر کی کوتاہی میں جگہ نہیں پا سکتے۔ راہ ثواب طے ہو رہی ہے۔
تاریخ کا لفظی ترجمہ دیکھو کسی منزل پر ٹھہر کر چلے اور قصر بنی مقاتل پر پہونچے
(جگہ کا نام امن پسندوں کے لئے پیام موت معلوم ہوا) راہوار پر امام کی آنکھ
لگ گئی اور چونک کر کہا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، الحمد للّٰہ رب
العالمین (تہذیب سفر یہ تھی کہ جب امام کا گھوڑا رکے تو عقب کے تمام
سوار ٹھہر جائیں) شاہزادہ علی اکبر (قریب ترین تھے) سامنے آئے اور عرض کیا
بابا میں آپ پر فدا ہوں (اس وقت) حمد الٰہی اور انا للّٰہ کہنے کا کیا سبب ہے
فرمایا بیٹا ابھی مجھے ہلکی سی نیند آ گئی تھی تو (خواب میں) دیکھا کہ ایک سوار کہہ
رہا ہے تو م چلی تو جا رہی ہے اور موت بھی ان ہی کی سمت بڑھ رہی ہے مجھے معلوم
ہوا کہ یہ ہمیں پیام مرگ ہے۔ علی اکبر نے جواب دیا بابا خدا کبھی وہ وقت نہ لائے۔ کیا ہم
حق پر نہیں ہیں۔ فرمایا جس کی سرکار میں پلٹ کر ہر بندہ جانے والا ہے اُس کی
قسم حق پر ہیں۔ عرض کیا تو پھر موت کی پرواہ نہیں۔ ارشاد ہوا اللہ اچھی جزا دے
باپ کی طرف سے اپنے لال کو۔"

یہ شیرانہ گفتگو اللہ کے شیر علی کے پوتے کی ہی ہو سکتی ہے وہ یہ قسم فرماتے تھے
ابو طالب کا فرزند موت کو ایسا سمجھتا ہے جیسے بچہ پستان مادر سے اُلفت رکھتا
ہے اور اُن کا مقولہ تھا کہ موت مجھ پر واقع ہو یا میں خود موت پر جا پڑوں۔" توارث
میں یہ دلیری پائی ہے جو آج زبان پر جاری ہے۔ یہ مسئلہ اس قدر عمیق ہے کہ دانشوروں
کا فیصلہ ہے خواب کی تعبیر دو برس تک ظاہر ہو سکتی ہے۔ مگر اس ڈرے نے خواب کی تعبیر
بڑی جلد ملی اور حضرت مسلم کی خبر شہادت پہونچی قافلہ میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی بنی
ہاشم کے بچے بچے کا لہو گرما گیا۔ تفصیل سوانح مسلم بن عقیل میں دیکھو کوفہ کے
قتل عام کو دُہرانا اسلوب تصنیف کے خلاف ہے دلوں میں آہ، چہروں پر
انتقام کا جوش آنکھوں میں آنسو اہل حرم میں شور گریہ کے ساتھ قافلہ کا رنگ
بدل گیا علم بلند اور پرچم ہوا میں لہرانے لگے کوفہ کی طرف سفر کا ارادہ ایسا بدلا کہ

عرب میں "کوفی لا یوفی" زبان زد ہوا۔

جس زمین کو اسد اللہ نے اپنے زلزلہ افگن خطابت سے قبۂ اسلام بنایا تھا۔ وہاں عبید اللہ بن زیاد کے مکر و تزویر نے قصرِ مذہب کی اینٹ سے اینٹ بجا دی نہ مہمان رہا نہ میزبان۔ مسلمؑ و ہانیؒ کی لاشیں اگر دفن ہو جاتیں تو اہلِ کوفہ سے شکوہ نہ تھا۔ یزیدیت کے پھیلائے ہوئے خیال نے دستورِ اسلام کو مٹا دیا تھا۔ حرص و آز کے بندے اصولِ مذہب کو توڑنے میں اپنی عزت سمجھتے تھے اور اُن قربانیوں کو بھول گئے تھے جو انسانیت کے سنوارنے میں محمد عربیؐ کی روئے زمین پر گذری تھیں جعفرؑ کے بازوؤں کو کٹوا کے پیکرِ مذہب میں قوت پہنچائی تھی شیرِ خدا کے گلے میں رسن بندھنے سے مسلمان غلامی سے آزاد اور حق کی ترجمانی میں بے باک کیا مگر حمزہؑ کا کلیجہ چبانے والا گنبہ مسلمانوں کو اپنے رنگ پہ لے آیا اگر کسی کو ایمان میں کمزور دیکھنے والے نے اس سفر میں امام کے اس فعل پہ تعجب کی نظر کی ہو گی کہ راستہ میں گوشوارہ بک رہے تھے مُنہ مانگے دام دے کر خرید لئے اندر بے اطمینان آوارہ وطنی میں اپنے بچوں کا یہ خیال اگر کوئی بچہ دیکھ کر مچل جاتا تو مجبوری تھی اُس کی ضد پوری کرنا فرض تھا بزرگ کا اگر راہگیر کو یہ تخیل ہو تو شبہہ کا گرد و غبار دور ہو کر قانون اسلام کی ایک اہم دفعہ سامنے آتی ہے جو بندے خریدے تھے کہ چچیرے بھائی مسلم کی خبر بد سن کر خیمہ میں آئے اُن کی لڑکی کو جو محرم ہے زانو پر بیٹھایا گوشوارہ اپنے ہاتھ سے پہنائے صاحبزادی نبوت کے گھرانے کی تاڑ گئی کہ باپ کی میرے خیریت نہیں۔ کہا چچا یہ شفقت تو یتیموں کی ایسی ہے۔ اہلِ کوفہ یاد رکھیں یتیم بچیوں کو زیور پہنایا جاتا ہے چھینا نہیں جاتا اگر آیندہ کا علم نہ ہوتا تو یہ گوشوارہ ہرگز خریدے نہ جاتے یہ منزلِ زرود کا حال تھا۔

علمِ غیب کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ آگے بڑھتے بڑھتے منزلِ شراف پہ پہنچکر پانی بھرنے کا حکم

ہوا اور جتنے برتن پانی کے تھے وہ سب لبریز ہو گئے تو قافلہ روانہ ہوا۔ دن
ڈھلا تھا کہ (وقت زوال) ساتھیوں میں کسی نے اللہ اکبر کہا۔ آداب سفر میں ہے
کہ جب مسافر بلندی پر پہونچے تو تکبیر کہے اُس وقت قافلہ بستی سے گذر رہا
تھا۔ خلاف آئین آواز نے سبب پوچھا تو جواب ملا کہ خرمہ کے درخت نظر
آرہے ہیں جو اس راہ میں کبھی نہ دیکھے تھے۔ حکم ہوا غور سے دیکھو (سمجھ کر
جواب دو) عرض کیا گھوڑوں کی کنوتیاں نیزوں کی پوڑیاں ہیں واقعات
مقاتل میں دیکھو خطرہ دیکھ کر دست چپ کی طرف ذوخشب میں ٹھہرنا
قرار پایا جو قریبی منزل تھی دفعۃً دشمن کا لشکر قریب پہنچا۔ نشانوں کے
پرچم ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سیاہ فام پرند فضا میں امنڈ آئے ہیں اور
نیزوں کی چمک سے بالکل سرخ زہریلے[1]   بھتیوں کا چھتا توڑ
دیا گیا ہے اور انبوہ کا شمار نہیں ہو سکتا یہ ہزار سوار حر کا دستہ تھا اور
حصین بن یزید ریاحی کی سرکردگی میں نمایاں پہلو یہ ہے کہ بے آب و گیاہ
زمین سے گذرنے میں پانی نہ ملنے سے سب کے سب پیاسے اور راکب و
مرکب نڈھال ہیں زمین تختہ آہن ہو رہی ہے سورج پوری طاقت سے اپنی
کرنیں زمین پر پھینک رہا ہے اور شعاع مہر نیزوں سے زیادہ زمین پر
خطرناک ثابت ہو رہی ہے۔ گرمی کا یہ حال ہے کہ فوج کے کچھ لوگ اپنے
گھوڑوں کے زیر شکم سایہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ رحمدل امام نے پیاس کی شدت
چہروں سے دیکھ کر اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ آنے والوں کو پہلے پانی پلاؤ
زیادہ مقدار میں پانی بھروانے کا راز اب معلوم ہوا۔ فوجی انسان حرب و
ضرب کے سوا جو اُس کے واحد فرائض ہیں ایک تعلیم گاہ کے طالب علم
کی ایسی بصیرت رکھتا ہو تو اُس کو ملٹری سے کالج میں منتقل ہونا چاہئے
اگر اس گہرائی پر غور کرنے والا ہزار میں ایک نہ ہو کہ ہمارے آنے سے پہلے

---

[1] تاریخ الامم والملوک ج ۶ طبری صہ ۲۲۸

پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ رکھنا ایک عظیم دانشور ثابت کرتا ہے تو کم از کم اس قدر سمجھنے میں کسی خاص فکر کی ضرورت نہیں حسینؑ وہ ہیں جو پانی عزیز نہیں رکھتے اور مستقبل میں اُن کو بھی قحطِ آب کا سامنا ہو تو فکرِ فردا سے آزاد ہیں تشنہ لب دیکھنا ان کو گوارا نہیں۔ سارا لشکر قرآنی الفاظ میں مسافر ہونے سے ابن سبیل تھا جس کی مدد امام نے کی اور کتاب خدا پر عمل ہوا۔

ایک اور اعجاز امام کے قافلہ میں جو نفوس ہیں اُن کو شمار کرو اور ہزار سوار مع گھوڑوں کے قحطِ آب میں مبتلائے عطش ہونے کے بعد کتنا پانی پئیں گے۔ تاریخ میں صراحت ہے کہ سواریوں کے اسپ ہوں یا شتر اتنی دیر تک پانی سامنے رہا کہ پانچ بار وہ سیراب ہوئے اور علی بن طعان شدتِ عطش سے سراسیمہ تھا تو اُس کو خود امام نے پانی پلایا۔ ممکن ہے ہمنام مولےٰ ہونے میں سرکارِ حسینی نے اُسے خصوصی عزت دی یہ پانی ہرگز کافی نہ تھا اور ماننا پڑے گا کہ دعوتِ عشیرہ میں نانا کا معجزہ جو تھا وہ کربلا میں نواسہ کے ورثہ میں ظاہر ہوا وہاں بھی کوئی گرسنہ نہ رہا اور مختصر کھانا سب تک پہنچا اور یہاں سارا لشکر سیراب ہوا مگر حسینؑ کی معرفت میں کوئی بہت پیچھے ہیں۔

امام نے خطبہ پڑھا بے شمار خطوں کا حوالہ دعوت نامہ کی کثرت سے حر نے انکار کیا۔ احتجاج میں ظہر کا وقت آ گیا حجاج بن مسروق نے اذان دی کسی تاریخ میں نظر نہ آیا کہ یہ نماز تیمم سے ہوئی پانی تو آدمی اور جانور سب کو پلا دیا تھا یقیناً وضو سے ہوئی اور میں ہرگز ماننے کو تیار نہیں کہ امام کی ملکیت پانی سے مسح پا کے بجائے پاؤں دھونے میں پانی برباد ہوا ہو اس مسئلہ کو تشنہ تکمیل چھوڑ دی تو کیا کوئی دعویٰ کرے گا کہ حر نے اپنے لشکر سمیت جو امام کی اقتداء کی ہے تو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تھی۔ آں حضرت ہر دو لشکر کا امامت فرمود

ﷺ مجالس المتقین صہ

(ناسخ التواریخ صفحہ ۲۴۳) اُس وقت ہاتھ باندھنے اور کھولنے کی تفریق ہوتی تو حُرؑ
علیحدہ نماز پڑھتا اتنی بڑی جماعت امام کی اقتدار میں اب نہ ہوگی ہاں خوب یاد آیا
حُرؑ جب اپنی جگہ سے چلا ہے تو غیبی آواز آئی تھی۔ اے حُرؑ جنت مُبارک ہو۔ سمجھ
میں نہ آیا تھا کہ اس صدا کا کیا راز ہے امام کی اقتدار میں نماز نے اتنا تو بتایا کہ وہ
افضلیت کا قائل ہے اور ابھی تک سرگذشت اعتدال کے اندر ہے قول سے
فعل کا نظرِ مردم میں وقار زیادہ ہوتا ہے دوسرا عملی ثبوت شر اور فساد سے
دور ہونے کا یہ ہے کہ حدیث ہے مومن کا جھوٹا (ارشاد) شفا ہے جس نے
کہا اگر صحیح ہے کہ حُرؑ نے پانی پیتے وقت ساغرِ آب دیکھ کر یہ کہا اس میں سے آپ
نوش کریں تو میں جھوٹا پانی پی لوں اس استدعا میں تو لاتعداد اسرار اور حکمتیں
پنہاں تھیں جب پانی سے امامت کے لب مس ہوں، وہ اگر کسی کے ذہن میں
جائے تو سراسر فضل شرف علم و حکمت ہے حُرؑ کی آمد میں گستاخی کا زبردست
مظاہرہ یہ ہے کہ جب مظلوم امام نے رجعتِ قہقری کا ارادہ کیا تو راستہ روکا۔
اور لجامِ فرس پر ہاتھ ڈالا اُس وقت بھی ظاہری عتاب انگیز الفاظ میں جو باطنی
خیر بینی تھی اُس کو دیکھو فرمایا۔ حال تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے کیا چاہتا ہے
یہ شہادت کی اطلاع تھی جس کے ساتھ ہی تلواروں کے قبضہ تک انصارِ حسینؑ کے
ہاتھ پہنچ گئے اور رحم دل امام نے لڑائی میں پہل کرنے سے روکا جہاد میں سبقت ہماری
طرف سے بے اصول ہے جادوگروں کے مقابلہ میں موسیٰ کلیم اللہ نے بھی ابتدا
بجنگ نہیں کی حُرؑ نے مدینہ کی سمت تو بڑھنے نہ دیا لیکن قافلہ رکنے نہ پایا اور قریب
المست میں تلواریں نیام میں تھیں تو زبان آزاد تھی فصحائے عرب میں وہ
نمودار انسان طرماح بن عدی جس نے دربارِ شام میں دشمن کا ناطقہ بند
کر دیا تھا بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اپنے ناقہ سے خطاب کر کے
چند شعر پڑھتے ہیں مطلع میں کہا اے اونٹنی مجھے مہمیز کرنے کی نوبت نہ آئے
سورج نکلنے سے پہلے منزل پر پہنچا نا اس شہر سے واضح ہوا کہ تصادم ہیا رات

ہوگئی اور حر کا دستہ راہ راست پر نہ آیا طرملح کا منظوم اس دعائیہ بیت پر ختم ہوتا ہے۔ اے نفع اور ضرر کے مالک میرے سردار حسینؑ کو فتح یاب کرکے مدد کر اور کفار کی بغاوت پر غلبہ عطا فرما آخر کے دو شعروں میں اولاد ابو سفیان کی شراب خواری اور حاکم کوفہ کا ولد الزنا ہونا دشمن کی سب و شتم تھی جس کو برداشت نہ کرتے ہوئے فوج اعدا کچھ دور سرک گئی تھی کہ کربلا کی پاک زمین نظر آئی اور حرؑ قریب تھا اس کی طرف رخ کرکے فرمایا تجھ پر وائے ہو مجھے نینوا اور غاضریہ اس گاؤں میں اتر جانے دے حرؑ نے قسم کھا کر مہلت دینے سے انکار کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لشکر حرؑ امام کو گرفتار کرکے کوفہ پہنچانے میں ناکام ہوا تو اب کسی منزل پر شوق نماز نہ تھا بعض تاریخیں کربلا پہونچنے میں وقت صبح اور شیخ جعفر شوستری واقعہ کربلا کے سب سے بڑے پُر اثر مقرر عصر کا وقت قرار دیتے ہیں اور واقعہ نگاروں نے جماعت کی نماز کا کہیں ذکر نہیں کیا کشیدگی بڑھتی جاتی تھی اور حرؑ نے جس فروتنی کا ثبوت دیا تھا شرارت پسند فوجی اشتراک عمل پر تیار نہ تھے۔

کربلا میں داخلہ اچانک امام کا راہوار خود چلتے چلتے رُکا۔ گھوڑا مہمیز کرنے پر جگہ سے نہ ہلا تو دوسرا گھوڑا بدلا اور چھ راہوار باری باری تبدیل ہوئے مگر زمین قدم پکڑے ہوئے ہے۔ خدا کو علم تھا کہ دستِ موسیٰؑ میں عصا ہے مگر ان سے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ یہی لب و لہجہ امام حسین نے اختیار کیا۔ زمین کا نام کیا ہے؟ کربلا کی لفظ سنتے ہی گھوڑے سے اترے اور مشتِ خاک اٹھا کر سونگھی فرمایا خدایا میں پناہ طلب کرتا ہوں کرب اور بلا سے اپنے قافلہ کو روکا اور حکم دیا اب قدم آگے نہ بڑھے زینبؑ پر اپنی خونریزی اور بچوں کے قتل کی خبر دی مشہور حالات تذکرۂ زینبؑ اور تاریخ علی اصغرؑ العبد الصالح میں دیکھو ؎

تھے ابن عوسجہ جو رفیق ستمگر ہدا
بولے وہ آکے جوش میں روحی لک الفدا

معشوق سبزہ رنگ ہے اس دشت کی گیاہ ۔ ڈرتے نہیں بلا سے جنھیں حق کی ہے ولا

بستر ابھی سے ہو گئے جنت کے باغ میں

ہے نکہت عروس شہادت دماغ میں

پنجابی منکر زمین خریدنے[1] سے انکار کرتے ہیں میرے سامنے فخرالدین بن طریح نجفی مشہور محقق کا بیان ہے کہ ۶۰ ہزار درہم[2] کو آراضی حاصل کی اور اپنی ملکیت قرار دینے کے بعد اُن پر بطور عطیہ بخش دی اس شرط پر کہ مستقبل میں زیارت کو آنے والوں کی راہ نمائی ہو اور تین دن مہمان رکھیں حضرت[3] امیر نے بھی نجف کی زمین اپنے پیسہ سے خریدی ہے۔ لوگ کیوں خرید و فروخت سے انکار کرتے ہیں۔ فوج خدا کا ہر سپاہی جنگ میں زمین غیر پر تصرف نہیں کرے گا۔ عرب کے جغرافیہ میں ہے نینوی پہلا شہر موصل کے محاذ میں اس طرح واقع ہے کہ بیچ میں دریائے دجلہ موج زن ہے کہا جاتا ہے کہ یہی وہ گاؤں ہے جس کی طرف حضرت یونس بن متی بھیجے گئے تھے ۔ مقام یونس شہر میں اب تک موجود ہے اور آنے والے زائر اس کی بھی زیارت کرتے ہیں۔

خیمہ نصب ہونے پر دشمن کی یلغار

اس سلسلہ میں مشہور واقعات سے قطع نظر کرنے کے بعد یہ بڑا اہم مسئلہ رہ جاتا ہے کہ فرات میں دریا کے کنارہ سے نصب شدہ خیمہ ہٹوانے میں دشمن کی کوشش انصار کی مدافعت اور دسویں محرم سے پہلے لڑائی ہو جانے کا ذکر صحیح ہے یا شعراء کا تخیل اور ذہنی پرواز ہے خیام امام کا رنگ زنگاری تھا۔ روایت زعفر اس اطلاع کی

[1] سعادت الدارین صفحہ ۱۴۲ [2] مجمع البحرین عربی لغت حدیث مجالس مفید صفحہ ۲۳۳

[3] اوراد المومنین و وظائف المتقین فارسی طبع کانپور ۔ غایۃ المواعظ نعمان آفندی جلد اول صفحہ ۹۰ ۔

بنیاد اور مراثی[لہ] میر انیس کی ترجمانی ہے۔

اس واقعہ کے سلسلہ میں صفحات الواعظ کا استفسار اگست ۱۹۵۲ء کے نمبر سے نقل کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے عموماً مسافر اپنی نقل و حرکت ختم ہونے پر چشمہ سے قریب قیام کرتے ہیں لو عقل بتاتی ہے کہ ساحل پر خیمہ نصب ہونا چاہیئے اسی کے ساتھ پانی بند کرنے والوں کی سنگدلی بھی منظر ہے کہ وہ فرات کے قریب ٹھہرنے نہ دیں اور اگر دریا سے دور خشکی میں اتار سے جائیں زیارت ناحیہ میں اس سے متعلق کچھ فقرات ہیں امر اللعین جنودہ فمنعوک الماء و ورودہ دشمن نے آپ پر لشکر کشی کی اور سپاہیوں نے آپ پر پانی بند کر دیا اب اور ساحل پر اترنے نہ دیا۔ اس اشارہ سے واضح ہوتا ہے کہ فوج نے دریا کے کنارہ خیمہ برپا ہونے نہ دیئے اور ابن زیاد کا وہ خط بھی جس میں اس نے پسر سعد کو لکھا ہے وانزلہ بالعراء اس حکم سے بھی واضح ہے کہ خیام حسینی فرات کے قریب رہنے نہیں دیئے گئے اس تصادم کا ایک اشارہ مرج البحرین صد ۱۴۳ مولوی عبد الرب میں بھی پایا جاتا ہے۔

اقامت عشرہ عقل بتاتی ہے کہ جو دشمنوں میں گھرا ہوا ہو وہ نماز میں اتمام کے لئے دس دن ٹھہرنے کی نیت کہاں کر سکتا ہے حقیقت تو یہ تھی کہ روز حشر تک قیام کا ارادہ تھا اور یقین تھا کہ آج کے نویں دن قتل ہوں گے اور حیات کا رشتہ قطع کر دیا جائیگا سختیاں روز بروز بڑھتی گئیں ابن زیاد محاصرہ کی اطلاع پاتے ہی اپنی پوری پوری طاقت صرف کر کے فوج کشی میں کامیاب اور شام کی ٹڈی دل سپاہ آنا شروع ہوئی شیعہ آبادی کے نمودار جوان قید اور محاصرہ میں اور کچھ جلائے وطن تھے۔

فوج شام نئے آنے والوں کے لئے ناکہ بندی راستوں پہ پہرا اور ممکن نہ تھا کہ کوئی آسانی سے کمک کے لئے آ سکے۔ سوانح

لہ جلد پنجم صد ۳۲ نول کشور لکھنؤ۔

عثمان بن علیؑ ہیں فوج یزید پر بحث ہو چکی ہے اس سلسلہ میں حقیر مؤلف کے مزید تاثرات یہ ہیں۔ وہ وقت گیا جب حضرت یوشعؑ کی فوج میں ۳۰ ہزار سپاہی تھے دشمنانِ کلیم سے جنگ ہوئی۔ نور العینؑ میں سپاہ یزید کی تعداد ۵۰ ہزار اور ابو مخنف نے مقتل میں ۸۰ ہزار سپاہی اور صوفیائے کرام کے ذمہ دار مصنف نے عجیب انداز سے اپنی رائے میں تفصیل بھی کی ایک لاکھ ۴۰ ہزار ۴ سو ۷۵ نفر یزیدی فوج ہیں۔ جمع تھے جن میں ۵ ہزار گرز بردار ۴ ہزار آدم خور تھے شہدا راہ خدا نے ایک لاکھ ۲۵ ہزار نفر داخل جہنم کیے۔

آئینہ تصوف سنتا ہوں کہ کراچی میں کسی باخدا کے پاس موجود ہے میں اپنے کتب خانہ لکھنؤ میں چھوڑ آیا یہ خلاصہ تھا ورنہ فوج یزید پر مصر نے بہت کچھ لکھا ہے ہیں لہوف سید رح کی تعبیر کالجراد المنتشر پر قلم روکتا ہوں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹڈی دل کم از کم جو قول ہو اس کو اختیار کرنے پر جو جائزہ لیتے ہیں تو ناممکن ہے کہ سب کے سب ۱۸ سالہ جوان تھے جنھوں نے تبع تابعین کو بھی نہ دیکھا تھا دور کیوں جائیے جنور جہل کا پیر مغان عمر بن سعد کا کیا سن تھا جس کو سپہ سالار لشکر کا عہدہ ملا تھا ہم انشاء اللہ عنقریب قاتلان حسینؑ کا مذہب اس بحث کو چھیڑیں گے لشکر میں جو بھی امام حسینؑ کا ہم سن ہے وہ صحابہ رسول میں ہے اور اس کے دامن پر فرزند رسول کے قتل کا داغ آئے گا۔

عمر سعد ۶ محرم کو کربلا پہونچا اور ۷ محرم کو کوفہ سے ۵ سو سواروں پر افسر قرار پاکر عمر بن حجاج وارد نینوا ہوا اور گھاٹ پر قبضہ کیا آج سے پانی پر مکمل بندش ہوئی۔

غرض فوج میں کثرت سے صحابہ موجود تھے اور شام کے خزانہ نے نانا

۱؎ کتاب عقد محمد جدید ۲؎ ابو اسحاق اسفرائنی ۵۳ ص ۵۲ ۳؎ تذکرہ محمد حسین صابری چشتی حنفی ص ۲۷

کا کلمہ پڑھتے ہوئے نواسہ کی خونریزی پر آمادہ کیا۔

وہ اقوال تو اہل نظر کے تھے اب مقتول کے ورثہ میں صادق آل محمد کا قول بھی فراموش نہ ہو وہ فرماتے ہیں لقد قتلوا بالخشب والحجار[1] ان کو لکڑیوں اور پتھروں کی ضرب سے قتل کیا عرب کے بازار میں آلات حرب ختم ہونے پر لکڑیاں اور پتھر ہاتھوں میں دئے گئے۔

کوفہ و شام کی فوج کا جو دستہ آتا وہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جنگی باجہ بجاتا ہوا اس ہنگامہ میں زمین کربلا کولرزہ تھا اور بچہ ماؤں کی گود میں سہم جاتے تھے عظیم دہشت اور ڈر دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ خشک ہوا اور ساتویں سے پہلے اطفال بے آب و دانہ تھے۔

فوج کی تعداد میں کم سے کم قول ہم اختیار کرتے ہیں تو کربلا والوں کی بہادری کا اندازہ ہوتا ہے کہ بہتّر نفوس کے مقابلہ میں لشکر یہ کیا ہیبت تھی مجاہدوں کی دشمن پر اُس کو یقین تھا کہ ایسے شجاع گھرانے کا قتل آسان نہیں۔

۳ محرّم سے ۹ تک ایک ہفتہ

کربلا غیر آباد زمین جہاں بنی اسد کے علم میں کبھی بستی نہ تھی اور زمین آباد کیوں رہتی جو آیادہ مبتلائے مصائب ہوا صرف آل محمد وہ تھے جو کہتے تھے کہ ہم (کربلا)[2] امتحان گاہ میں مسرّت محسوس کرتے ہیں یہ ہے انسانیت اور کمال یقین واقعہ کربلا تعلیمات کا سرچشمہ اور افادیت کا بے پناہ صحیفہ ہے اگر حقیقت بین نظر سے دیکھو۔

(۱) کربلا پہنچکر زمیندار وں پر احسان کیا خیمہ اپنی مملوکہ زمین پر لگائے

---

[1] مجر المصائب صـ۱۹ مولوی امداد علی کیرانوی طبع لکھنؤ ۱۲۹۲ھ
[2] تمن نفرح بالبلاء روضۃ الشہدا صـ۱۷۱

اور سپہر آراستی انھیں کو بخش دی (۲) راہوار رکنے پر مرکب کو تازیانہ نہیں لگا
بے زبان جانور پر کوڑے نہیں پڑے۔ گھوڑے بدلے عالم حیوان کبھی رحمدل
امام کو نہ بھولے گا۔ (۳) منزل شناس تھے اور خدا نے انھیں بتا دیا تھا کہ یہی
قبروں کی جگہ ہے "بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوت" سے مستثنیٰ رہے۔ (۴) امن پسند تھے۔
پورے آٹھ دن لڑائی کو ٹالا اور چاہتے تھے کہ صلح ہو جائے بایں طور کہ وہ عراق و حجاز
کو خالی کر دیں کسی دوسرے دیس میں چلے جائیں مگر یہ بھی نہ ہوا (۵) عبادت الٰہی سے
شغف عظیم تھا۔ ایک رات کی مہلت دشمن کو دی کہ وہ اب بھی پہچانتے (۶) وہ معرکہ
آرا خطبے پڑھے جیسے کسی فصیح و بلیغ نے تین دن کی بھوک پیاس میں نہیں پڑھے۔
(۷) زخم ہائے زبان و سنان کے ساتھ ذہن اس قدر حاضر تھا کہ روایتی چلن کو ہر
لڑنے والے نے رجز پڑھ کر پورا کیا اور کوئی گمنام موت سے دوچار نہیں ہوا۔
(۸) خدا پر وہ ایمان کامل حاصل تھا کہ اپنے زائروں سے شفاعت کا رجز میں وعدہ کیا
(۹) وہ استغاثہ کیا جو حضرت عیسیٰؑ کے استغاثے سے پراثر تھا اور بتایا کہ معصوم کی مدد
(۱۰) صنفِ نازک کا احترام کیا اور ان کی قربانیوں کو دل و جان سے گوارا کیا اور ان پر سلام کیا۔
(۱۱) لونڈی غلاموں کو آزاد کے دوش بدوش جگہ دی سیہ فام حبشیوں کو بنی ہاشم کی صف میں محسوب
کیا (۱۲) پیغمبر نے جس بہشت کا مجاہدین راہ خدا سے وعدہ کیا تھا وہ انصار کو آنکھوں سے دکھا دیا۔
(۱۳) تخلیق آدمؑ سے اختلاف کی جو بنیاد پڑی تھی اور کوئی صدی کوئی قرن ایسا نہیں جس میں
اتفاق رائے کا وہ منظر دکھائی دے جو کربلا میں تھا بچہ بوڑھے مرد عورت مریض تندرست
مسافر حاضر ملکی غیر ملکی سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہیں اور انسانیت کو فخر ہے کہ یہاں افتراق نہیں۔
(۱۴) دنیا آج کا ایسا متمدن ہو جانے پر یوم اطفال مناتی ہے کربلا کے اطفال پر اگر بحث ہو تو
وہ سب ان کی چھوٹی بیٹی سکینہ کی قیادت میں ہیں جناب زینبؑ ان کی نگران اعلیٰ ہیں۔
(۱۵) عامل تسخیر جن میں اپنی ریاضت سے چلہ کشی ترک حیوانات "ترک لذات" پہاڑی کی
چوٹی یا دامن کوہ تخلیہ میں۔ رہبانیت اختیار کرنے پر شاذ و نادر کامیاب ہوتا ہے اور زمانہ
دعوت میں جان کا خطرہ ہمہ وقت حسینؑ کے روبرو لاکھوں کے مجمع میں سرداران

جن قدم چومتے ہیں اور وہ اُن کے خدمات کو ٹھکرا دیتے ہیں اُن کا یہ عدل تھا کہ انسان اور جن کا تصادم قبیح ہے (۱۶) فنونِ حرب میں کربلا والوں نے وہ کمالات دکھائے جن کا کسی مرنے والے کو موقع نہ ملا تھا سیرتِ علی میں کرتہ پہن کر جہاد اور ننگے سر تیغ زنی بغیر خود کے پائی ہے قبا اور رداء عمامہ دشمن پر حملہ میں رکاوٹ ہیں ہاتھ الجھاتے ہیں حسینؑ نے نانا کا عمامہ، ردا دوش پر جسم میں رسول کی زرہ زیادہ سے زیادہ کپڑوں میں جنگ کی اور وہ جہاد کیا کہ عرب فرصت کے اوقات میں امام کے ہاتھوں کی صفائی تلوار کی کاٹ پیہم حملوں کا ذکر کرتے رہے کسی کی یاد اُن کے دل میں نہ تھی۔

(۱۷) خط و کتابت کو انسان کی ہر تحریک میں زبردست درجہ حاصل ہے امام نے اپنی بہن کی تحریک پر دوستوں کو خط لکھے جس کی تفصیل آپ سوانح حبیب بن مظاہرؑ میں دیکھ چکے۔ غیروں کو خط لکھنے کے معنے یہ ہیں کہ عزیزوں کو بھی خط لکھا حبیبؑ بچپن کے دوست تھے تو یزید جو دکا خاندان زندہ ہے ان کے دعاوی محبت صحیح دشمن کی غمخوار رہے وہ بے خبر ہوں رشتہ داری کے منافی ہے ہدایت شہریار کو افسانہ کہنے والے امامت کے عدل کو دیکھیں خط کی روانگی میں ایک عظیم مصلحت یہ بھی تھی کہ امام کا ردیہ مکمل ہوتا تھا وہ ہمراہیوں کی جان بچانا چاہتے ہیں اُن کو اپنی قربانی کے سوا اہل ایمان کو کٹوانا نہیں نامہ بر بنا کر سامنے سے ہٹا دیا اور ان جانے والوں کی اطاعت کا بھی جائزہ اس سے بہتر نہ تھا وہ لاکھ چاہتے کہ ہم اپنے خون میں آغشتہ ہوں ہمیں اجر نہ تھا ثواب کا حق تعمیلِ حکمِ امام میں حاصل ہوا اِن کا جوہرِ اطاعت پوری طاقت سے چمکا وہ اپنے غیر کو منشاءِ امامت کے سامنے ٹھکراتے ہیں۔

اگر حضرت کے بھائی عونؑ بن علیؑ کا جہاد روزِ عاشور کے کوائف میں نہ ملا اور رخصت و شہادت ضبط و تدوین میں نہ پاتا تو اس قول کو اختیار کرتا کہ وہ عطا لے کر جا رہے تھے راہ میں شہید ہو گئے۔

سیرتِ علماء یہ ہے کہ جمیل کو اختیار کرے اور غیر جمیل سے اعراض ہونا یہی ہے جنگ کر کے قتل ہونا عظیم شرف ہے اس لئے یہ قول سوانح عونؑ کے کسی ایڈیشن میں

جگہ نہیں پا سکا۔ خط یہاں سے گئے بھی اور خط آیا بھی درآمد و برآمد دونوں کا پتہ ہے۔ روزِ عاشور کے حالات میں فاطمہ صغرا کے عریضۂ ادبیہ کا انتظار کرو۔ شاید شاعر نے انھیں کی زبان سے کہا ہے

اے پیک تیز رو تجھے اللہ کی قسم　　دینا خط مریض مسیحا کے ہاتھ میں

اور جب لکھنے والا کوئی نہ رہا تو عہدِ سلیمان سے جو روایت قائم تھی کہ پرند خط لے جائے وہ خلاق عالم پورا کرے گا اور کبوتر خونِ شہداء میں لوٹ کر اطراف میں خبر کریں گے۔

(۱۸) انبیاء کی خبروں میں بدا ر واقع ہو چکا مگر مظلوم کربلا نے جو خبر دی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ شب عاشور امام زین العابدینؑ کی خبر امامت دی تھی اگر یزید میں کچھ بھی طاقت تھی تو وہ اُن کو قتل کرتا استغفر اللہ سلسلہ امامت تا ابد قائم رہے گا۔

(۱۹) لباس پہن کر کپڑوں کے انداز بتائے تنگ کپڑے نہ پہنا وقتِ رخصت چست لباس کو بُرا کہہ کر ہمیشہ کے لئے نفرت پیدا کر دی آج بھی یہ لباس معیوب ہے۔

(۲۰) معاشرہ میں انتہائی سادگی اختیار کر کے اقتصادیات کا درس دیا رسم و رواج کے خلاف اپنی سیرت اور عمل سے وہ نمونہ پیش کیا جو قابل تقلید ہے۔

(۲۱) شب جمعہ کی برتری کا احترام کیا اور رات عبادت میں بسر کی۔

یہ مختصر فہرست ہے اُن حقائق و معارف کی جو سیرت حسینؑ سے واضح ہوتے ہیں ساتویں محرم سے پانی بند ہوا اس ہمہ گیر آواز پر خادم دین کے ۳۰ سالہ الحطش نامی مدرسۃ الواعظین کے ذمہ دار ارکان نے طبع کی تھی اب اس موضوع پر مزید تکلم فرسائی عیاں را چہ بیاں سمجھتے ہوئے مناسب نہیں معلوم ہوتی صلح کی گفتگو میں عمر بن سعد سے ملاقات سوال و جواب خطبات طول کلام کے خوف۔ بس۔

درج نہیں کئے جاتے ساتویں سے زیادہ سختی میں آٹھویں کا دن گزرا اور نویں کے تصور میں صادقِ آلِ محمدؐ کی یہ اطلاع ہم محترم وہ دن ہے جس روز امام حسینؑ کا محاصرہ ہوا دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں راہ چارہ مسدود ہے

امام زین العابدین کی اچانک بیماری

امام زین العابدینؑ کی ناسازیٔ مزاج کا ۲ محرم تک کوئی ذکر نہیں ہے داخلہ کربلا کے بعد اُن کی صحت نے ساتھ چھوڑا علامہ سید ہاشم بحرینی نے معجزات کی فہرست میں بہت بلند پایہ مصادر سے اُن کے دستِ مبارک کی طاقت سپرد قلم کی ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ابنِ شہر آشوب کتاب مقتل میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ کے بیمار ہو جانے کا سبب یہ تھا (کربلا کے دوران قیام میں) آپ کو ایک زرہ پہنائی گئی جو اُن کے قدو قامت سے بڑی تھی آپ نے اُس کو اپنے ہاتھ سے چاک کر دیا۔"

اس بیان میں وجہ درج نہیں ہے الفاظ سے ترجمان ہوتا ہے کہ نظرِ بد اثر ہوا اور وہ معجزہ جو داؤدنبی کا تھا کہ وہ لوہا ہاتھ سے نرم کر کے زرہ بناتے تھے یہاں اُس کا عکس ظاہر ہوا آہنی کڑیاں توڑ دیں غیر معمولی طاقت تھی اور چشمِ بد کا امکان تھا جس نے بسترِ مرض پر پہونچایا اس مختصر بیان سے بنی ہاشم کا ولولۂ جنگ واضح ہوتا ہے کہ وہ کس بے پناہ جہاد پہ تیار تھے اور مرض بھی مطابق فطرت تھا اگر تندرست ہوتے تو جہاد واجب تھا اور نسلِ امامت قطع ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے عبرات العیون (ص ۱۴۳) میں فاضل جوہری کی صراحت ہے کہ شدید تپ تھی جس نے قضا و قدر کی کڑی ہی قرار بار جہاد سے روکا میر انیس اسی شہرت کے ترجمان ہیں ؎

خیمہ جلا تو کہتے تھے عابد کہ تپ میں بھی　　پہنچی گداز آتشِ غم استخواں تلک

سفر کی عظیم صعوبتیں جنگل میں شامیانہ کا قیام لوُ دھوپ قحطِ آب خندق کی آگ ایسے شدائد میں پر مختصر فوج اور اہلِ حرم صحت کو برقرار رکھیں تو تعجب ہے اور بیمار پڑ جانا تعجب نہیں حالات کی غواصی میں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ فاطمہ کبریٰ بھی شدید تپ میں مبتلا ہیں اور خیام فلک احتشام کے دو مریض اگر دانہ پاس تو اُن کو سکون ضروری ہے اور حدیث نبوی ہے کہ بخار ایک شعلہ ہے دوزخ کا اس کو پانی سے بجھاؤ یہاں یہ حال ہے ؎

بود ندامِ ودو ۔ ہمہ سیراب بی سکینہ خاتم ز قحط آب سلیمان کربلا

بعض مقاتل میں شمر کا حضرت عباس کو امان دینے کا مکالمہ آج کا واقعہ قرار دیا ہے ۔ جس پر العبد الصالح میں بحث ہو چکی ہے ۔ نویں شب کا وہ خواب بھی قابل ذکر ہے جو مجلسیؒ نے خوارزمی کے حوالہ سے کتاب السماء والعالم میں روایت کیا ہے کہ جس شب محاصرہ ہو چکا تھا وقت سحر آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھا کہ کُتّے آپ پر حملہ کر رہے ہیں اور اُن میں چتکبرا کُتّا زیادہ حملہ آور ہے یہ خواب دیکھ کر خود تعبیر دی اور فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ جو مجھے قتل کرنے والا ہے وہ مبروص سفیدی کے آزار میں مبتلا ہے۔ چنانچہ شمر کی جلد پر سپید داغ اس کا مرض ہے جو چھپا نہیں رہ سکتا تھا یہ وہی بیماری ہے جو نام نہاد صحابی رسول انس بن مالک کو تھی حدیث غدیر کی شہادت نہ دینے پر۔[1]

آخر خواب میں سرکار دو عالم بھی اپنے اصحاب خاص کے ساتھ آئے اور فرمایا لے فرزند تو شہید ہے اور اہل آسمان اور بہشت تمہارے منتظر ہیں کل تم افطار میرے پاس بہشت میں کرنا دیکھو یہ فرشتہ سبز شیشہ لیکر آسمان سے نازل ہوا ہے اس میں تمہارا خون بہ حفاظت رکھا جائے گا۔ اس خواب کو سُننے کے بعد اہلِ حرم میں کہرام تھا۔

---

[1] حیات الحیوان دمیری ص ۲۹۹

شبِ عاشور

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی

شبانہ روز کے ہم ۲۴ گھنٹوں میں رات تو کسی امیدوار کے لئے بڑی جاذب نظر اور سحر انگیز وقت کا وہ عشرت افزا حصہ ہوتا ہے جو فراق زدہ دن کی سختیاں کاٹ کر پاتا ہے اور رحمت الٰہی سے ہم آغوش ہونا اُس کا مآلِ زندگی ہے۔ محرم کی چاندنی مدھم پڑ گئی ہے کیوں؟ قرصِ قمر گرد و غبار چھٹ جانے سے کم از کم ایک پہر رات آنے پر اپنی ضیاء سے جنگل کو روشن کر دیتا ہی اندھیرا ہے جو شروع کی راتوں میں ہوا کرتا ہے تاریکی پھیلی ہوئی انقلاب کی صدائیں دل کے کانوں میں آرہی ہیں مگر آواز دینے والا نظر نہیں آتا دل بیٹھا جاتا ہے اللہ خیر کرے جس وادی سے گذرتا ہے اُس کے تصور میں آگے بڑھنے پر ایک عظیم لشکر نظر آیا جو ساحل فرات سے کوفہ تک ہے اور کافی فاصلہ پر ایک بلندی میں کچھ خیمہ نصب ہیں جن پر گرد و غبار نے ایک اور تہ چڑھا کر موسم نے بیبیوں کے پردہ کو کامل کیا ہے۔ قریب جانے سے پتہ چلا کہ یہاں تو سب جاگ رہے ہیں کچھ جوان تلواریں اور نیزے لئے شبخون کے اندیشہ میں گرد پہرہ دے رہے اور باقی شبانہ عبادتِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ تم کبھی شہد کی مکھیوں کے چھتہ سے گذرے ہو تو دیکھا ہوگا کہ بھنبھناہٹ سامعہ کو بھلی معلوم ہوتی اور آدمی اُن کے چھیڑ دینے کے اندیشہ میں ڈر کے مارے قریب سے نہیں گذرتا۔ دل نے کہا یہ تو شبِ قدر کی ایسی عبادت اور رت جگا ہے۔ مگر رمضان گذرے ہوئے ابھی تین مہینہ کامل ہوئے ہیں یہ منظر تو اتحاد، یکجہتی، اتفاق کا کبھی نہ دیکھا تھا۔ حیرت زدہ کو کسی نے بتایا کہ لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر تھی جس کی قبولیت کا علم کسی کو نہیں ہوتا مگر یہ محرم کی رات

اِن عابدوں کے لئے فردوس بریں کی سیر کا پیام ہے وہاں صحتمند انسان مکلف ہونے پر شرائط صوم پائے جانے میں روزہ رکھ کر سحر کے وقت دوسرے روزہ کی تیاری کرتا یہاں صبح ہونے پر چوتھا فاقہ شروع ہوگا۔ ساتویں سے بچے تک بے آب و دانہ ہیں ایک نظر اور عمیق نگاہ بھر کر دو تو پہچانو گے بچے بوڑھے جوان، کنوارے بیاہے سب سجادہ پر ہیں اور کوئی رعنا جنگی خدمات میں تھک کر سو گیا ہے تو ماں شمع لئے اُس کی صورت اس تصور سے دیکھتی ہوگی کہ کل یہ چاند خاک میں رل جائے گا فریضہ صبح کا وقت آئے تو جگاؤں اذان اسی جوان کو دینا ہے غور جو کیا تو وہ مجمع ہے جو ایک گھرانہ کا ہے نہ ایک کنبہ کے لوگ ہیں دُنیا اسلام سمٹ آئی ہے سپید و سیاہ خورد و کلاں یکجا اور اسلامی مساوات تو آج دیکھی مطلبی گھرانہ کے گورے چٹے سپوت یا یہ کہوں کے کنعان محمد کے حسینوں میں سیہ فام حبشی بھی تو ہیں فاطمہ زہرا کی بیٹیوں بہوؤں میں کالی کلوٹی کنیزیں بھی پائی جاتی ہیں جو شاہزادیوں کے چشم و ابرو کے اشارہ پر باہر کی خبریں اندر پہونچاتی حق وفا ادا کرنے پر تیار لونڈی غلام تو بھاگ جاتے ہیں۔ یہ وہ گھرانہ ہے جن کا دامن کوئی عقلمند نہیں چھوڑتا فرات کی موجیں ساحل سے اس غم میں سر ٹکرا رہی ہیں کہ بچوں کو پیاسا رکھنا یزیدیت کا قانون ہے تو بحیثیت مسلمان ہونے کے آب وضو بھیج دیا ہوتا جو فریضہ مشترک تھا دونوں میں یزیدیت کے دامن پر یہی داغ ہے کہ واجبات پر ضرب کا عادی ہے اور اسلام سمٹ رہا ہے بوترابیوں کے گرد آلود چہرے بخشش اُمت کا بیڑا اُٹھا چکے ہیں صبح ہو تو وہ خود بظاہر فنا ہو کر یزیدیت کو کچل دیں گے جن کے بہادروں کو موت سے عشق ہے وہ محبوب کے اشتیاق میں جاگ کر صبح کریں گے۔ یہ اپنے رنگ کی پہلی رات اور ان سرفروشوں کی زندگی کی آخری رات ہے جس کی قسم اللہ نے کھائی ہے کیا اچھے مسافر اور بہتر مہمان تھے کربلا کے اُن کے مبارک قدم سے مُردہ زمین زندہ ہوئی بنی اسد کی کھیتیاں لہلہانے لگیں مغفرت کی بانہیں جاں بازوں کی گردن میں ہیں آخرت کی سرحد مسکرا کر خیر مقدم کرے گی بنجر علاقہ کو آباد کر کے گذرنے والے نعیم ابدی میں

میں پہنچکر اپنی یاد مسلمانوں کے لئے چھوڑ جائے گی اور اُن کے مٹتے ہوئے جنگل سبزو شاداب رہیں گے۔ زیورِ مودّت سے سجے ہوئے جوانوں کے رجزوں کی گرج نعرۂ تکبیر کا ہمہمہ اُن کے بند قدار پہ گواہ عقیدت کیش کے کان تک ہر قرن ہر صدی میں پہنچے گی۔ یہ بھی یاد ہے سردارِ جوانانِ بہشت نے وفا کا امتحان لیتے ہوئے خیمے کے دئیے بجھا دیئے اور عروس مذہب کی مانگ میں آئین کی افشاں اس طرح بھری کہ ہر عزاخانہ میں چراغاں ہونے کی پیشین گوئی ہے۔

کارگاہِ ہستی میں سناٹا۔ دیوار و در پر اُداسی برس رہی ہے۔ فلک کے تارے اپنی گردش بھول کر اسلام کی گردشِ تقدیر دیکھ رہے ہیں۔ زحل اپنے آثار نحوست پر پشیمان عقرب شامیوں کی نیش زنی پر حیرت زدہ مشتری اولادِ فاطمہ کے جانوں کی قیمت دیکھ کر رشک میں کہکشاں حکم کا منتظر اگر پیاسوں کا اشارہ ہو جائے تو ہر کوئی ان شامی کو اژدہا بن کر ہڑپ کر لوں مگر خلیل اللہ کا بیٹا حسینؑ اپنے رب کی رضا کے سوا کسی کا طلب گار نہیں آلِ مروان و زیاد سادات کے پاکیزہ خون سے ہندہ جگر خوار (کالی مائی) کے بت کی پیاس بجھائیں گے اور اس شب کے جاگے ہوئے کل زیر آسمان بے کفن سوئیں گے تیرانداز دشمن اپنے نزدیک بدلہ لینے میں کامیاب ہو گا۔ حسن اور جوانیاں خاک میں ملیں گی بیاہ کا جوڑا خون میں لت پت جانے والوں کو کبھی نہ بھولے گا کہاں تک واقعہ نگار مسلمان کی تقدیر کا لکھا تھا اس رات کی خونچکاں داستان میں دل چاہتا ہے کہ ایک لمحہ بھی باقی نہ رہے جس کی تصویر نہ کھینچے۔

(۱) بخار کا مریض عمر بھر گھٹنے اور بڑھنے پر ہوشیار اور غفلت کا شکار ہوتا ہے ہماری خوش قسمتی سے نویں محرم کا سورج ڈوبتے ڈوبتے کچھ دیر کے لئے امام زین العابدینؑ کو وقتی افاقہ ہوا کہ امام مظلوم کا خطبہ اور اصحاب کے پرجوش اور ولولہ انگیز الفاظ جوابات من و عن نقل کر دیئے واقعہ کربلا میں صرف یہی حدیث معصوم اور کلام امام ہے جس کو کسی واقعہ نگار نے نویں محرم کے وقائع میں شمار کیا

ہے مگر ہم لفظ کے پابند ہیں اُن کا ارشاد ہے کہ :-

میرے بابا نے اپنی اولاد اور اہلِ بیت اور چاہنے والوں کو قریب شام کے شبِ عاشور کی جمع کیا ہے خطبہ لہوف ارشاد مناۃ ہ اور سنت و جماعت کی تاریخوں میں پایا جاتا ہے جس میں امام کی لفظ عند قرب المساء ہے اور مسا کلام عرب میں اُس وقت کو کہتے ہیں[۱] جو عصر سے غروب تک ہو ہماری زبان میں جھٹ پٹا ظنی محاورہ ہے اور امام نے شبِ عاشور کے جز قرار دیا ہے اس لئے ہم کو اتفاق ختم کرنے پر اس خطبہ کو شبِ عاشور کا پہلا واقعہ قرار دیتا ہے۔ خطبہ کا حاصل یہ ہے :-

تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں دنیا میں کسی کے ساتھیوں کو اتنا جاں باز اور وفا شعار نہیں سمجھتا جتنا کہ میرے ساتھی ہیں اور نہ دنیا میں اتنے نیک، عزیز اقربا کسی کو ملے جیسے نیک اور وفادار میرے رشتہ دار ہیں۔ خدا تمہیں بہت بڑا اجر دے۔ آگاہ ہو کہ دشمن کل ضرور جنگ کرے گا میں بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ (اے دیندارو) میرا گمان نہیں ہے کہ ایک دن بھی اس قوم کے ہاتھ سے زندہ رہ سکوں۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم متفرق ہو کر نکل جاؤ کوئی تکلیف و حرج اور الزام میری جانب سے نہیں[۲] رات کے پردہ نے تم کو

---

[۱] مجمع البحرین لغت حدیث [۲] اصل لفظ امام کی زبان مبارک پر یہ جاری ہوئے ھذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملاً یہ عرب کا محاورہ ہے جس کے معنی فصحا کے کلام میں یہ ہیں کہ پوری رات چلتے رہو دیکھو مجمع البحار لغت "ر" مطبع مصر سپہر کاشانی نے سب سے پہلے غلط ترجمہ کیا ہے و دریں شب شتران خود را بر نشینید و جان خود را بسلامت در گذرانید ص۲۳۹ کراچی کے موجودہ خطیب آئے اور یہی ترجمہ ہوا۔ ۲۶۹

آفرین مدیر الحجت پشاور کے دادا اخوند قاسم علی پر جو شرعۃ المصائب طبع نول کشور لکھنؤ اڈیشن ۱۸۹۹ء میں صحیح ترجمہ کر چکے تھے۔ واعظین ہوں یا اہل قلم تحقیق کا جذبہ اُن سے بالکل تعجب ہے۔ فاضل مغربیات اختر علی تلہری مرحوم سے وہ بھی اپنے مقالہ مندرجہ رضا کار اربعین نمبر ۱۹۴۶ء میں حقیقت سے دور رہے۔ اللہ اہلِ علم کو لغزشوں سے بچائے یہ اسلاف پر نکتہ چینی نہیں مستقبل کو استقام سے بچانا ہے۔

گھیر لیا ہے۔ سب کے سب چلے جاؤ تاکہ تم بچ جاؤ (دوسرے مصادر میں یہ بھی ہے) میں اپنی بیعت تمھاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں اور جو معاہدہ تم سے ہوا تھا وہ نہیں رہا۔ ہر شخص تم میں سے میرے مردان اہلبیت سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑے اور پردۂ شب میں چلا جائے مجھے یہاں رہنے دو دشمن کو میرا ہی قتل مقصود ہے۔

کربلا میں مستحبات اور مسنونات پر بھی عمل تھا حضرت امیر کا تدبیر منزل میں ارشاد ہے چراغ روشن کرنے میں جلدی سے آرام و راحت ہے یا تو تاریکی سے پہلے حکم شرع کے مطابق روشنی کر دی تھی یا خطبہ میں طول سے روشنی کرنا پڑی حسینؑ نبض شناس انسانیت ہیں۔ وہ خیمہ کے جلتے ہوئے دیے بجھا کر چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مروت میں اٹھ نہ سکے اور جبری ساتھ دے تو شمع گل ہے جس کو جانا ہے وہ جائے میری بزم سے میری اجازت کے بعد جانا گناہ نہیں ہے۔ رزم سے فرار گناہ ہے وہ داغ جو دامن صحابیت پر بدر سے حنین تک پڑتا رہا وہ اب نظر نہ آتے فوج کا ایک کمانڈر بہلا کیا سپاہیوں کو تشویق میں اس طرح آمادہ جنگ کر سکتا ہے جس طرح روحانی سپہ سالار اعظم نے چھوٹی سی فوج میں ہیجان پیدا کیا۔ تہذیب سد راہ نہ ہوتی تو بچے بوڑھوں سے پہلے جواب دیتے اور بنی ہاشم سے قبل انصار اظہار وفا کرتے۔ اس بیکسی پر دل سینوں میں ہلے۔ خون شجاعت جسم میں دوڑا۔ حمیت عرب دامنگیر ہوئی اضطراب کی وہ لہر دوڑ گئی جو صدر اسلام سے صفین تک نہ تھی سب سے پہلے حضرت ابو الفضل العباسؑ اور تمام اعزا نے وفاداری کا اظہار کیا اور یہی کہا کہ کس لئے ہم ایسا کریں کیا اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں ہرگز نہیں خدا ہم کو یہ روز بد نصیب نہ کرے امام نے خاص طور پر اولاد عقیل کی طرف توجہ فرما کر برمحل کہا تھا تمھارے لئے مسلم کا قتل ہونا کافی ہے وہ واقعہ کربلا کے بعد اس عظیم قربانی پر فخر کرتے مگر انھوں نے بھی یہی کہا کہ ہم ایسا نہیں کریں گے آپ کے بعد زندہ رہنے کا کوئی مزا نہیں اس کو کہتے ہیں رشتۂ محبت اور کمال عقیدت میں عرض کرتا

ہوں اُن کو تو انتقام کا حق حاصل ہو چکا ہے مگر وہ یہ جواب اس لئے نہیں دیتے کہ جہاد واجب کو انتقامی پہلو سے بچایا جائے۔

مسلم بن عوسجہ | عرض کرتے ہیں ہم آپ کو چھوڑ دیں اور خدا کے یہاں آپ کے حق کو ادا کرکے جواب دہی کی فکر نہ کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے نیزہ کے ساتھ جنگ کروں گا یہاں تک کہ میرا نیزہ اُن کے سینوں میں ٹوٹ جائے اور تلوار لگاؤں گا جب تک کہ اُس کا قبضہ میرے ہاتھ میں ٹھہر سکے اور میں آپ سے کسی طرح جدا نہ ہوں گا اگر ہتھیار نہ ہوں گے جن سے جنگ کروں تو میں اُنھیں پتھر ماروں گا اور آپ کی حمایت کروں گا یہاں تک کہ آپ کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دوں۔"

بوڑھے مجاہد نے نیزہ کا استعمال اس لئے نہیں کیا ہے کہ وہ دشمن سے ڈرتا ہے بلکہ وہ اس قدر پاکیزہ اور طاہر ہے کہ دشمن کو قریب آنے نہ دے گا اُس کی صدائے تنفس کو بھی نجس قرار دیا ہے اور پتھر پھینکنے کا ارادہ اس لئے ہے کہ سب زناکار ہیں اُن کی یہی سزا ہے۔ کافی قرآن رسولؐ کا صحابی داؤدؑ کا حملہ استعمال کرے جو وہ جالوتؔ کے قتل میں استعمال کر چکے ہیں یہ ہے سیرت انبیاء کرام۔

سعید بن عبداللہ حنفی | اُن کو کوئی امام اعظم کا پیرو نہ سمجھے وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اس امام مظلوم کے پیرو تے صادق آل محمدؐ کی عہد مستقبل میں جلوہ دکھائیں گے لفظ جاری تھی تم نے لی۔ یہ مرد آہن کہتا۔ ہم بخدا ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے جب تک کہ بارگاہ ایزدی میں ثابت نہ ہو جائے کہ ہم نے رسالت مآبؐ کے غائبانہ حق کو آپ کے بارے میں ادا کیا بخدا اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا پھر جیتے جی نذر آتش ہوں گا پھر میری خاک ہوا میں منتشر کی جائے گی اور ایسا ہی میرے ساتھ ستر مرتبہ ہوگا تب بھی آپ کو نہ چھوڑوں گا جب تک کہ موت آپ کے قدموں پہ نہ آئے چہ جائے کہ یہ تو ایک دفعہ کا قتل ہونا ہے اور اس کے بعد دائمی عزت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔"

آفرین مجاہدملت حشرونشر پرایمان روز قیامت کا۔ یقین آپ کو ہے۔

زہیر بن قین کھڑے ہو کے عرض کیا فرزند رسولؐ قسم خدا کی میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ آپ کی نصرت میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ ہوں اور نصرت میں پھر قتل ہوں یہاں تک کہ ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں تو بھی رفاقت سے دست بردار نہ ہوں گا۔ لیکن خدا عوض میں اس نصرت کے آپ اور آپ کے اہل بیت سے اس بلا کو دور کردے۔

دوسرے اصحاب و انصار نے بھی پُرجوش لفظوں میں اظہار عقیدت کیا بشر بن عمرو حضرمی کا جواب اگر میں ساتھ چھوڑوں تو جنگل کے درندے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھا جائیں کچھ اہل قلم تو کہتے ہیں کہ شب عاشور کے خطبہ کے سامعین میں ہے اور کچھ صبح عاشور کے حالات میں جگہ دیتے ہیں ان عقیدت کے پھول نچھاور کرنے پر امام نے دعائیں دیں اور اسے حدیث امام زین العابدینؑ کا تتمہ ہے کہ امام کے یتیم بھتیجے قاسم نے اپنے شہید ہونے کو پوچھا یہ سوال درحقیقت خاندان رسالت کی اعلیٰ تہذیب اور روایتی اقدار کے مطابق تھا کہ جب تک بنی ہاشم جواب میں نہیں او بڑے اصحاب خاموش رہے اور جب تک بوڑھے بات نہیں کرچکے بچے چپ رہے ۔۔۔ روایت کو تاریخ شہزادہ علی اصغر میں دیکھو الغرض جب امام نے ہر فرد بشر کو نصرت پر تیار اور موت پر آمادہ پایا تو واشگاف الفاظ میں سب کے قتل ہونے کی خبر دی اور ہر ایک کو اُس کے درجات بہشت میں دکھلائے اور حاضرین چیخیں مار کر روئے اور اصحاب میں گریہ سے عورتوں کی صدائے نوحہ و شیون بلند ہوئی گویا یہ پہلی زنانی اور مردانی مجلس تھی ادھر اصحاب و انصار رو رہے ہیں ادھر مخدراتِ عصمت خیمہ میں بے قرار اور تباہی کا یقین یہی وہ وقت تھا کہ۔

(۱) زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر نے اپنے علمی اجلال اور اعلیٰ اصلاحیت نفس کا ثبوت دیکر وجود امام کی ضرورت کو صاف کیا امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میری طرف اشارہ کرکے پوچھا اور ہمارا سردار اور مولا علی ابن الحسینؑ کا کیا حال

ہوگا۔ کامل بھروسہ کے ساتھ مگر آنسو بہا کر یہ جواب دیا کہ میری نسل قطع تھوڑی ہو سکتی ہے وہ تو آٹھ اماموں کے باپ ہیں۔ وہ لوگ جو مسئلہ امامت کی اہمیت نہیں سمجھتے تعصب کی عینک اوتار کر دیکھیں یہودیوں کی سازش پر خدا نے عیسیٰ بن مریم کو دار دنیا سے اٹھا کر بچایا تھا اور یزید و ابن زیاد کی انتھک کوشش پر زین العابدین کو دشمنوں کے درمیان میں رکھ کر بچایا ہے پیغمبر بعد وفات اکیلے تھے ایک اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا چھوڑی اُن کے موت کے پچاس برس بعد پھر وہی ایک مگر انا اعطیناک الکوثر وعدہ الٰہی پورا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے بعد تقسیم فرائض شروع ہوئی۔

(۲) پہلا کام اس رات کا یہ تھا کہ خیموں کو ایک دوسرے سے ملحق کیا اور جو زمین شامیانہ نے گھیر رکھی تھی اُس کو کم کیا تاکہ خندق کھودنے میں قیامگاہ کا رقبہ بڑھنے نہ پائے اور صبح عاشور آگ روشن ہو۔

(۳) کنویں کھودنے کا منصوبہ بھی پورا ہوا اور تحصیل آب کی آخری شکل کامیاب ہوتی مگر دشمن کے قریب آجانے سے اس ارادہ کو خیرباد کہنا پڑا اور وہ وقت نہ آیا کہ خیمہ کے روبرو تلوار چلے۔

(۴) اصحاب کے احتجاج، دشمن کو وعظ و نصیحت تبلیغ دین خود امام مظلوم کی سپہ سالار لشکر سے ملاقات صلح میں ناکامی تمام واقعات مقاتل میں دیکھو۔

(۵) عبادت الٰہی میں رات بسر ہوئی کوئی قیام میں کوئی رکوع کوئی قعود میں کوئی سجدہ میں بارگاہ ایزدی میں تلاوت قرآن اور راز و نیاز کا فخر حاصل کر رہا ہے۔ آداب نماز میں ہے کہ بندہ جب نماز پڑھے تو آخری نماز سمجھ کر ادا کرے کسی کو دوسری نماز کا وقت آنے پر اپنی زندگی کا یقین نہیں حیات دنیا ناپائیدار ہے مگر شب عاشور کی نمازیں بے شک وداعی اور صل صلوٰۃ موَدِّع کی تصویر نہیں۔

(۶) دشمن پر اس عبادت الٰہی کا یہ اثر ہوا کہ مجلسیؒ کی تحریر کی بنا پر ۳۲ شخص

فوج شام سے نکل کر سپاہ قلیل میں شامل ہوئے اور سعادت ملازمت سے شرف حاصل کیا اُمر دو کتابوں میں بھی درج ہے مگر شہرت صرف حُر بن یزید ریاحی کی آمد کو حاصل ہے۔ مقام ادب ہے اور میں یہ کیونکر عرض کروں کہ ۷۲ مقدس نفوس حرؔ پر سابق ہیں انسانیت کے یہ وہ لخت دل ہیں جن کو ترجیح دینے کی مجھ کو جرأت نہیں سپاہ قلیل کا عدد بڑھایا۔ شب آخر کے خدمات میں شریک ہوئے۔ نماز صبح کی جماعت کا شرف پایا۱؎۔ تشنگی و گرسنگی میں ساتھ دیا۔ ناموں کی صراحت نہ ہونے سے مدت قیام کا اندازہ نہیں لیکن حملہ اولیٰ کے شہید والوں کی مکمل فہرست ابصار العین میں موجود ہے جسے نظر تعمق سے دیکھنے کے بعد رجحان ہوتا ہے کہ شب عاشور کے نووارد اس میں شامل ہیں اور یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ فوج شام سے ٹوٹ کر آئے بلکہ یہ اُن کی حکمت عملی تھی کہ چاروں طرف راہیں بند ہونے میں فوج عدو میں شامل ہو کر آئے گھر سے نکلنے پر اُن کے دل میں عظمت حسینی تھی حُسن تدبیر نے جب لشکر شام سے جُدا ہونے کا موقع دیا اُس وقت حاضر ہوئے نہ جاسوس ہونے کا شُبہ تھا نہ تعارف کی ضرورت تھی نہ توبہ کا سوال تھا جانی پہچانی ہوئی صورتیں پرچم امامت کے زیر سایہ پہنچے جب سے آئے تھے اللہ کے یہاں جاتے وقت تک ہو کے اور پیاسے تھے اُن کی تمنّا خدا نے پوری کی کوشش میں کامیاب ہوئے یہی اُن کی روحانی غذا تھی محیّر العقول شجاعت۔

اصحاب حسینؑ کی بارگاہ ایزدی میں جگہ

طول کے خوف میں یہ بتایا نہیں جاسکا کہ اصحاب حسینؑ کا ربّ العزت کی سرکار میں کیا وقار تھا اور اُن کی شجاعت و بہادری میں انسانی عقل حیرت زدہ ہے عہد رسولؐ میں اُس وقت کی دنیا شجاعت نے عمر ابن عبدود کو ہزار سواروں کے برابر قرار دیا تھا جس کی نفی اب تک نہیں ہوئی اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ وہ اُس قرن میں فردِ فرید تھا لیکن کربلا کے بہتّر۲؎ نفوس وہ تھے

۱؎ شرح المصائب ص ۲۷۱ طبع نول کشور ۲؎ جلاء العیون ب ۵۔

جن کو حبیب ابن مظاہر ایسے کہنہ مشق تجربہ کار سن رسیدہ نے ہر ایک کو ہزار ہزار دو دو
کے مساوی قرار دیا ہے اور جب اپنے قبیلہ میں کمک حاصل کرنے گئے تو تعارف میں اُن
کی یہی لفظیں تھیں جو تاریخ میں موجود ہیں۔ ابن مظاہر کی نظر انتخاب صحیح اور تخمینہ درست
اور رائے میں اُن کی مُبالغہ کا ذرہ برابر پہلو نہیں وہ سچے اُن کا خدا سچا وہ نذر ہے۔
اُن کی بات رہ گئی ہر دانشور کو اُن کے قول کی شرح کا محل اور تجزیہ کا حق ہے اس
حکم میں عونؑ و محمدؑ کا کیا ذکر مسلم بن عوسجہ کا یتیم بھی شامل ہے جو باپ کے شہید ہونے کے
بعد غم منانے کے بجائے جنگی لباس پہن کر آیا اور تیر کھا کر مُسکرانے والا بے شیر بھی داخل
ہے حرملہ کے مقابلہ میں تیر کھا کر نہیں رویا اور ایک عورت بھی شامل ہے جس کا مورخ
طبری کے نام لینے کے باوجود عورت سمجھتے ہوئے شہداء میں شمار نہیں ہوا اس
فروگذاشت کو یہ خادم دین اپنے مقام پر پیش کرے گا۔
ناظرین اجازت دیں رات ختم ہوئی شہزادہ علی اکبرؑ کی اذان ہونے والی ہے۔

رُوزِ عاشور

ہر کہ برآلِ نبی آمدہ یوم عاشور — تابہ تحریر کجا قوت تقریر کجا

اذان سونے والوں کو جگاتی ہے۔ بیدار مغز اصحاب فریضہ صبح کی ادائے گی پہ
کیا کہنا اور زیادہ چاق ہیں اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آج تو چوتھا فاقہ ہے ہیں یہ
نہیں کہنا چاہتا کہ سولا موذن موجود ہے۔ علی اکبر کو اذان دینے میں اور زیادہ پیاس
بھڑک جائے گی۔ وہ جواب میں فرمائیں گے حجاج بن مسروق اذان اس لئے نہیں
دے رہے ہیں کہ دشمن کو نانا کی آواز سُنانا چاہتا ہوں علی اکبر کا لب ولہجہ پیغمبر کی گفتگو
رفتار ہے مسلمان دیکھیں اور اب بھی خواب غفلت سے چونکیں تصویر نبیؐ میرے
پاس ہے۔ حی علیٰ خیر العمل بہترین کردار کی طرف دوڑو یہ صدا جس کے کان میں پہنچی
ہے وہ مع عبید و برادر دو پسر آرہا ہے آواز خالی نہیں گئی۔ کاش دشمن دیکھے اتنی
سختیوں کے باوجود ادھر کا ایک بچہ بھی اُدھر نہیں گیا اور فوج دشمن کا نمودار افسر

ہزار سپاہیوں کا قائد گناہ گار کی صورت میں آئے گا اُس وقت پتہ چلے گا کہ حق کدھر ہے۔

بظاہر صبح عاشور پہلا کام خندق میں آگ دینا تھی تاکہ دشمن کمین گاہ سے حملہ نہ کرے اور سلمان فارسی کا مشوری اُن کی یاد تازہ کرے مگر بڑا فرق ہے جنگ احزاب اور جنگ عاشور میں تو یہ محرّم سے محاصرہ ہو چکا ہے سپاہِ قلیل کے مجاہد نرغہ اعدا میں ہیں ہیزم خشک (ایندھن) لانا آسان نہیں حکمِ ابن زیاد تھا چکا ہے کہ حسینؑ وہاں ٹھہرائے جائیں جہاں سبزہ بھی نہ ہو خس وخاشاک سے خندق کو بھرنے میں بھی آسانی نہ تھی۔ دل ہل جاتا ہے اس بیکسی کو دیکھ کر قافلہ کو پلٹ کر وطن جانا نہیں بے گھر ہونے پر اسی جنگل کو گھر بنانا ہے کجاوہ بیکار ہیں، عماریوں کا اب کام نہیں۔ پالان شتر اور صندوق خوشی سے پھینکے یہاں تک کہ تلواروں کے نیام سے خندق پاٹ دیا اور ننگی تلواریں جن کو اب نیام میں جانا نہیں ہے ہاتھوں میں رہ گئیں۔ روزِ عاشور کی شہرہ آفاق گرمی صحرا کی دھوپ سورج کی کرنیں نیزوں سے زیادہ تیز اور آہنی سلاخیں بن کر طپش میں اضافہ کرتے ہوئے گرمی کو اُس پیمانہ پر پہنچا رہی ہیں جس کا تصور نہیں۔

قرآن اور اہلِ بیت کی تمثیل ایک دوسرے سے ملتے جلتے حالات کا اتحاد بتاتا ہے کہ کتاب خدا میں تدبر قاری کا فرض ہے بغیر فکر تلاوت کا کوئی ثمر نہیں اہلِ بیت کی شخصیت میں تعقل نہ ہو تو اُن پر ایمان ناقص ہے غور کرو یہ وہ محاذ نہیں ہے جہاں سب جوان ہوں سن وسال ایک، قدوقامت، واحد جثہ اور جسامت میں فرق نہ ہو یہاں بچے بھی ہیں اور وہ گھر میں بیٹھے بزرگوں کے سایہ میں رہنے کے بجائے اس دشت میں پراگندہ ہیں اُن کے سامنے "مارنا اور مرنا" صرف ایک ہی بحث ہے پھر بچوں کی شوخی اور شرارت جو اُن کی فطرت کا بڑا حصہ ہے کون نہیں جانتا اور اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ گھر میں جونہی کام شروع ہو بچے سمٹ آتے ہیں اور دخل در معقول اُن کا پہلا کام ہے ہوتے ہوتے ہر کام پر وہ اشتراک

عمل میں تیار ہوتے خندق کھودنے میں بچوں نے کیا کیا اس کا تصور خود کرو ہم کو جھوٹ کی عادت نہیں خندق میں آگ روشن ہونے پر سادات کے بچے اپنی شوخی دکھا رہے ہیں یا خاموش ہیں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو کون بتائے صاحبان اولاد اپنے بچوں کی چھلانگ مارنے کی عادت سے بھی آگاہ ہیں قلم رک گیا۔

اپنے کردار کا خود جائزہ لینا شروع کرو تم نے پانی بند کیا تھا تو ہم نے سبیلیں رکھیں، تم نے خیمہ جلا کر اولادِ رسول کو اندھیرے میں رات بسر کرنے پر مجبور کیا تو ہم نے ہر بستی میں امام باڑہ بنایا اور چراغاں ہوا۔ امام نے عاشورہ کے مجمع اصحاب میں چراغ گل کر دیا تھا اثنائے تقریر میں تو عراق میں سینہ زنی اور ماتم کے اثنا میں روشنی بجھا دی جاتی ہے اور دکھن کی بڑی مجلسوں میں ذاکری کے وقت اندھیرا کرتے ہیں۔ یہ تقریر اس خادم دین کی طولانی اور اس محل پر تشنہ تفصیل رہنے دو۔ تاریکی کربلا کی یادگار ہے۔ خندق کی آگ کا بیان ختم کرتے ہوئے تم سے پوچھتا ہوں کہ صوبہ برما کے مسلمانوں (رنگوں) میں آگ کے ماتم پر ماتمی علم لئے ہوئے دولھا کہتے ہوئے کیوں چلتے ہیں انگاروں پر یہ جینا کس لئے

اعلانِ عطش

ازآب ہم مضائقہ کردند کوفیاں
خوش داشتند حرمت مہمان کربلا
زاں تشنگاں ہنوز بعیوق می رسد
آوازہ العطش زبیابانِ کربلا

سوانح بریا اگر آپ نے پڑھی اور یاد رکھا تو واضح ہو چکا ہے کہ ۲۰ بچے[1] خیموں میں تھے ان کو ساتھ رکھنے پر اعتراض اُس وقت تھا جب کفار سے ارادہ جنگ ہوتا حسین ع مسلمانوں کے مہمان ہو کر بچوں کو ساتھ رکھتے اور نہ اُن کو ماں باپ کی جدائی کا دکھ نہ والدین کو فراق اولاد کا صدمہ پہنچانا چاہتے ہیں نوح عدو کی اسلامیت کا جائزہ لینا ہے تیرہ سو برس گذرنے پر جب آج خیمہ میں پانی موجود ہونے کی خبریں بھیج کر یزیدیت کو استوار کرنے والے ہیں تو اس کا امام مظلوم کو علم تھا۔

---

[1] مجالس علویہ صفحہ ۱۸

وہ اصحاب جن کی عظمت پر مہر تصدیق ثبت ہو چکی ہے وہ پیاس کا شکوہ کرتے، خانہ جنگی ہوتی، الزام دیتے ناممکن تھا جب "علمِ اوفی من اصحابی" کا تمغہ پا چکے ہیں بیبیاں خیموں میں رہ کر پانی طلب کرتیں اُس کا کون گواہ تھا۔ ان غریبوں کو تو علم تھا کہ مرد ہمارے اس شہادت پر آبِ کوثر تسنیم سے سیراب ہوں گے مگر ہم تو اُس وقت پانی پائیں گے۔ جب پسر سعد گیارھویں شب کو آب و طعام بھیجے گا اور گیارھویں شب لگے گی! اللہ رے امتحان! کیا سختی تھی بیبیوں پر مگر کسی کے پانی طلب کرنے کا نہ پتہ ہے نہ تقاضا و وقت ہے۔ بچے اس لئے ساتھ ہیں کہ یہ خالی کوزہ لے کر جو در خیمہ پر شور کریں گے تو دنیا یاد رکھے گی کہ اطفال تک کو پانی نہ دیا۔ محرم سے اطفال حسینی اپنے اس فریضہ کو ادا کر رہے ہیں۔

بچوں کا مظاہرہ عطش اجتماعی تھا اور خود امام جب سوال آب کرتے تھے تو دشمن نفی میں بڑے ہی سخت جواب دیتے اور اصحاب سے خطاب میں بے ادب کا یہ کہنا صفحہ تاریخ پر موجود ہے کہ فرات کو دیکھ رہے ہو شکمِ مار کی طرح سطح آب چمک رہی ہے قسم بخدا اس کا ایک قطرہ نہ دیں گے جب تک بیعت یزید نہ کرو خود مظلوم کربلا سے یہ تخاطب تمھارا گمان ہے کہ باپ تمھارے ساقی کوثر ہیں ہم ایک گھونٹ پینے نہ دیں گے۔ اس سے بڑھی ہوئی گستاخی یہ تھی کہ خندق میں آگ روشن دیکھ کر پہلے شمر نے ایک زخم زبان پہونچایا اصحاب تیر پھینک کر جواب دینا چاہتے تھے امام نے لڑائی میں اپنی طرف سے ابتدا پسند نہ کی پھر ابن جویرہ نے اور زیادہ قریب پہنچ کر وہی بد زبانی کی اور کہا آتش دوزخ کی بشارت ہو دنیا میں جلدی کی ہے۔ امام نے نام پوچھا لوگوں نے گستاخ کا پتہ دیا آپ نے بد دعا کی بار الٰہا اس کو آتشِ جہنم کا مزا چکھا ان کلمات کے ساتھ اُس کا گھوڑا بھڑکا وہ پشت زین سے نیچے آرہا ایک پیر رکاب میں پھنسا رہا اور راہوار نے خندق میں گرا دیا ادھر تو دوستوں نے پکارا کیا اچھی تھی وہ دعا جو منہ سے نکلے

ہی پوری ہوئی ادھر ہاتف غیبی کی آواز آئی دختر رسول کے لال قبولیت دعا مبارک ہو اس صدا کا یہ مطلب تھا کہ اگر حسینؑ زبان کو جنبش دیں تو عالم زیر و زبر ہو سکتا ہے ایسا نہیں ہے کہ صبح ہوتے ہی آتش حرب نے خونریزی شروع کی، اصحاب رسول کو گواہ کر کے پیغمبر کی خصوصی حدیثیں نظم اور نثر میں یاد دلائیں کسی میں یہ طاقت نہ تھی کہ جھٹلاتا یا اچانک گھمسان کی لڑائی میں مٹھی بھر ساتھیوں کو ختم کر دیتا۔ وہ اجلال تھا خاندانی وقار تھا رواتی کہ دشمن اپنی بے پناہ قوت حربی کے باوجود زیر نگیں ہیں اور حسینؑ جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے۔ پھر اصحاب ہمدردی اُن کے ذاتیات میں تعاون دشمن محرم کو بھی یہ کوشش کہ جو چلا جانا چاہتے ہیں وہ نہ ٹھہرے بشر حضرمی کے بیٹے کو جو سپاہ قلیل میں شامل تھے اطلاع ہوئی کہ اُن کا فرزند سرحد رے میں قید ہو گیا ہے اس خبر کے ملنے پر بھی وہ ساتھ چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے اور جب امام نے چاہا کہ وہ یہاں سے سرک جائیں تو جواب دیا اکلت السباع حیاۃ فارقتک اگر چلا جاؤں تو مجھے جیتے جی جنگل کے درندے پھاڑ ڈالیں اور اپنا لقمہ بنائیں۔ اُس وقت امام نے کچھ چادریں اُس کے بھائی کو دے کر بھیجیں اور عطیہ امام پانچ کپڑوں کی قیمت ہزار اشرفیاں تھیں جو فدیہ قرار دیکر رہائی کا سامان کیا۔[1]

یہ اطمینان نفس تھا کہ اپنی جانوں کی خیر نہ ہونے پر قوم کا خیال رہا اور دشمنوں کا وہ ہتکنڈا جس سے صفین میں بگڑی بنی تھی یعنی قرآن نیزوں پر بلند کرنا آپ ناقہ پر سوار ہو کر کتاب خدا ہاتھ میں لئے ہوئے بھی خطبہ دے چکے شتر امن کی علامت عرب کے مذاق میں سمجھا جاتا ہے۔ مگر ظہر سے پہلے کوئی کوشش بارآور نہ ہوئی فوج آمادہ حرب دشمن نے یوں ٹڈی دل سپاہ کو مرتب کیا کہ میمنہ دست راست کی صفیں عمر بن حجاج کی قیادت میں اور میسرہ دست چپ کے سپاہی شمر بن ذی الجوشن کے ماتحت اور عروہ بن قیس سواروں کا سردار شیث بن ربعی پیادوں کا افسر ہوا

---

[1] شہید انسانیت طبع اول ص ۳۲۷ سطر ۲۳

خود عمر بن سعد بن وقاص قلبِ لشکر میں یہ حال تو وہاں کا تھا۔ یہاں ۳۲ سوار ۴۰ پیادوں میں میمنہ پر صرف ۲۰ سواروں کے ساتھ زہیر بن قین اور اور میسرہ پر ۲۰ سواروں کے ساتھ حبیب بن مظاہر خود قلبِ لشکر میں اور علم شیرِ خدا کے شیر عباس کے ہاتھ میں تاریخ عالم میں پہلا موقع ہے کہ ۲۰-۲۰ سپاہی چپ وراست مقرر ہو کر میمنہ و میسرہ بنا تمام اہلِ قلم کا اختیار کردہ مقولہ یہ تھا جو سپہر قلم ہوا۔ تعجب سپہر کا شانی ہے کہ وہ شہداء کربلا کی تعداد ستر نفوس سے زیادہ عملاً قرار دیتے ہوئے بہتر[۱] سمجھتے ہیں لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ تشکیل لشکر کے وقت بہتر[۲] تھے اور یہ تعداد بعد میں بڑھتی گئی۔

لڑائی شروع سب سے پہلے سپہ سالار لشکر عمر بن سعد نے اپنے ساتھیوں کو گواہ کر کے جمعہ کے دن ۱۰ محرم ۶۱ھ کو پہلا تیر امام مظلوم کی سپاہ پر پھینکا اور ساتھ ہی اس کے تیروں کا مینہ برس گیا جس کا قدماء کی تحریروں میں یہ اثر پایا جاتا ہے۔ صاحبِ روایت میں طریح و جریح و ذبیح کوئی زمین پر لوٹنے لگا کوئی زخمی ہو کر گرا کوئی ذبح ہو گیا۔

سید العلماء نے اس حملہ سے سپاہِ قلیل کو بالکل محفوظ قرار دیا ہے اور تیروں سے کوئی نقصان نہیں ہوا (شہید انسانیت طبع اول صـ ۲۹۳) اس موقع پر جو فاضل ناظرین کی رائے ہو اُس سے میں اتفاق کروں گا۔ کربلا کی فوج مجبور العقول بہادر تھی ؎

باعزیزان و رفیقان شہادت طلبے ۔۔۔ بادشاہِ عجب بودہ سپاہے عجبے

بھارت کے ہندو مفکر مہاراجہ سر کرشن پرشاد وزیر مملکت حیدرآباد دکن انصار امام پر لکھتے ہیں۔ "دُنیا میں کوئی چھوٹا لشکر اس شان سے کھڑا نہیں ہوا جیسے حسین علیہ السّلام کے یہ چند بچے جوان اور بوڑھے رفقا کھڑے تھے ہاں وہ زمین وقت اور اتفاق پیدا نہیں ہوا جس میں اتنے لشکر کے مقابلہ میں باوجود

---

[۱] شرعۃ المصائب آخوند قاسم علی مرحوم
[۲] رضا کار سید الشہداء محرم نمبر ۱۹۶۳ء

شدید گرمی اور پیاس کی شدت کے کچھ لوگ اس طرح قلب مطمئن سے تیار اور منتظر ہوتے شاید ہی کسی لشکر کو اپنی شکست اور کسی سپاہی کو اپنے قتل کا ایسا یقین ہو جیسا حسینؑ کے لشکر اور سپاہیوں کو تھا اور شاید ہی کوئی لشکر اس یقین کے بعد اس استقلال اس شان اور اس شہادت کے شوق میں موت کا ایسا منتظر ہو اور اُن کی یہ بے خوفی، مصائب پر صبر و استقلال اور جان سے لاپرواہی نہ ہوتی اگر وجہ ایسی عظیم نہ ہوتی اور شاید باوجود وجہ عظیم کے بھی دنیا کا یہ حیرت خیز واقعہ وقوع میں نہ آتا اگر مرکز ایسا نہ ہوتا جیسا حسینؑ تھے۔

غازیانِ فوجِ خدا کے ابتدائی نام

قرآن حکیم نے بتایا کہ عیسیٰ بن مریم کی مدد کرنے والے خدا کے ناصر تھے اور اسی زاویہ نگاہ سے زیارتوں میں اصحاب حسینؑ کو انصار اللہ کہا ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ ان جانبازوں کی پوری فہرست اب تک مرتب نہیں ہوئی۔ تکمیل وہ حرف آخر ہے جو امام زمانؑ کے زبان عصمت سے ہو سکتا ہے ہم قاصر ہیں زیارت ناحیہ بھی حاوی جب نہ ہوئی تو اس ارادہ میں بڑی جد و جہد کے بعد نسبتاً کامیابی ہو سکتی ہے کوئی وجہ نہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل اور اُن سرفروش ہستیوں کو اس فہرست سے علیحدہ رکھا جائے جو حسینیت کا پیش خیمہ اور قربانی کا آغاز تھا! اسی صحیح جذبہ کے تحت ہیں سوانح حضرت مسلمؑ میں ایک نقشہ حاضر کیا جا چکا ہے شہدا و راہ خدا کا اور بقول شمس العلماء مولانا سید سبط حسن اعلی اللہ مقامہٗ کربلا والوں کی چھوٹی ہوئی فرد کو سر فہرست جگہ دینا واقعہ نگاری کا فرض اولین ہے۔

اعداد شمار	نام شہداء و مقتولین	مقام قتل	وجہ شہادت	کیفیت
۱	دارع علیہ الرحمۃ والرضوان	بصرہ	امام حسینؑ کے	خط پہنچانے کے جرم میں
۲و۳	محمد بن کثیر مع فرزند	کوفہ	حضرت مسلمؑ کی میزبانی	

تعداد شمار	نام شہداء و مقتولین	مقام قتل	وجہ شہادت	کیفیت
۴	ہانی بن عروہ عمر یکصد سال	کوفہ	حضرتِ مسلم کی میزبانی	جنگ صفین میں شریک
۵	عبدالاعلیٰ بن یزید کلبی	〃	نصرت حسین کا ارادہ	•
۶	عمارہ بن صلخب	〃	〃	•
۷	قیس بن مسہر	〃	نامہ امام کا لے جانا	
۸	عبداللہ بن یقطر	〃	〃 〃	
۹	مشکور جیلر کوفہ	〃	یتیمان مسلم کو رہا کرنا	
۱۰	فرزند حارث	〃	میزبان عترت کو تیغ حارث سے بچانا	
۱۱	حضرت مسلم بن عقیل	〃	نیابت و سفارت امام	
۱۲	محمد یتیم حضرت مسلم ع	〃	ایک مدت کے بعد قید سے رہا ہونے پر	
۱۳	ابراہیم	〃	شہادت واقع ہوئی تاریخ اور سنہ [illegible] میں	
۱۴	فلیح غلام حارث حبشی	〃	یتیمان مسلم کو قتل نہ کرنے کے کردار میں۔	

صدر اسلام میں افلح نام تو کثرت سے تھے مگر یہ نام پہلی مرتبہ سامنے آیا لفظ فلیح کے وزن پر ہے جو سیہ فام حبشی تھا۔ حارث ظالم نے خریدا اور اعتماد کیا چنانچہ جب فرزندان مسلم کو قتل کرنا چاہا تو حکم دیا کہ یتیموں کو قتل کردے اُس نے انکار کیا ایک قول یہ ہے کہ حارث نے اس جرم پر اُسے قتل کر دیا۔ یہ چودہ ۱۴ فرد ہیں جو واقعہ کربلا سے پہلے حق پر قربان ہوئیں ان چاردہ تن کو ناصرانِ خدا میں شمار کرو اور جو قربانیاں واقعہ کربلا میں ہوئیں اُن کو اس تعداد میں شامل کرو اس کے بعد پہلی قربانی جو درج ہوگی اُس پر نمبر ۱۵ ہونا چاہئیں یہ نمبر تمام شہداء کی ۲۹۹ ہے مختصر حالات ہی کو فہرست سمجھو۔

اصحاب وانصار کے کارنامے
ذبحِ عظیم کی تشکیل

باوفا اصحاب کی مقدس سیرت پر برسہا برس غور کرنے کے بعد اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ سلسلہ وار اُن کے حالات سپرد قلم کرنا اس دعوی پر کہ یہی ترتیب ہے قربانیوں کی ناممکن ہے بڑی حد تک اس کا لحاظ ہوگا اس لئے کہ بیشتر ہستیاں وہ ہیں جن کی شہادت یقینی مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ظہر سے پہلے یا بعد ظہر کب شہید ہوئے۔ اس لئے تقدیم و تاخیر رجحان کی تحت میں ہوگی اور یہ جرأت اس خادم حسینی شاید برمحل ہو کہ اُس نے زندگانی حضرت مسلم بن عقیل میں اُن جملہ نفوس کو شمار کیا ہے جو ایلچی امام اور سفیر حسینؑ کی محبت یا اُن کے قیام کوفہ کو کامیاب بنانے میں کام آئے فہرست میں ۱۰۳ نام آپ نے پڑھے جو کتاب مذکور دو اڈیشنوں میں متعارف کرنے کا فخر حاصل کیا ان محترم قربانیوں کے بعد جو جان گئی ہے وہ تعداد و شمار میں شامل کر کے اس سلسلہ کو دیکھئے جائیے کہ سرکار سید الشہدا روحی فداہ کا نام نامی کس عدد کو مفتخر کرتا ہے لہذا پہلے کے نشر کردہ کتب کو سامنے رکھئے اور یہ مسلسل بحث ہی نہ کیجیئے کہ یکجا کیوں نہ ہوئے اثر آتی ہستہ تو جس کا قرآنی نام میں نے بیش کیا وہ نہ کوئی اکیڈیمی بنا سکی ہے نہ کوئی مجلس علمیہ ہے۔ انفرادی صدا اس سے زیادہ نہیں کر سکتی۔

(۱۵) ادہم بن اُمیہ عبدی بصری

ادہم عربی میں مشکی گھوڑے کو کہتے ہیں بصرہ وطن اور دوستدار اہلبیت گھرانہ کے سپوت تھے اُمیہ کی لفظ بتاتی ہے کہ گرد و پیش میں اُن کے والد کا یہ نام قرار پا گیا جب کہ اہلِ بیت رسول کے نام پر نام

رکھنا جرم اور اغیار کے ناموں پر نام رکھنا انعام دلواتا تھا مضافات مکہ کی منزل ابطح سے ساتھ ہوئے تھے اور روز عاشور دوسرے[1] حملہ میں جو اصحاب بیک وقت کام آئے اُن میں شہید ہوئے۔ اصحاب حسین کی فن حرب سے یہ اعلیٰ واقفیت تھی کہ سپاہ قلیل کو اس طرح مرتب کیا کہ منتخب روزگار جوانان بنی ہاشم اپنے حربی کمالات کا مظاہرہ کر سکیں اور ابتدائی یلغار میں دشمن کی زد سے محفوظ رہیں۔

(۱۶) امیہ بن سعد بن زید طائی

علم افروز اور ایمان پرور قبیلہ طے کی سن رسیدہ فرد تھے جنگ صفین میں اُن کے دست و بازو دشمن کے آزمائے ہوئے پُر تدبیر انسان تھے کربلا پہنچنے پر کوفہ سے روانہ ہو کر رفاقت اختیار کی اور دوسرے حملہ میں شہید ہوئے اگر انفرادی جنگ کا موقع ملتا تو قوم دیکھتی کہ وہ کس طرح لڑتے مگر سینہ سپر ہو کر امام کو بچانا اُن کا مستقل کارنامہ تھا۔ دشمن کو اپنی صف توڑ کر آگے بڑھنے نہ دیا خود کام آگئے۔

(۱۷) جابر بن حجاج تیمی

جابر اسماء الٰہی میں سے ہے (جبر کرنے والا) جس کے ۲۰۶ عدد ہوتے ہیں۔ حضرت رسولؐ کے معزز صحابی اور امام حسینؑ کے زائر اول کا نام ہے۔ عرب میں دو گھرانے تیمی کہے جاتے ہیں تیم بن مرہ اور تیم ابن غالب میں قبر بنو مالک بن نصر وہ آزاد کردہ غلام تھے کوفہ میں حضرت مسلمؑ کی ہمدردی کرتے رہے اُن سے زمانہ کے پھر جانے پر بڑی حکمت عملی سے جبکہ ابن زیاد نے راستے بند کر دیے تھے خود فوج شام میں بھرتی ہو کر کربلا پہنچ گئے اور موقع پا کر سپاہ دشمن سے نکل آئے حُر بن یزید ریاحی کا نکل آنا

---

[1] اس حملہ کو شہید انسانیت میں پہلا حملہ قرار دیا ہے وہ حملہ اول میں کوئی نقصان سپاہ قلیل کا تسلیم نہیں کرتے حالانکہ آپ سُن چکے پہلی یلغار سے کیا ہوا۔

تو زبان زد خلائق تھا۔ ان بہادروں کی وہ شہرت حاصل نہیں ہوئی جس کے وہ مستحق تھے۔ جابر نامی صیادِ قلیل ہیں گئی ہیں جن میں ولدیت سے امتیاز پیدا ہوتا ہے۔

(۱۸) جبلہ بن علی شیبانی

قبیلہ بکر کے شخص تھے یہ گروہ امہات قبائل میں شمار ہوتا ہے جنگ صفین میں دشمن سے لڑ چکے تھے ہمدردی تو ارث میں تھی دوسرے حملہ میں کام آئے زیارتِ شہداء میں اُن پر سلام موجود ہے۔

(۱۹) جنادہ بن کعب خزرجی

یمن کے قبیلہ اوس سے وطنی سلسلہ تھا۔ تمیم خزرجی اس قبیلہ کے وہ مشہور انسان تھے جن کو خلفاء باطل کے عہد میں جن اُٹھا لے گیا تھا۔ حکومتِ وقت نے بی بی کو دوسری شادی کی اجازت دی شبِ زفاف یہ اپنے گھر میں اچانک وارد ہو گئے جنابِ امیرؑ کا اس قضیہ میں اچھا فیصلہ مثنوی گلدستۂ نور میں جنتِ غفران مآب نے اس حکایت کو نظم کیا ہے جنادہ مکہ سے ساتھ تھے دوسرے حملہ میں شہید ہوئے زیارت میں ان کا نام اور امام کا سلام پایا جاتا ہے۔

(۲۰) جوین بن مالک

عرب میں جوّن اور جوین نام برابر سے پائے جاتے ہیں سوانح جون میں لفظ کے جو معنے عرض کیں اُن کے علاوہ جون اُس کو بھی کہتے ہیں جو قطا کے نام سے مشہور اور حدیثوں میں اُس کا استعمال ہے فخر الدین بن طریح محقق اعظم نے نعت میں لکھا ہے کہ عزاداران امام حسینؑ میں کلبیہ خاتون کو یہ پرندہ بنا کر بھیج گیا تاکہ عزاداری اور سوگواری میں مددگار ہو۔ جوین روشن دماغ انسان اور صلح کی گفتگو قطع ہونے پر اُدھر سے ادھر آگئے اور حملہ دوم میں شہید ہوئے زیارت میں اُن پر

(۲۱) حبشہ بن قیس نہمی

صحابیِ پیغمبر کی نسل سے راویِ حدیث علم دوست بزرگ تھے حملہ دوم میں کام آئے۔

(۲۲) حجاج بن زید

اس نام کے دو مجاہد فوجِ امام میں گذرے ہیں پہلے حرف ح کو زبر ہے جس کے معنے بہت محبت کرنے والا ہے۔ اور لفظ کو بالکسر پڑھو تو معنے ہوں گے ایک دوسرے پر حجت لانا اور بالضم پڑھو تو معنے ہوں گے حج کرنے والے لوگ بصرہ کے رہنے والے اور وہاں کے اہلِ ایمان نے آپ کو نامہ بر بنا کر نصرت کے وعدہ پر اطلاع دی گر وہ جیش کی سختیاں دیکھ کر ساتھ نہیں چھوڑا اور مرقومہ بالا حملہ میں کام آگئے۔ زیارت شہداء میں اُن پر سلام ہے۔

(۲۳) حلاس بن عمر ازدی

حلس مرکب پر بیٹھنے کی جگہ کو جو مثل کاٹھی کے ہو کہتے ہیں اور مرد بہادر کے معنے بھی ہیں۔ خلافت حضرت امیرؑ میں عسکری نظام کے تحت فوج شام میں بھرتی ہو کر آئے اور محبت دیرینہ نے بیقرار کر کے جس گھرانہ کا نمک کھایا تھا پہنچے اور اسی حملہ میں شہید ہوئے۔

(۲۴) حنظلہ بن عمر

حنظل اندرائن کے پھل کو کہتے ہیں جو اپنی کڑواہٹ (تلخی) میں مشہور ہے اور حیوۃ الحیوان میں شوبری لکھتا ہے کہ اس کی بیل مثل کدو کے زمین پر پھیلتی ہے۔ عرب میں یہ نام کثرت سے پائے جاتے ہیں اور واقعہ کربلا میں دو خوش نصیب اس نام کے موجود تھے آپ بھی زیر بحث حملہ میں شہید ہوئے۔ زیارت میں سلام موجود ہے۔

(۲۵) حارث بن امراء القیس

حارث کے معنی زراعت کرنے اور شیر درندہ کے ہیں حضرت امیرالمومنین کے صحابی حارث ہمدانی جن سے تخاطب آپ کا وہ شعر ہے کہ مرنے والا مجھے دیکھے بغیر زندگی کے آخری لمحہ ختم نہ کرے گا مصرعہ اولیٰ میں آپ نے شعری اختیارات سے حرف ث کو حذف کر دیا ہے اور وہ "یا حار ھمدان" باقی رہ گیا ہے امکان ہے کہ کوفہ کے ظالم حارث کے ہاتھ سے آپ کے بھتیجہ کے دو یتیم بچے جو قتل ہوئے اُس کے تصور میں یہ رویہ اختیار کیا اس نام کے دو مجاہد کربلا میں حملۂ دوم کے مقتول ہیں اور یہ اپنے رفیق کے ساتھ ظلمت شام سے نکل آئے۔

(۲۶) حارث بن نبہان

بیدار مغز باپ کے بیٹے اور خاندانی غلامی کا فخر حاصل تھا تین اماموں کے صحابی تھے راہ کے تمام صعوبات سفر میں شریک تھے حملہ دوم میں شہید ہوئے۔

(۲۷) حباب بن حارث

پانی کے بلبلہ کو حباب عربی میں بھی کہتے ہیں اور دنیا کے ناپائیدار ہونے سے اُس کی اُم الحباب کنیت اس وجہ سے کہ اس نام کے دو شخص امام میں تھے جو حملۂ دوم میں شہید ہوئے۔

(۲۸) حباب بن عامر تیمی

شیعیان علی میں نمودار انسان شہادت مسلم کے بعد اہل کوفہ کی بیعت شکنی میں زمانہ شناسی سے قبیلہ میں اپنے روپوش ہوئے اور کسی صورت سے خدمت امام میں پہنچکر حملہ دوم میں شہید کے سعادت ابدی حاصل کی۔

(۲۹) زاہر بن عمر اسلمی کندی

صحابی رسول تھے حضرت امیرؑ کی رفاقت کا مزید شرف حاصل تھا۔
شہداء کربلا میں وہ نفوس اقل قلیل ہیں جن کی اولاد و نسل باقی رہنے کا بھی ذکر ملتا ہے
یہ انہیں میں سے تھے جو حملہ دویم میں شہید ہوئے اور نسل آٹھویں امام تک باقی تھی۔

(۳۰) زہیر بن مشیر خشعمی و (۳۱) زہیر بن سلیم بن عمر ازدی

ہر دو صاحبان کا حال سوانح زہیر بن قین میں سپرد قلم ہوا جو بحمد اللہ
تیسرے ایڈیشن زیور طبع سے آراستہ ہوئے زیارت میں اُن پر سلام ہے۔

(۳۲) سالم عامر بن مسلم عبدی کے غلام

بصرہ سے آنے والوں میں غلام کی ہمت قابل داد ہے جس نے حملہ دویم میں
جان فدا کی۔ زیارت میں سلام موجود ہے۔

(۳۳) سلیم امام حسنؑ کا غلام

بہادر جوان تھا جس کی رگ و پے میں شجاعت کا خون دوڑتا اور اپنے
مالک کی صلح پسندی امن نوازی کا پابند ہو کر غصہ کو روکتا رہا یہاں تک کہ حسینؑ
دور میں آرزو پوری ہوئی اور نصرت کر کے شہید ہوا۔

(۳۴) سوار بن ابی عمیر نہمی

بزرگ ان کے مرکز ایمان ہمدان کے باشندہ احادیث روایت
کرنے کا شرف حاصل تھا روز عاشور کے پہلے کسی طرح اپنے کو امام تک
پہنچایا حملہ میں دشمن کے زیادہ سے زیادہ زخم کھائے نصرت امام کے

ساتھ اسیری کا بھی مرتبہ پایا روح نہیں نکلی تھی کہ عمر بن سعد کے روبرو پیش ہوئے قبیلہ کے لوگوں نے قتل ہونے سے بچایا اور وہ پہلے شخص ہیں جو ۶ مہینہ کے بعد فوت ہوئے۔ قبر کا بھی پتہ نہیں گنج شہدا میں مدفون ہونا ثابت نہیں۔

(۳۵) سیف بن مالک عبدی

ملٹری کی اصطلاح سیف لانبی تلوار کو کہتے ہیں جس میں بانی صورت نہ ہو۔ مگر عرب میں تلوار کے لاتعداد ناموں میں یہی مشترک نام ہے اور ذوالفقار کے لئے بھی بزبان مالک لفظ استعمال ہوئی اس نام کے دو مجاہد فوج امام میں تھے بصرہ سے چل کر ابطح میں ملحق ہوئے اور حملہ میں شہید ہوئے۔ زیارت میں سلام کے ساتھ اُن کا ذکر ہے۔

(۳۶) شبیب بن عبداللہ

اس نام و ولدیت کی دو ہستیاں ہیں جنھوں نے اپنی قربانی پیش کی۔ شاب جوان کو کہتے ہیں بشیخ و شاب بوڑھے جوان کے لئے برابر سے مستعمل ہے۔ یہ وہ جوان تھے جو صحابی رسول اور تاویل قرآن کی ہر جنگ میں شریک تھے اگر ماحول انفرادی جنگ کا موقع دیتا تو کیا کچھ نہ کرتے دوسرے حملہ کی یلغار میں شہید ہوئے۔

(۳۷) شبیب بن عبداللہ نہشلی

ان کو یہ فخر حاصل تھا کہ رسول اللہ کے صحابیوں کو دیکھا تھا اور تابعی ہونے کی عزت پائی۔ نہشلی ان کو کیوں کہتے تھے جو جو لغات سے اس کی صرف اس قدر رہنمائی ہوتی ہے کہ نہشل ایک مرد کا نام تھا اور لفظ کو سیبویہ کوئی منصرف قرار دیتا ہے دوستدارانِ اہلبیت کی قدیم فرد اور مدینہ سے سفر کرتے وقت سے ساتھ تھے دشمن کے مرقومہ بالا حملہ میں شہید ہوئے۔

(۳۸) ضرغامہ بن مالک

ضرغام شیر کے ناموں میں ایک مشہور نام ہے۔ تغلبی اُن کی وہ نسبت ہے جو لغت میں معنوی لحاظ سے غلبہ کرنا۔ غالب ہوجانا زبردستی کرکے کسی کا مال لے لینا ظاہر کرتی ہے دشمن پر غالب ہوجانا اور فتحمندی مستحسن فعل ہے اس کو بہادری کہتے ہیں یہ بھی فوج کوفہ میں بھرتی ہو کر کربلا پہنچے ورنہ راستہ بند اور نصرت ممکن نہ تھی۔ دوسرے حملہ میں شہادت پائی۔ زیارت میں اُن پر سلام ہے میر انیس کہتے ہیں۔

ضرغامہ و وہب و انس و مالک دیندار | حجاج و زہیر و اسدی عامر و عمار
عمران و شبیب عمرو شوذب و ابرار قربان حسین بن علی ہوگئے ایک بار جس سمت یہ جانباز تھے خالی نہ وہ پرا تھا اور دور تلک دشت ستم خون سے بھرا تھا۔

(۳۹) عامر بن مسلم عبدی

عامر آباد کرنے والے کو کہتے ہیں اور بنی عامر عرب کا قبیلہ بھی ہے۔ عامر بصرہ کے آنے والے اور مقام ابطح سے سپاہ قلیل میں شامل ہوئے تھے نو وارد تھے۔ یزیدیت کی خفیہ ریشہ دوانیوں پر خوب واقف تھے دشمن کے حملہ میں شہید ہوئے۔

(۴۰) عباد بن مہاجر جہنی

عرب میں جہنیہ قبیلہ مشہور ہے جس کی طرف وہاں کے لوگ منسوب ہیں اور کچھ بعید نہیں اگر یہ بزرگ اُس نسل سے ہوں جو پیغمبر خدا کا رازدار صحابی جہنی نام گذرا ہے جس کو اخفا رشب قدر کی بحث میں آس کے معروضہ پر کہ میں ۳ دفعہ اپنے مویشی لے کر سفر نہیں کر سکتا ایک رات

مقرر کیجئے اُس دن احیاء شب قدر کے لئے آیا کروں سرکار دو عالم نے تئیسویں شب مقرر کی اعمال صیام کی کتابیں دیکھو لیلۃ الجہنی اس رات کو اہل علم کی اصطلاح میں کہتے ہیں۔ عباد بن مہاجر دیرینہ خادم تھے ساتھ رہے اور دشمن کے حملہ میں شہید ہوئے۔

(۴۱ تا ۴۴) عبدالرحمٰن بن عبد ربہ

اس نام کے چار شخص شہدائے کربلا میں پائے جاتے ہیں۔ آپ پہلے شخص ہیں جو صحابی رسول قاری قرآن ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ سوانح بریر بن خضیر میں اُن کا نام آچکا ہے اُن کی نسل میں عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید بن عبداللہ ہے کتب اہل سنت میں بحث اذان کے محل پر احادیث وارد ہوئی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مسعود تیمی۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدر ارحبی بھی اس حملہ میں شہید ہوئے۔

(۴۵) عبداللہ بن بشر خثعمی

بڑے بہادر گھرانے کے تھے خثعم کے معنی عربی لغت میں خیر کے ہیں وہ کوفہ تعارف کے محتاج نہ تھے اور مشاہیر کوفہ میں۔

(۴۶ و ۴۷) عبداللہ و عبیداللہ بن یزید بن ثبیط قیسی

دس بھائیوں میں دو سگے بھائی وہ تھے جو باپ کے نصرت امام پر آمادہ کرنے میں لبیک کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے باپ کا نام یزید تھا اور دادا ثبیط قیسی کے نام سے مشہور تھے قیس تو قبیلہ ہے اور ثبیط کے معنے کمزور ضعیف کے ہیں یا جو عمل میں کسل کرتا ہو چنانچہ بلند ہمت باپ کی تحریک پر اُن کے ساتھ بصرہ سے چلے اور دونوں بہادر دوسرے حملے میں شہید ہوئے باپ کا حال آگے آئے گا۔ زیارت میں ہر دو مجاہدین پر سلام ہے۔

۱؎ حاشیہ سنن ابی داؤد طبع کراچی ص ۷۵ و ۶۹

(۴۸) عقبہ بن صلت جہنی

عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں یعنے وہ راہ جس سے گذرنا دشوار ہو یہ نام عرب میں کثرت سے پایا جاتا ہے باپ ان کے کشادہ پیشانی تھے علم قیافہ کے ماہر جس کا ماتھا چوڑا ہو اس کو خوش نصیب سمجھتے ہیں اُن کے تابندہ بخت ہونے کا یہی ثبوت ہے کہ حملہ ثانیہ میں شہید ہوئے۔

(۴۹) عمار بن ابی سلامہ

صحابی رسول اور عہد حضرت امیرؑ کی تینوں لڑائیوں میں شریک تھے صفین و جمل و نہروان میں دست و بازو آزمائے ہوئے اور قدرت نے حسینؑ مظلوم کی سپاہ قلیل میں جان دینے کے لئے روک رکھا حملہ دویم میں قربان ہوئے۔

(۵۰) عمر بن ضبیعہ بن قیس

بہادران عرب میں نمودار شخص اپنی عقل و فہم سے کام لے کر دشمن کی فوج میں بھرتی ہوئے اور امن و امان سے دلی مُراد تک پہنچ کر فوجِ خدا میں شامل ہوئے یزیدیت کو شکست حسینیت کے فروغ میں پہلے حملہ میں قربان ہوئے زیارت میں اُن پر سلام ہے۔

(۵۱) قارب غلام زادہ جناب رباب

معتمد ترین انسان جس کی گود میں کھیل کر سکینہؑ و اصغرؑ کی پرورش کا امکان تھا۔ قارب اسم فاعل کا صیغہ اور اس کے معنی پانی طلب کرنے والا ہے گویا ماں باپ نے یہ نام آج ہی کے دن کے لئے رکھا تھا۔ مگر

افسوس یہ پروردہ بارگاہِ حسینی بھی دشمن کے حملے میں جاں بحق ہوا اور
ماں اس ہدیہ کے قبول ہونے پر جس قدر بھی ناز نہ کرے وہ کم ہے۔
زیارت میں اُن پر سلام موجود ہے۔

(۵۲) قاسط بن زہیر بنِ حارث

قاسط کے معنے عدل کرنے والے کے ہیں قائماً بالقسط قرآن حکیم میں
اسی معنی میں آیا ہے۔ اصحاب امیرؑ میں یہ تین بھائی شمار کئے جاتے تھے کوفہ سے
کسی نہ کسی طرح کربلا پہونچے وہ معزز بزرگوں کے مال کا انتظار کرکے اسی یلغار
میں دم توڑا۔

(۵۳) قاسم بنِ حبیب بنِ ابی بشر ازدی

غازیان فوج خدا میں اس نام کے ۳ شہید گذرے ایک غیر اور دو بنی ہاشم
میں اپنی ذہنیت اور جذبہ نصرت میں ہر سہ مساوی۔ قاسم بنِ حبیب
بھی کوفہ کے شیعہ اور ناکہ بندی میں کربلا پہونچنے والے دوربین اور دوراندیش
پہلے حملہ میں کام آئے اور فردوس بریں پہونچنے میں سابق۔

(۵۴) کردوس بن زہیر بن حارث

قاسط کے صلبی بھائی تھے جن کا حال آپ نے پڑھا حضرت علیؑ ایسے
شیر ذوالجلال کے روبرو مختلف غزوات میں داد شجاعت لے چکے اور دوسرے
حملہ میں اپنے خالق سے جا ملے وہ دوہرے بدن کے موٹے تازہ جسیم تنومند دلیر
تھے۔ اسی لحاظ سے اُن کا یہ نام رکھا گیا تاریخ عرب میں شاید ہی کوئی دوسرا
اس نام کا گذرا ہو (دیکھو معجم الطالب جرس بہام شویری ص۳۰۵) سیاست حسینیہ
دیکھو وہ آداب حرب کے لحاظ سے کربلا میں دشمن کا مقابلہ نہیں کر رہے ہیں۔

اُمّت پروری آن کا لائحہ عمل ہے اس تنومند کوہ پیکر کو محفوظ رکھنا ارزق شامی کے لئے۔ مگر ایسا نہیں کیا اُس گرگ باراں دیدہ کے سامنے نابالغ کو تجویز کر کے اپنا کمال دکھایا اور کردوس کو قبل از وقت کٹوا دیا۔ اور جہاد نفس کا ثواب بھی دلوایا۔ ثابت ہوا کہ سب سے تنومند انسان سپاہ قلیل میں ہے اور یزید اس کو زندہ رہنے نہیں دیتا۔

یہ گفتگو اس لئے ہے کہ حکومت شام کو فخر تھا کہ ہمارے پاس جتنا لانبا آدمی ہے عراق میں نہیں۔ ہمارے پاس جتنا طاقتور ہے علیؑ کے یہاں نہیں۔ اس محترم مجاہد پر زیارت میں سلام موجود ہے اور ان کو کرش کی لفظ سے یاد کیا ہے جس کے معنے لغات کشوری میں ہیں جگالی کرنے والے چوپاؤں کا شکنبہ جیسے آدمی کا معدہ اور علم حدیث کی لغت میں گروہ مردم کو کرش کہتے ہیں چنانچہ ارشاد نبوی ہے الانصار کرشی انصار۔ میرے ساتھ بہشت میں ہوں گے وہ مجھ سے ہیں۔ کردوس ان تمام مراتب پر فائز اور انصار میں نمایاں نام رہے۔

(۵۵) کنانہ بن عتیق تغلبی

لفظی معنے چرمی ترکش کے ہیں جس میں کماندار تیر ذخیرہ کرے صفت شجاعت کے ساتھ عبادت اور زہد و ورع میں بھی ممتاز انسان اور کوفہ کے نمودار شخص تھے۔ کئی پشت تک اُن کے دادا پر دادا کے نام رجال میں پائے جاتے ہیں۔ حافظ قرآن تھے اور بڑی دلچسپی سے ناصرانِ خدا میں فرائض انجام دیے کی دشمن کے تباہ کن حملہ میں شہید ہوئے مگر صفِ اعدا کو بڑھنے نہ دیا۔ زیارت میں ان پر سلام ہے۔

(۵۶) مجمع بن زیاد بن عمر

اس خوش نصیب کو آتی ہوئی صفِ دشمن کے روکنے میں لڑنے کا کچھ موقع ہاتھ آیا گھوڑا پہلے کام آچکا تھا چند بدبختوں کو قتل کر کے اللہ کو پیارے ہوئے۔

(۵۸) مسعود بن حجاج

کوفہ کے نامور شخص اپنے بیٹے عبدالرحمن کو ساتھ لے کر فوج یزید میں شامل ہوئے ساتویں محرم کو اکثریت سے منہ موڑا اور بارگاہ امام میں آ گئے دونوں نے پہنچکر تشنگی میں ساتھ دیا اور حملہ میں شہید ہوئے۔ قدر شناس امام عصر نے باپ بیٹے دونوں پر سلام کیا ہے۔

(۵۹) مسلم بن کثیر صدفی ازدی

ایک پاؤں سے معذور تھے قرآن حکیم نے ولا علی الاعرج حرج سے تکلیف سے آزاد کیا ہے۔ مگر جنگ جمل میں جس تیر نے پنڈلی کو بیکار کیا تھا اس کے بعد بھی نصرت دین کا جذبہ فنا نہیں ہوا لنگڑاتے ہوئے آئے اور حملہ مذکور میں اپنی مراد کو پہنچے۔ شہید ہوئے۔

(۶۰) مقسط بن زہیر بن حارث

ان کے دو بھائیوں (قاسط و کردوس) کی شہادت آپ کے علم میں آ چکی تیسرا بھائی بھی شریک نصرت تھا۔ صحابی حضرت علی ہونے سے سب متحد الخیال اور جان عزیز کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ مذہب کی راہ میں بصد خوشی کام آئے اور شاید دین کے تحفظ میں یہ مقدس نسل قطع ہوگئی تینوں بھائی شہید۔

(۶۱و۶۲) منیع بن زیاد اور نصر بن ابی نیزر

زیر بحث حملہ کے شہداء میں منیع بن زیاد اور نصر بن ابی نیزر دو مجاہد ہیں موخر الذکر عجمی ملکی ناصر خاندان شاہی کا رکن اور صحابی زادہ حضرت امیر کے اخص احباب میں تھے۔ مدینہ سے رفاقت کا شرف حاصل تھا الذکر نے دیرینہ غلامی کا ثمر دیا۔

(۶۳) نعمان بن عمر

صحابی حضرت امیرؑ اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ صفین کی جنگ میں ان کے حربی خدمات کسی مسلمان پر چھپے ہوئے نہیں ہیں اپنے بھائی خلاص بن عمر کے ساتھ منزل سے پہلے ہے صلح کی ناامیدی پر ملحق ہوئے اور شہادت کا درجہ پایا۔

(۶۴) نعیم بن عجلان

نعیم قرآنی لفظ ہے۔ ان کا گھرانہ حضرت امیرؑ کی عقیدت کیش حلقہ میں ممتاز سمجھا جاتا تھا کوفہ وطن اور امام مظلوم کے کربلا پہنچنے کی خبر پہ وہاں سے نکل کر کربلا پہنچے۔ اور حملہ دوم میں شہادت کا شرف پایا۔ یہ وہ انصار تھے جو دشمن کے دوسرے حملہ میں کام آئے اور فوج نے سمجھ لیا کہ انصار حسینؑ بنیانِ مرصوص سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اس لئے کیوں نہ انفرادی جنگ کا موقع دیا جائے اور مٹھی بھر رفقا ختم ہو کر رہیں گے جو شہید ہوگا۔ نمایاں کمی ہو کر باقی رہنے سہے ختم ہو سکتے ہیں اس روِیہ میں ہم کو نقصانِ جان سے بچنا ہے اور خبر بھی کریے بقیۃ السلف گردہ مستہر لوکر کے رہے گا۔

حرب و ضرب میں انفرادی کارنامہ

مجاہدینِ راہ خدا کی خونچکاں داستان

معتبرین علماء اہل سنت میں مجھے یہ مخصوص رائے ایک عالم کی بہت پسند آئی کہ امام مظلوم کی فوج میں جو ناصر شہید ہوتا اُس کے بعد حسب قرارداد دوسرا میدان کی طرف جاتا بلکہ ہر شہید کے جاں بحق ہونے پر سارے ناصر بیک وقت آمادہ کھڑے ہوتے اور ایک دوسرے پر سبقت کرتا ہوا اپنے خدمات پیش کرتا اور امام فرد شماد کے مطابق جس کو حکم دیتے وہ جاتا اس اسلوب کا پس منظر یہ تھا کہ سرکار حسینیؑ کو

اپنے چاہنے والوں کی موت کا وقت بھی معلوم ہے اور وہ خدا کے ایسے مقرب بندہ ہیں کہ کارخانۂ الوہیت میں اُن کا بڑا رتبہ ہے۔ واقعہ نگاری سے پہلے یہ دل نشین رکھنا ضروری ہے کہ سلسلۂ جنگ میں تقدیم و تاخیر کا مطابق واقعہ ہونا تو بہت مشکل ہے اہلِ قلم اپنے تصورات کی تحت میں خامہ فرسائی کرتے ہیں۔

(اطلاع) پاکستان کے اُس علاقہ میں جو سیستان کہا جاتا ہے سب شیعہ آباد ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اُن کے اسلاف واقعہ کربلا میں شریک تھے۔

(۶۵) بکر بن حی تیمی

عرب کے ناموں میں بکر۔ ابو بکر۔ بکار ہر قرن اور ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔ ہر شے کی ابتدا اور آغاز کو بھی بکر کہتے ہیں۔ دوشیزہ کو بھی بکر کہتے ہیں۔ دشمن کی یلغار میں جو کام آئے اُن کے بعد بکر بن حی کا فوج خدا سے نکلنا معنوی لحاظ سے برمحل ہے۔ میدان جنگ میں آپ نے جہاد کیا شہید ہوئے۔

(۶۶) عبداللہ بن نمیر کلبی

کنیت ابو وہب تھی روایت وہب جو صفِ قتال میں ہے وہ راویوں کی غلط فہمی سے اسی کا ثانوی نقش ہے اور مجھے سید العلماء کی تحریر شہدائے کربلا سے بقول اتفاق ہے جس کو مفصل حال دیکھنا ہو وہ امامیہ مشن کی ۸۸ ویں خدمت دین دیکھئے۔ آپ اُس وقت میدان میں آئے ہیں جب یسار غلام زیاد بن ابیہ فوج عدو سے گھوڑا مہمیز کر کے نکلا اور مبارز طلب کیا۔ یسار نے صورت دیکھتے ہی پوچھا کہ تم کون ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں عبداللہ بن عمیر ہوں۔ یسار نے کہا مجھے میں نہیں پہچانتا سامنے سے ہٹ جاؤ۔ زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر جیسے برابر والوں کو بھیجو عبداللہ نے جواب دیا۔ اے پسرِ زانیہ کیا بکتا ہے اور آگے بڑھ کر تلوار اٹھائی اور پہلے حملہ میں یسار کو گھوڑے سے گرا دیا۔ ایک دوسرے

غلام سالم نے جب یہ دیکھا تو اُس کی مدد کو بڑھا، اصحاب امام نے عبداللہ سے پکار کر کہا دشمن مدد کو آ رہے ہیں عبداللہ تک یہ صدا نہ پہونچی اور سالم نے بائیں ہاتھ پر تلوار لگا کر انگلیاں کاٹ دیں، زخمی ہونے پر عبداللہ نے پوری طاقت سے حملہ کر کے یسار کی گردن کاٹ دی اور داہنے بائیں حملہ کر کے رجز پڑھا۔ جس میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ میں میدان جنگ میں کمزور پڑنے والا نہیں ہوں ان کے رجز کا پہلا مصرعہ۔ ان تنکرونی فانا ابن کلب کا ترجمہ کرتے ہوئے عام عربی داں ہچکچائے کہ یہ تو افتخاریہ کلام نہیں بلکہ قبیح ہے کہ میں کلب کا فرزند ہوں مگر جس کے سامنے علم حیوان اور محاورات عرب ہیں وہ زور دے کر کہے گا کہ ترجمہ یہ ہے۔ میں شیر کا بیٹا ہوں سیرت رسول میں موجود ہے کہ ایک دشمن رسالت نے آپ کا تمسخر کیا اور حضور نے دعائے بد میں فرمایا کہ بارالہا اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کر وہ آگے بڑھا اور شیر درندہ نے اُس کو پارہ پارہ کیا ترجمہ ہمیشہ سیاق عبارت دیکھ کر ہوتا ہے اگر کلب کی لفظ دشنام کے محل پر استعمال ہو تو معنے سگ تجس کے ہیں اور اگر فخریہ نتیجہ بیانی جائے تو شیر سمجھو یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ کلب اصحاب کہف کی حقیقت کیا ہے۔

(۶۷) زوجہ ابو وہب

کئی تاریخوں سے ثابت ہے کہ رفیق زندگی ان کے ساتھ تھیں جو چاہنے والے شوہر کی خونریزی کی خبر پا کر میدان میں آ گئیں۔ بالیں پہ بیٹھ کر چہرے سے گرد و غبار پاک کر رہی تھیں کہ شمر نے اپنے غلام رستم نامی کو اشارہ کیا اور آہنی سر پر گرز گراں مارا اور وہ تڑپ کر جاں بحق ہو گئی۔

اس خاتون کی جگہ شہادت کے بعد گنج شہیدان تو ہو نہیں سکتی کون بتائے کہ کس جگہ سپرد خاک ہے زنان بنی اسد نے دفن کیا۔

———۔ه۔———

(۶۵) فیروز غلام امام حسینؑ

اگرچہ لغت میں فیروز لفظ معرب موجود ہے مگر لفظ کے فارسی ہونے سے شخصیت کا وطن واضح ہوتا ہے کہ وہ عجمی تھے اور واقعہ کربلا میں باعظمت درجہ پر فائز ہوئے۔ آئینہ تصوف کے فاضل مصنف نے اُن کی تاریخ ولادت ۱۹ ذیقعدہ ۳ھ قبل ہجرت قرار دی ہے اور لکھا ہے کہ وہ جمعہ کے دن بعد نماز اشراق (طلوع شمس) بصرہ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ نام عربی نہیں معلوم ہوتا تو امکان ہے کہ عجمی باپ کا بیٹا عراق میں پیدا ہوا اور پدر اُن کے کسی تجارتی ضرورت میں بصرہ میں سکونت پذیر ہوں۔

یہ کتاب میرے کتب خانہ وقف مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں موجود ہے اور جتنا قلم بند کرسکا تھا وہ حاضر کیا جنگ کی نقشہ کشی سے معذور رہوں ۶۳ برس کی عمر کا مرد پیر جس طرح جہاد کرے اُس جنگ کو اصل کتاب میں دیکھو والعذر عند کرام الناس مقبول۔

(۶۹) حر بن یزید ریاحی

دو فرخ سے جو آزاد کیا حر کو خدا نے زانو پہ رکھا سر کو امام دوسرا نے

واقعہ کربلا کا نامور ہیرو انصار امام میں مشہور ترین مجاہد جس کی زندگی پر مستقل کتب لکھنے کا تصور تھا اور جب شہداء کربلا پر مستقل کتابیں لکھنے کا ارادہ سامنے تھا اُس وقت نامہ نگاران الواعظ میں مقدس عالم دین سید نجم الحسن صاحب فیض آبادی مرحوم و مغفور نے قلم اٹھایا اور اکتوبر سے ۱۹۵۲ء کے نمبر میں یہ خادم دین اس فرض سے ادا ہوا۔ زمانہ کی نامساعدت اور شیعہ پریس کے اشتراک عمل سے محروم رہنے میں جماعت کی تشکیل نہ ہوئی اور میرے لئے ناممکن ہے کہ اس مقام پر نقل پیش کروں

عزادارانِ حسینؑ میں حُرؓ کی شخصیت کو بچہ بچہ جانتا ہے اور میں جب اپنی تقریر میں اُن کی یگانۂ روزگار ذات پر بحث کرتے ہوئے اُن کو سب سے چھوٹا شہید کہتا ہوں تو عوام نہیں سمجھتے یہ راز اور یہ نکتہ ایمانی عمر ہوتی ہے اور زندگی وہ مستحقِ ستائش ہے جو عرفانِ مذہب میں گذرے حُرؓ کی یہ زندگی صرف اُن لمحات کو شمار کرنے پر مجبور کرتی ہے جو اُن کے صفِ دشمن سے نکل آنے اور توبہ کی قبولیت سے شروع ہو کر شہادت پر ختم ہوتی ہے لہٰذا وہ سب سے چھوٹے شہید مگر بڑے درجات کو طے کئے ہوئے مسافر ہر دل عزیز ناصر توبہ کی بحث میں اُن کا نام مہمان کے موضوع پر اُن کا اسمِ شریف کوئی نظر نہیں جہاں نہ ممدوح قرار نہ پائے ؎

گلزارِ وفا کا چمن آرا نکلا — ایسا نہ کوئی اور دوبارا نکلا
لشکر سے چلا حُر تو کہا نصرت نے — شب کے بحرِ عقیدہ کا تارا نکلا (دشتی)

ہر نثر میں اُن کا ظلمتِ ظلم سے نورِ ایمان میں آنا۔ زینتِ قرطاس ہے اقوامِ عالم نے اپنی تشکیل میں کیوں اُن کے نام کا سہارا لیا اس کو سندھ کے منظم جماعت حروں سے پوچھو۔ ان مختصر تاثرات کے بعد میں یہ بتا کر قلم روکتا ہوں کہ سرخیلِ صوفیائے کرام کی بزرگ ترین کتاب آئینہ تصوف کے جامع نے اپنی ذمہ داری پر اُن کی پیدائش کا پتہ دیا ہے ضروری نہیں کہ مصنف اُن کی اطلاع سے حرف بحرف متفق ہو وہ لکھتے ہیں۔

حُرؓ بن یزید ریاحی ۱۱ ذی الحجہ پندرہ سال قبلِ ہجرت روز چہارشنبہ وقتِ فجر دمشق میں پیدا ہوئے۔ اس حساب سے روزِ عاشورہ وہ چھتّر برس کے مردِ جہاں دیدہ تجربہ کار مجاہد تھے اور جذبۂ حسینیت اتنے بڑے پیمانہ پر اُن کے سامنے تھا کہ وہ بیٹے اور بھائی اور غلام کو ساتھ لا کر خون میں ڈوبے اور سب کے سب فنا ہوئے نام و نشان باقی نہ رہا۔ پسماندگان میں ماں عمِ فرزند علی اکبر کی کا اجر حاصل کرنے کو چھوڑی تھی۔ مگر واقعات نے اُس کی مشکوک زندگی

قرار دے کر صرف زوجہ کو تعزیت کا اہل کیا ہے جو یہ روایتی گیارھویں شب کو شام غریباں کے آب و طعام پیش کرنے کی گھڑی میں قابل ذکر ہے۔

محب حسین ذوق وہ شے ہے کہ جیسے حُر کو تھا گرچہ اشقیا میں شہیدوں میں مل گیا

(۷۰) علی بن حُرؑ بن یزید ریاحی

سپہر کاشانی کا بیان ہے کہ باپ اور بیٹے دونوں ساتھ لڑے اور میدان نبرد میں پہونچکر فرزند کو حکم دیا کہ دشمن پر حملہ کرے۔ اس جوان نے ایک بھاری حملہ کیا اور فوج شام کو تہ و بالا کر دیا کوفیوں نے پوری طاقت سے گھیر کر شہید کر دیا۔ اس جوان کے ہاتھ سے بقول شرح کافیہ ۲۲ فوجی قتل ہوئے اور ابو مخنف نے مقتولین کی تعداد ستر نفوس بتائی ہے۔ حُرؑ نے بیٹے کی شہادت پر شکر کیا اور کہا حمد ہے اُس خدا کی جس نے (اے فرزند) تجھے شرف شہادت میرے مولا حسینؑ کے روبرو دیا۔ شہادت حُرؑ فرزند کی موت کے بعد ہوئی مرقومہ بالا عرفی بزرگ نے اس جوان کی تاریخ ولادت لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ علی بن حُرؑ ۱۷ ماہ صفر ۳۰ ہجری بروز یکشنبہ وقت تہجد دمشق میں پیدا ہوئے اس حساب سے عمر اُن کی وقت شہادت پچاس سال سے اونچی تھی۔

(۷۱) مصعب

حُرؑ کے بھائی کا نام نامی ہے۔ جب اُس نے بھائی کا رجز سنا تو ہر شعر نے دل ہلا دیا۔ گھوڑا ! جہیز کر کے چلا۔ لوگ سمجھے کہ بھائی سے لڑنے جا رہا ہے مصعب میدان میں آکر بھائی سے صدائے تحسین و آفرین بلند کی اور کہا بھائی تم نے مجھے شاہ راہ ہدایت تک پہونچایا۔ اب میں بھی توبہ کا خواہاں ہوں حُرؑ لے کر خدمت امام میں آگئے۔ میدان جنگ سے واپس ہونا کھیل نہ تھا۔ مگر حالات بتاتے ہیں

لہ سوانح عون بن علی

کہ جو حسینؑ چاہتے تھے وہ ہوتا تھا اور یہی فتح ظاہری و باطنی تھی۔ امام نے توبہ قبول کی، اذنِ جہاد ملا دشمن کے ساتھ مصروفِ جنگ ہوا لڑتے لڑتے شہادت پائی۔

صوفی مصنف نے مصعبؒ کی تاریخ ولادت اس طرح نقل کی ہے۔

مصعبؒ برادرِ حُرؒ ۱۳ رجب ۷ سال قبل ہجرت بروز دوشنبہ وقت عصر دمشق میں پیدا ہوئے بھائی سے کافی چھوٹے اور روز عاشورہ ۶۰ سال کی عمر میں شربتِ شہادت نوش کیا۔ کیا اچھی تاریخ ولادت پائی۔

(۷۴) عروہ بن کبوش

حُرؒ کا زرخرید غلام فوجِ دشمن ہی میں تھا کہ اپنے آقاؤں کو خونی لباس پہنے دیکھا تو سپہر کاشانی کہتے ہیں کہ ـــــــ از ہوش بیگانہ شد و چوں مرد دیوانہ خود را بر سپاہ ابن سعد زد و چند تن از زمین و لبار بکشت، حواس خمسہ رخصت ہوئے اور پاگلوں کی طرح دیو پیکر نے اپنے کو لشکر پر گرایا داہنے اور بائیں سپاہیوں کو قتل کرتا ہوا خدمت امام میں حاضر ہوا عرض کیا یا ابن رسول اللہ مجھے بخش دیجیے اور اجازت دیجیے کہ دین سے کینہ رکھنے والوں کو قتل کروں اور شہادت کی سعادت حاصل کروں۔ امام نے دعائیں دیں اور اس بہادر نے صفوں میں ڈوب کر جنگ کی اور شہید ہوا۔

آئینہ تصوف کے عقیدت کیش مصنف اور شہدائے کربلا کو ولی کامل سمجھنے والے مورخ نے اُن کی بھی تاریخ پیدائش حاصل کی وہ لکھتے ہیں کہ عُروہ بن کبوش حبشی ۱۹ سال قبل ہجرت ۳ شعبان روز جمعہ وقت دوپہر حبش میں پیدا ہوئے۔

خبر نہیں کہ ۸۰ سالہ مرد میدان مرقد حُرؒ کے قریب سپردِ خاک ہے یا گنج شہیدان تحت قبہ اس کی ابدی خوابگاہ ہے۔ کتاب مذکور میں اجمال کی تفسیر دیکھو۔

میسرہ پر دشمن کا سخت ترین حملہ

کربلا کے کیرودار کا پورا نقشہ کھینچنے والا تو تھا نہیں جو کچھ غیروں سے معلوم ہوا اُس کی بناء پر اہلِ قلم کے رجحانات کا لحاظ بھی کرنا پڑتا ہے مگر اُسی وقت جب مصنّف کی رائے سے ٹکراؤ نہ ہو شہیدِ انسانیت کی یہ تحریر برمحل معلوم ہوتی ہے کہ جب ابو وہب عبد اللہ بن عمیر کلبی اُدھر کے خاص اشخاص آدیوں کو قتل کر چکے تو عمر بن حجاج کو بیسار اور سالم کے زندہ نہ رکھنے کا غصہ تھا۔

حسینی فوج کے میسرہ پر حملہ کر دیا جب وہ لوگ قریب پہونچے تو ان بہادروں نے گھٹنے اپنے زمین پر ٹیک دیئے اور نیزہ سیدھے تان لئے دشمن کے گھوڑے نیزوں کی باڑ یاں دیکھ کر اپنی جگہ ٹھہر گئے اور آگے نہ بڑھ سکے جب وہ لوگ واپس ہونے لگے اور رُخ اپنا دوسری طرف پھیر دیا تو تیروں کی بارش کر دی ص ۲۰۳ طبع اوّل۔

رستخیز کا یہ اہم واقعہ ہے کہ ذاکر حسینؑ مرحوم تلمیذ مصنّف کا قول بھی کتاب مذکور میں ہے فاروقی مرحوم کہتے ہیں کہ نیزوں سے اس طرح دشمن کا منہ موڑ دینے کی مثال ایک تو ہم کو سکندر اور پورس کی جنگ میں ملتی ہے جس میں یونانی سپاہیوں نے اپنے برچھیوں سے پورس کے ہاتھیوں کا منھ موڑ دیا تھا اور دوسری مثال یہ تھی جہاں حسینؑ کے ۔۴ جانبازوں نے ہزاروں کے دانت کھٹے کر دیئے"۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اس مختصر سپاہ کے روکار پر امامِ مظلوم کا اُن تجربہ کار مجاہدوں کو مقرر کرنا جو جمل اور صفین میں جہاد کر چکے تھے اسی وجہ سے تھا کہ وہ اپنی تاحیات کے حربی تجربہ سے دشمن کو روکنے میں کامیاب ہوئے نو وارد سپاہی نہ تھے جو بے پناہ یلغاریں جگہ چھوڑتے تو اعدا کو آگے بڑھنے میں آسانی ہوتی سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو کر روکا ۔ اور وہ اس حد پہ مطیع د

تھے کہ اس تعیناتی پر اُن کو کوئی عذر نہ ہوا ورنہ واقعہ کربلا صف آرائی کے موقع پر اختلاف کی نذر ہو جاتا تقسیم عمل میں وہ خاموش تھے اور اس صف پیا تعیناتی کا پھل دیکھا اور روز حشر تک دادِ شجاعت حاصل کی۔

(۷۳) منجح بن سہم

وہ امام حسنؑ اور بقولے امام حسینؑ کے غلام تھے شہداء کربلا کے ابتدائی ناموں میں اُن کا اسم گرامی پایا جاتا ہے اور زیارت ناحیہ میں امام زمانؑ کے سلام سے واضح ہے کہ وہ امام حسینؑ ہی کے زرخرید تھے اُن کے قاتل کا نام حسان بن بکر حنظلی تھا خدا اُس کو رحمت الٰہی سے دور اور شجر زقوم کی تلخی سے دوچار کرے۔

(۷۴) عمرو بن خالد

طرماح بن عدی مشہور صحابی حضرت امیرؑ کی راہنمائی پر عمرو اپنے غلام سعد اور تین دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تیز چل کر سپاہ قلیل میں شامل ہوئے۔ حر ان کی آمد پر باخبر اور چاہتا تھا کہ ان کو ملحق ہونے نہ دے گرفتار کرے امام مظلوم نے اس کو اپنی امان میں دیکھ کر سپرد کرنے سے انکار کیا ہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں اُن کا علم افروز رجز دیکھو امام مظلوم سے اجازت حاصل کی دشمنوں کو قتل کیا زیارت میں آپ پر سلام ہے۔ ان کے حالات میں یہ بھی صراحت ہے کہ اپنے رفقا کے ساتھ جنگ کی اور دشمن پر ساتھیوں کو لے کر ٹوٹ پڑے۔ ظلم مظلوم تر ہونے سے ایک شمار کیا ہے۔

(۷۵) سعد غلام عمرو بن خالد

مستقل مزاج اور وفادار غلام جس کے ثبات نفس نے عبدیت کو ایسا بلند کیا کہ شہداء کربلا میں نام نامی شامل اور ہمارے درود و سلام کا مرکز بنے۔

(۷۷) مجمع بن عبداللہ

صحابی زادہ اور خود حضرت امیرؑ کے رفقا میں تھے جنگ صفین کی جنگ عظیم میں زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ خدمت سامی میں حاضر ہوگئے یزید کے مال و زر کی بارش نام نہاد مسلمانوں پر بیان کرتے ہوئے گردوپیش کی تصویر کھینچی اور اپنے ساتھیوں کے گروپ میں گھمسان کی لڑائی میں جان دی امام زماں نے بزرگوں کے خدمت گذار ناصر کو یاد کر کے اس پر سلام کیا اور خیر ثانی عزت بخشی صد افسوس کہ عائذ بن مجمع ان کا بیٹا بھی خونیں لباس پہن کر جنگ میں عروس مرگ سے ہم آغوش ہوا۔

(۷۸) جابر بن عروہ صحابی رسولؐ

جابر اسمار الٰہی میں ہے دعا کا فقرہ یاجابر العظم الکسیر۔ اے ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے والے اُن کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جنگ بدر سے شرکت کی پہلی عزت حاصل کی اور واقعہ کربلا میں شریک ہوئے۔ شیخ کبیر اُن کے تعارف میں ہے ابرو کبیر السنی سے لٹک کر آنکھوں پر آگئے تھے جیسے ماتھے پر پٹی باندھ کر روکا تھا میدان پہونچکر ۲۰ کم سو دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ اُن کے ہر حملہ پر امام کہتے تھے شکر اللہ سعیک اے بڈھے خدا تیری کوشش کو قبول کرے۔ اُن کے رجز کا یہ شعر دشمن کو بھی یاد ہے ؎

یاقوم جاھوا عن بنی الاطھا صلی علیھم خالق الابرار

اے قوم پاکیزہ بنی کی مدد کرو یہ وہ ہستیاں ہیں جن پر نیک بختوں کے خدا نے درود و سلام بھیجا۔ حق نصرت یہ ہے کہ خود بھی مدد کی

اور دوسروں کو مدد کے لئے آمادہ کیا۔ یہ ہے آیہ کریمہ تعاونوا علی البر والتقویٰ کی تفسیر نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو۔

(۷۹) جنادہ بن حارث سلمانی

اس دلیر کا نام کتابت کے اغلاط میں کہیں جبّار اور حیان اور جابر بھی لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ محققین نے جنادہ پر زور دیا ہے اور زیارت میں حیان پایا جاتا ہے ولدیت اور نسبت نے تشخیص میں مدد دی کاش میری صفحات میں وسعت ہوتی اور رجز نقل کرتا طول بہت ہو چکا ہے۔ حارث، حاکث، راکث سے قوافی میں لفظوں نے پکار کر کہا کہ میں دشمن کے سامنے کمزور ہونے والا نہیں ہوں زیارت کے فقرات نے ان الفاظ کو اپنایا ہے کہ وہ نہ کمزور پڑے نہ شکست ہوئے ۱۶ نامردوں کو قتل کیا اور اپنے رفقاءؓ کے ساتھ اللہ کو پیارے ہوئے۔

(۸۰) جندب بن حجیر کندی

کوفہ کے رہنے والے بہت پہلے سے معیت کا شرف حاصل کیا آخر تک خدمت میں حاضر رہے اور شہید ہوئے۔ زیارت میں اُن کا تذکرہ اور امام کا سلام اُن کے خولانی انتساب کے ساتھ موجود ہے حدائق وردیہ نے اُن کے فرزند حجیر بن جندب کی شہادت بھی تسلیم کی ہے جس سے فاضل سماوی نے انکار کیا ہے۔ لیکن میں حسینیت کی منزل پر انکار کی جرأت نہیں کرتا مگر اُس وقت جب ثبوت نہ پائے جائیں۔ عرب میں برابر پوتے کا نام دادا کا ہوا کرتا تھا اگر یہ ناصر دین بیٹے کو بھی ساتھ لا کر شہید ہوا اور گھر بے چراغ کر دیا تو میرا انکار کس حد تک مقدس روح پر بار ہوگا لہٰذا میں متوقف اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔

(۸۱) مسلم بن عوسجہ و (۸۲) یتیم مسلم) میر انیس سے

میدان میں مسلم بن عوسجہ آیا   تلوار جو کھینچی تو ہزاروں کو بھگایا

(۸۳) حبیب بن مظاہر اسدی (۸۴) بریر بن خضیر ہمدانی

اُس خدا کی حمد ہے جس نے آج سے پہلے اُن معزز شہیدوں پر مکمل اور مستقل سوانح حیات نشر کرنے کی عزت دی

(اطلاع) مسلم بن عوسجہ کے یتیم سے انکار کرنے والے اہل علم نے عمرو بن جنادہ بن کعب کا نفس محل پسند کیا ہے جو اپنے باپ کے بعد میدان میں آئے۔ ہم یتیم مسلم کی قربانی کو جو شہرت حاصل ہے اُس کو دیکھتے ہوئے سوانح مسلم بن عوسجہ میں قوت دے چکے ہیں اور اپنے جادہ پر باقی ہیں۔

زوالِ آفتاب واقعہ کربلا میں دن ڈھل جانا بڑا ہی دلدوز اور جگر خراش وقت ہے حد اعلےٰ سلطان العلماء روز عاشورہ کے موعظہ میں حتی انتصف النہار یہاں تک کہ دن ڈھلے کہہ کر ضبط گریہ نہیں کر سکتے تھے

(۸۵) ابو ثمامہ صیداوی

ثمامہ نباتات کے پودہ میں جو شگوفہ نکلے اُس کو کہتے ہیں ابو ثمامہ اپنے رنگ کی پہلی کنیت ہے جو نام پر غالب آئے۔ اصحاب حضرت امیرالمومنینؑ میں بڑے بہادر فنونِ حرب سے آگاہ مالیات میں حضرت مسلم کے معتمد عبادت الٰہی کا جذبہ اس پیمانہ پر کہ نماز کے اوّل وقت کو پہچان لیا اور امام وقت کی طرف سے اُن کے احساسات کی تصدیق ہوئی فوج یزید کو اگر اسلام سے کوئی دور کا بھی لگاؤ ہوتا تو نماز کا وقت آنے پر صدائے تکبیر بلند ہوتی اور تلواریں نیام میں پہنچتیں شقاوت کا یہ حال تھا کہ نماز کی مہلت مانگنے پر نہایت بے ادبانہ جواب ملا اور اندازِ خوف کی طرف میں فریضہ ظہر ادا کرنا چاہا حبیب ابن مظاہر

حصین بن نمیر کے اسلام سوز جواب کو سن کر کہ تمہاری نماز قبول نہیں اجازت لیکر میدان میں داد شجاعت دے کر گذر ے اور ابو ثمامہ بھی ظہر کی جماعت میں شرکت نہ کر سکے رزمگاہ میں تھے مدافعت ہو رہی تھی کہ اپنے ہی قبیلہ کے ایک ظالم کے ہاتھ سے شہید ہوئے یہ امر تحقیق طلب ہے کہ سنن داؤد کتاب الصلوٰۃ ص۸۳ طبع کراچی میں سعد بن اسحاق کی جو روایت ہے ابو ثمامہ حناط (میت کے کفن کا حنوط فروخت کرنے والا) سے اور محشی نے اُس کو مجہول الحال بین السطور لکھا ہے وہ یہی بزرگ ہیں یا کوئی دوسری ذات۔

نمازِ ظہر صفین میں حضرت علیؑ کی نمازِ ظہر اول وقت اور کربلا میں امام حسینؑ کی نماز ظہر ایک شان سے ادا ہوتی مگر وہ معاویہ کا دور تھا یہ یزید کا عہد ہے۔ نماز پر حملہ ہوگا اور فریضہ کی اہمیت اس قدر ہے کہ اس کو وقت پر ادا ہونا چاہئے۔ زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ کو حکم دیا کہ میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ سعید بالکل امام کے محاذ میں تھے۔

(۸۶) سعید بن عبداللہ

فوج قبلہ کی طرف تھی اور جو تیر آتا تھا اُس کو سینہ پر روکتے زخمی ہوئے اور جب نماز ختم ہونے کے ساتھ زمین پر گرے روح نکلی تو تیرہ ۱۳ تیر اُن کے جسم میں پیوست تھے۔

امام حسینؑ نے نماز کے بعد اصحاب کی باقی ماندہ جمعیت سے خطاب کیا اے میرے ساتھیو دیکھو تو یہ بہشت کے دریچے کھلے ہوئے ہیں اور نہریں جاری ہیں مکان آراستہ کئے گئے ہیں حور و غلمان تم سے مانوس ہیں اور وہ خدا کے رسول اور میرے پدر و مادر تمہارے خیر مقدم پر تیار ہیں اور تمہارا اُن کو اشتیاق دید ہے پس دین خدا کی حمایت اور مددیں کوتاہی نہ ہو۔ شیخ جعفر شوستری کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ ادھر امام اصحاب کو جوش

دلا رہے تھے اودھر عمر سعد نے اشارہ کیا کہ جو اصحاب حسینؑ قتل ہو چکے ہیں اُن کے خالی خیمہ جلا دو۔ آگ لگا دی گئی، شبِ عاشور خیمہ ایک دوسرے سے ملحق ہوئے تھے۔ اور طنابیں آپس میں ملی ہوئی تھیں حرارتِ آتش اور شعلہ نار اور دھوئیں کی تاریکی نے روزِ عاشور کی گرمی کا پارہ حشر کی طپش سے بھی بڑھا دیا۔ خندق میں آگ بھی ہے بیبیاں اور بچے گھبرائے، دم گھٹنے لگے، امام نے سراسیمگی دیکھ کر حفظِ نفس کے لئے حکم دیا کہ خیمہ سے نکل آؤ، شاہزادیاں خیمہ سے نکلیں اور انصار سے پہلی مرتبہ خطاب کیا: یامعشر المسلمین یا عصبۃ المومنین حاموا عن دین اللہ وذبوا عن حرم رسول اللہ۔ اے سچے مسلمانوں اور ایمان داروں دینِ خدا کی مدد کرو۔ امام اور حرم رسول سے دشمن کو دفع کرو اصحاب نے جب یہ قیامت دیکھی کہ بیبیاں خیمہ سے نکل آئیں عرض کیا۔ محترم خواتین ہماری ناچیز جانیں آپ کی مقدس ذات پر نثار ہوں جب تک ہم زندہ ہیں ممکن نہیں کہ کوئی آپ تک پہنچے ہم نے اپنی جانیں تلواروں کو ہبہ کر دی ہیں اور ہمارے گوشت و پوست پرندوں پر حلال ہیں۔[1]

اس المیہ پر نقد و نظر دیکھنا ہو تو سوانح حضرت زینبؑ کبریٰ دیکھو آگ کیونکر بجھی جب کہ پانی پہلے سے بند تھا سوائے اس کے کہ ریگِ صحرا سے اٹھتے ہوئے شعلے دبے یا سادات کے آگ میں پھاند پڑنے سے آگ گل ہوئی اور دشمن حیرت زدہ ہو کر بہادری کی تصویر دیکھتا رہا اور اپنی ناکامی پر کفِ افسوس ملا۔

(۸۷) طبیبِ لشکرِ حسینی زہیر بن قین بجلی

اس مقتدر اور بلند پایہ مجاہد کے حالاتِ زندگی کی تشکیل تین اڈیشن کی صورت میں ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۸۸) سلمان بن مضارب

سلمان بن مضارب زہیر کے ابن عم جو حج آخر سے پلٹتے ہوئے چچیرے

---

[1] خصائص حسینیہ و مجالس المواعظ والبکاء۔

بھائی کے ساتھ فوجِ خدا میں شامل ہوئے بعدِ ظہر شہید ہوئے۔

(۸۹) عمرو بن قرظہ بن کعب

صحابیِ رسولؐ کی اولاد والدان کے وہ تھے جس نے عہدِ امیرالمومنینؑ کی ہر جنگ میں جہاد کیا کوفہ میں رحلت کی اُن کی ذات پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ رجز میں کہا تھا کہ میں وہ ہوں جس کی جان اور گھر بار سب امام پر فدا ہو سکتا امامی فی الجنۃ۔ تم میرے پہلے بہشت میں پہنچو گے۔ یہ امام کا ان کے لئے ارشاد اور نانا کو اُن کے ذریعہ سلام پہنچایا۔

(۹۰) ہلال بن نافع و (۹۱) نافع بن ہلال

دونوں محترم مجاہدوں کے حالات زندگی اور واقعہ کربلا میں شہادت ایک مستقل کتاب کی صورت میں پیش کر چکا ہوں اور سوانح مذکور دیکھنے والا جانتا ہے کہ اتنی کتابوں میں دونوں کے حالات نظر آئے گر میں دوسرے کے وجود کو اول میں مدغم نہیں کر سکا اور اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکا کہ وہ دو نہیں ایک تھے۔

(۹۲) عابس بن شبیب (۹۳) شوذب بن عبداللہ

دونوں مجاہد، محدث، صف شکن وہ نامور تھے جن کے مستقل حالات یہ خادمِ دین لکھ چکا ہے۔

(۹۴) عبداللہ و (۹۵) عبدالرحمن غفاری

سوانح جون غلام ابوذر میں تینوں شہیدوں کا مفصل حال دیکھو۔

(۹۶) حنظلہ بن اسعد شامی

شہادت سے پہلے ایک تقریر کی اور فوجِ شام پر نصیحت کا حق ادا کیا

عذاب الٰہی سے ڈرلیا تلوار کھینچی ان کی جنگ پر حملہ گراں افگندہ ورزمے بزرگ بلند سے ترجمانی کی ہے۔ صفوں کو درہم و برہم کر دیا اور شربت شہادت نوش کیا۔

(۹۷) سیف بن حارث و (۹۸) مالک بن عبد

دونوں ایک خاتون کے بطن سے آپس میں چچازاد بھائی تھے اپنے غلام کے ساتھ دلی مسرت وابتہاج میں سرکار حسینی میں پہنچے غلام پہلے حملہ میں شہید ہوا دونوں روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی بیکسی پر روتا ہوں اب آپ کی حفاظت کا امکان نہیں رہا۔ امام نے یا ابن الاخ اے فرزند برادر کہہ کر خطاب کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں شباب کی حدوں میں تھے حنظلہ شامی کے بعد حق نصرت ادا کر کے یہ دونوں بھی موت کی نیند سو گئے۔

(۹۹) جون غلام ابوذر

اس پیکر وفا کے بھی مستقل حالات کتابی صورت میں پیش کر چکا ہے

خون کی سی چیز کہ دینا پڑی پانی مجھے ۔۔۔ پھر بھی یہ بید اوگر دنیا نہ پہچانی مجھے

(۱۰۰) غلام ترکی

امام مظلوم کا عطیہ اپنے فرزند زین العابدین کو معمولی بخشش نہ تھی۔ نمایاں تحفہ جس کی معصوم فرزند نے بھی قدر کی اور اپنے عوض سے باپ پر نثار کیا غلام ترکی وہ گم نام سپاہی نہیں جس کے حالات تلاش کرنا پڑیں مقاتل میں رخصت جنگ شہادت دیکھو۔ میں دامن قرطاس کی تنگی عمر ناپائیدار کی کوتاہی کا شکوہ کرتا ہوں۔ پوری کتاب لکھتا اگر سن اور ملتا۔ دو باتیں ناظرین ذہن نشین کر لیں غیر ملکی مجاہد ہے، مولوی شیخ عبد الشکور آنجہانی معاصر کا وہ شبہہ کہ مشاہیر بنی ہاشم و قوم میں کسی نے ساتھ نہ دیا وہ مدینہ سے چند عزیز اور لڑکوں کو لے کر نکلے اور قتل ہوئے ترکستان کا تلوریا ان کے ساتھ ہے اور وہ جب بالیں پر پہنچتے ہیں تو منہ پر منہ رکھ

دیئے ہیں۔ قوم کے بلند پایہ شاعر میر عشق مرحوم کہتے ہیں ؎

کوئی خلاف بات نہ ہو یہ علاج ہے　　بیمار کا غلام ہے نازک مزاج ہے

(۱۰۱) انس بن حارث

رسولؐ کے صحابی بہت بوڑھے خمیدہ پشت عمامہ پھاڑ کر کمر باندھی پر حملہ پر امام دعا دیتے تھے "اے بڈھے اللہ تیری کوشش کی قدر کرے" یہ وہ ذات ہے جس کی قربانی سنی، شیعہ کتب میں مجھے کثرت سے نظر آئی۔

(۱۰۲) حجاج بن مسروق

بارگاہ حسینی سے موذن کا عہدہ سپرد تھا۔ عام موذنوں کے بارے میں حدیث ہے کہ وہ روز حشر بقدر سرو گردن۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لوگوں سے بلند ہوں گے چہ جائے کہ مظلوم کربلا کی جماعت میں اذان دینے والا صبح عاشور کی اذان بیٹے سے دلوا کر دلوں میں شبہ تھا کہ وہ معزول ہوئے عہدہ سے۔ ظہر کی اذان انھیں سے دلوائی اور گرجدار آواز نے شہادت رسالت پر خواب غفلت میں سونے والے مسلمانوں کو بتایا کہ فرزند رسولؐ سے جنگ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے عہدہ پر آخر تک باقی رہے۔ اجازت جہاد حاصل کی میدان میں پہنچکر رجز پڑھا اُن کی رجز خوانی کے پندرہ مصرعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ مریم کی روشنی میں زبان چلا رہے ہیں۔ قوافی مهدیا، نبیّا، علیّا۔ ایک ایک شعر ایک ایک دیوان ہے اور درمیان کے مصرعہ میں کہا ہے کہ میں پنجتن کی محبت میں زنا زادوں سے لڑ رہا ہوں۔ ایک سو پچاس کوفی و شامی قتل کر کے زمین پر گرے۔

(۱۰۳) زیاد بن عریب۔ (۱۰۴) سالم بن عمر۔ (۱۰۵) سعد بن حارث۔ (۱۰۶) عمر بن جندب۔ (۱۰۷) قعنب بن عمر

جنگ کر کے شہید ہوئے اور رحمت باری نے گھیر لیا۔

(۱۰۸) یزید بن ثبیط۔ (۱۰۹) یزید بن زیاد کندی۔ (۱۱۰) یزید بن معقل۔ (۱۱۱) یزید بن حصین کے

محترم نام آپ کو سوانح یزید بن زیاد کندی میری مستقل اور انفرادی کتاب سے معلوم ہوں گے جو دو بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی اور واقعہ کربلا کے بعض دوسرے حقائق پر معلومات کا ذخیرہ ـــــ یہ کتاب بھی اب طبع نہیں سب جلدیں فروخت ہو گئیں

(۱۱۲) رافع بن عبداللہ

رافع غلام تھے اور اپنے مالک کے ساتھ حسینیت میں شریک ہوئے اور ان کی شہادت بعد ظہر ہوئی۔ خداوند عالم نے علیین میں جگہ دے کر بلند کیا۔

(۱۱۳) بشر بن عمر بن احدوث

آپ مضافات یمن حضر موت کے باشندے تھے کوفہ میں سکونت تھی۔ بڑے جوشیلے اور بات کے دھنی محبت اولاد کو امام پر قربان کرنے والے اظہار وفاداری میں اُن کے الفاظ گندے۔ زیارت ناحیہ میں امام نے اس کا اقتباس کیا ہے الخیص کو ہزار دینار کے قیمتی کپڑے بیٹے کو قید سے چھڑانے کے لئے بارگاہ امام سے عطا ہوئے مگر عقیدت کیش نے جان قربان کی ؎

ان پیاسوں میں تھا بشر بھی اک مومن جیا ۔۔۔ فرزند عزیز اس کا مقید تھا کہیں آہ
حضرت نے کہا اس سے کہ لے پھر ہوا تھا ۔۔۔ اب ترک تو ہمراہی شاہ شہدا کر
جا قید سے فرزند کو اپنے تو رہا کر
اُس نے کہا حاشا یہ نہیں مجھ کو گوارا ۔۔۔ وہ میں ہوں جو کھا جائیں درندے مجھے جیتا
مر جائے پسر قید میں میرے کہ رہا ہو
ممکن ہی نہیں ہے کہ غلام آپ سے جدا ہو

ے مراثی دبیر، ج ۲ ص ۳۵

(۱۱۴) سوید بن عمر

سن ضعیفی سے گذر رہے تھے۔ عبادت الٰہی مشغلِ زندگی تھا اہل قلم کی صراحت ہے کہ یہی اصحاب حسینؑ میں بچا ہوا مجاہد تھا جو جنگ میں حق مودت ادا کر کے گھوڑے سے گرا دشمن سمجھے کہ ختم ہو گئے۔ دشمن کی یلغار میں اُس وقت ہوش آیا جب قتل حسینؑ کی خبر سنی تلوار ہاتھ میں نہ تھی ایک چھرا ہاتھ آیا اور قریبی فوج پر حملہ کیا نتیجہ میں چند ظالموں نے قتل کیا۔

گذارش قاعدۃً اب شہدائے بنی ہاشم کے حالات قلم بند ہونا چاہئیں مگر عربی میں مستدرک کی لفظ اگر عوام کے طبائع پر بار نہ ہو تو میں ترجمہ کروں "چھوٹی ہوئی خبریں" یا جو اسلاف سے رہ گیا تھا اُس پر توجہ ہے چنانچہ (۱۱۵) ابوالحتوف انصاری کا نام زیدی المذہب مصنف نے حدائق وردیہ میں درج کیا ہے۔ اُن کے بھائی (۱۱۶) سعد بن حارث دونوں لشکر اعدا میں تھے اور اہل ایمان میں نہ تھے حضرت کی آواز استغاثہ پر حرم سرا سے شور گریہ نے دونوں کے رنگ نفاق کو دور کیا اور نصرت امام میں جنگ کر کے جانیں دیں۔ ابصار العین میں ان کا ذکر ہے اس لئے کہ غیر شیعہ کی تحقیق میرے نزدیک حقیقت کا وزن بڑھا دیتا ہے۔

دو نام (۱۱۷) احمد بن محمد اور (۱۱۸) انیس بن معقل ابن شہر آشوب کے پیش کردہ ہیں۔ (۱۱۹) سعید بن حنظلہ کا ذکر روضۃ الصفا میں ہے۔ شبیب بن جراد کلابی کا نام اصفہانی نے بتایا ہے۔ (۱۲۰) عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی (۱۲۱) علی بن مظاہر اسدی (۱۲۲) عمر بن مطاع جعفی (۱۲۳) عمیر بن عبداللہ (۱۲۴) قرہ بن ابی قرہ (۱۲۵) جابر بن عروہ (۱۲۶) سعد بن بشر بن عمر حضرمی (۱۲۷) عمر بن کعب انصاری (۱۲۸) عبداللہ بن عمیر کلبی (۱۲۹) انس بن کاہل اسدی (۱۳۰) زید بن معقل (۱۳۱) سعید مولی عمر بن خالد (۱۳۲) قعنب بن عمرو (۱۳۳) قاسم بن

حبیب ازدی (نمبر ۱۳۴) شبیب بن حارث۔ مالک بن دودان۔ محمد بن مطاع۔ معلی بن علی۔ یحییٰ بن کثیر یحییٰ بن ہانی بن عروہ کے اسما پائے جاتے ہیں وقت نہیں جو میدان تحقیق میں گامزن ہو۔

(۱۳۵) فرزند اُمّ فروہ

اس مرد میدان کا نہ کسی نے نام پیش کیا اور نہ ولدیت کی صراحت ہم نے کسی کتاب میں دیکھی۔ وجود کا اس طرح یقین ہے جیسے سورج کی روشنی اور پھیلی ہوئی دھوپ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس وقت تک جو نام ضبط تحریر میں آئے ان میں وہ شامل نہیں اور ہماری لاعلمی ادراک نہ کر سکی واقعہ یہ ہے کہ اُمّ فروہ نامی ایک خاتون صحیح معنوں میں فاطمہ زہرا روحی فداہ کی لونڈی اور علم و عمل میں اس قدر باخبر کہ عہد حجاج بن یوسف کی حُرّہ بنت حلیمہ پر فضیلت ہیں۔ برتر اس عورت کا انصار کی خواتین سے رابطہ تھا اور خلافت اوّل و بقولے دویم میں امامت حضرت علی پر احتجاج اور غیر معمولی جذبہ تبلیغ و نصرت دین میں قتل ہونا بھی جرم تھا کہ وہ سزاء موت پا گئیں۔ خلاصۃ الاخبار میں بسلسلہ معجزات حضرت امیرؑ اس کی تفصیل ہے جس کے دہرانے میں تلخی پیدا ہونے کا ڈر اور صفحات میں گنجائش نہیں کچھ تعجب نہیں کہ فاضل جرولی نے روضۃ الصادقین میں اس دلسوز حکایت کو درج کیا ہو اور ماخذ اس کا مدینۃ المعاجز ہو میں مزید تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک یہ قتل عہد حضرت عمر کا نہیں پہلے کا واقعہ ہے۔ اس خوں ریزی کے وقت حضرت مدینہ میں نہ تھے۔ جب مضافات شہر سے واپس ہوئے تو حلقہ عقیدت نے اس ظلم کو بیان کیا آپ حلقہ احباب کو لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ قبر پر پہنچکر دعا کی بے گناہ عورت کی لحد میں ایک روزن تھا اور رحمت الٰہی کے پرند اپنی منقار میں غذائے روحانی لے کر داخل مزار ہو رہے تھے ایک ہفتہ اس جبر و تشدد کو نہ گذرا تھا کہ اُمّ فروہ زندہ ہو گئیں اور مولا نے شوہر کے سپرد کیا وہ گھر پہنچکر دو برس زندہ رہیں مگر

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کو امن پسند علیؑ نے منع کر دیا تھا۔ پھر اُن کی زبان کا کوئی احتجاج سُنا نہ گیا۔ خاموش زندگی بسر ہوئی اور خدا نے ایک فرزند دیا جو واقعہ کربلا میں کام آیا۔ دیکھو ــــــ

(۱) ریاض الجنان فی منتہی الجنان مولوی اشرف علی ابن مرحوم عبدالولی ص۲۶۲ عربی طبع ۱۲۷۶ھ (۲) خلاصۃ الاخبار فارسی علامہ سید محمد مہدی طبع ایران (۳) سرور المومنین فاضل کاظمینی طبع بمبئی (بھارت) فارسی۔

میت کو زندہ کرنا کسی جذبہ انتقام یا حاکمیت کو نیچا دکھانا نہ تھا بلکہ قانون قضاء و قدر کی تکمیل تھی۔ باب مدینہ علم کی نظر عصمت اثر میں یہ حقیقت تھی کہ اُم فروہ کا بیٹا کربلا میں شہید ہوگا اس لئے ماں کا قبل اس مولود کے مرجانا نظام عالم میں خلل تھا۔ اُمّ فروہ کا زندہ ہونا مصلحت ایزدی کی کڑی بھی اور اُن کے خدمات کا یہ پھل تھا کہ وہ مدینہ میں گھر گھر پہنچکر امام برحق کو پہچنواتی تھیں خدا نے یہ ثمر دیا کہ وہ شہید کربلا کی ماں ہوں۔

(۱۳۶) ہاشم بن عتبہ بن وقاص

یہ وہ قابل ذکر نام ہے جس کا شیعی مقاتل اور کتب اہل سُنت اور شہادت ناموں میں تفصیل برابر نظر آتی ہے۔ سپہ سالار لشکر شام عمر بن سعد کا بھائی ہوتے ہوئے اس کا مظلوم کربلا کی ہمدردی میں جہاد اور شہادت بڑی اہم قربانی ہے۔ چند وجوہ سے (۱) ہاشم کے جذبات پر ضرب عمرو بن سعد کی طمع رہے اور اولاد رسول کے خون بہانے پر تیار ہونا وہ عجیب تر اقدام تھا۔ جس نے اُس کو تلوار کھینچنے پر مجبور کیا۔ (۲) ہاشم اُس جماعت کے ایک رکن کی حیثیت رکھتے ہیں جو ذکر حسینؑ واعظ پر حرام قرار دیتے ہیں اس گردوپیش میں ہم اس منطق کو دیکھیں کہ وہ معتبر بیان نہیں ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں بلکہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء نے وجود کا وزن بڑھا دیا مولوی دلدار علی

اکبر آبادی وغیرہ نے اس شہادت کا پتہ دیا اور تفصیل دہرائی جو ساتحہ کربلا فی ذکر سید الشہدا طبع دوئیم آگرہ ۱۳۲۱ھ میں دیکھو۔ مولوی اخوند مرزا عتایم لکھنوی مرحوم نے محرق القلوب فارسی ذمہ دار کتاب سے شریعۃ المصائب حصہ سوئیم صفحہ ۲۳۰ طبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۹۹ء میں ۵۶ سطریں جنگ پر نذر قرطاس کی ہیں طول کے ڈر میں جس کے چھوڑنے کا مجھے دلی صدمہ ہے۔ پہلا مقابلہ شمعون جی مقابل نامی پہلوان سے دوسرا اور اُس کے بھائی نعمان سے اور ولولہ انگیز بہادری جس نے لشکر میں ہلچل ڈال دی۔ وہ وقت آیا کہ بقول مفتی صاحب سے

مرد کار سے از بہر حضرت نبود   انیسے بجز یاس و حسرت نبود

یہ سرفروش بھی شہید ہوا۔

چند برہمن قوم وت کے (۱۲۷ تا ۱۳۹)

یہ سمجھنا کہ واقعہ کربلا کی تشکیل ابومخنف کے عہد میں ہوئی یا شہداء کربلا کے اعداد و شمار اس سے پہلے زیارت ناحیہ (حدود ۲۵۵ھ) میں ضبط تحریر میں آئے صحیح نہیں ہے جب تک استیعاب نہ ہوا تو یہ کہنا کہ چودہ سو برس پہلے قوم اس فرض کو ادا کر چکی ہے صحیح نہیں۔ اور حقیقت یہ تھی کہ صدر اول ہی میں یہ کام ہو گیا۔ مختار نے تمام قاتلان حسینؑ کو چن چن کے موت کے گھاٹ اتارا اور کوئی باقی نہ رہا اُسی وقت واقعہ کربلا کی تشکیل ہو گئی اور آئندہ نسلوں کے لئے یہ کام اُٹھا نہیں رکھا گیا۔

یہ سمجھنا کہ واقعہ کربلا ایک محدود خطۂ ارض پر کچھ معینہ نفوس زیادہ سے زیادہ عراق اور شام بچہ بچہ اس خونریزی سے باخبر تھا صحیح نہیں اگر شہادت حسینؑ مدینہ کی گلیوں میں قتل عثمان کی طرح ہوتی تو بے شک مقامی لوگوں کے سوا عام افراد واقف نہ ہوتے۔ آج کا آدمی ٹرانسپورٹ کو ذریعہ سیاحت سمجھ کر پوری دنیا پر چھا جاتا ہے اُس وقت دل کے ارادوں میں وہ وسعت اور

بیرون کی طاقت ہیں وہ فراوانی تھی کہ زمین گذرگاہ خلق تھی غیر ممالک کے آنے والے بغیر روک ٹوک دوسرے ملکوں میں سفر کرتے اور پابندی نہ تھی

اس تمہید کے بعد **شاہ محمد نذیر ہاشمی** نے واقعہ کربلا پر جو "شہادت عظمیٰ" کتابچہ لکھا اس میں یہ اطلاع قابل غور ہے کہ روز عاشور کچھ برہمن قوم دت کے انصار امام میں شامل تھے اور شہید ہوئے۔ نیو اسٹنڈرڈ ڈکشنری جس کو فنک اینڈ واگنل نے ۱۹۲۶ء امریکہ سے انگریزی میں چھاپا ترجمہ ملاحظہ۔

مُسلمانوں کا وہ قبیلہ جو ملایا میں موردقبائل کہلاتا ہے اُس کے مزار کو دت کہتے ہیں۔ یہ بہت بہادر اور جنگی قوم ہے اور یہ اپنے آپ کو بہت اعلیٰ واشرف تصور کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ اطلاع بھی کتاب کے موضوع سے وابستہ ہے کہ جوناگڈھ میں "حسینی برہمن" ایک گروہ اس نام سے کیوں پکارا جاتا ہے اور انتساب کا راز کیا ہے یہ خبر صحیح ہے کہ ان کے گلے میں مثل ریسمان سیاہ نشان ہے اس کی وجہ کیا ہے۔

ضحاک بن عبداللہ مشرقی کا نام جو قمقام ذخار ہے۔ یہ تصویر کربلا کے مصنف سید آل احمد امروہوی نے پیش کیا ہے ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں عذرات ہیں۔

(۱۴۰) طرماح بن عدی

وہ بلند و بالا انسان جس نے اپنے زمانہ شباب میں فصاحت وبلاغت کے دریا بہادیئے طلاقت لسان سے دشمن کے دربار میں وہ جوابات دیئے جس نے چھکے چھڑا دیئے۔ واقعہ کربلا میں منازل پیران کا وجود یقینی مگر بعض شہادت سے انکار کرتے ہیں۔ طبری نے امام سے ان کے وعدہ کا ذکر کرتے ہوئے ایفاء وعدہ کا انکار کیا ہے سپہر کاشانی نے کربلا میں ان کا پُر زور رجز

جو اُن کے شایانِ شان ہے۔ نقل کرتے ہوئے لڑائی میں ۲۰ دشمنوں کو قتل کرنا اور دار و گیر میں گھوڑے سے گرنا اور دشمن نے سر کاٹ لیا ـــ وہ ابو مخنف کے حوالے سے تاراجی خیام کے وقت صفحہ ۳۱۱ پر لکھتے ہیں کہ طرماح کا بیان ہے کہ میں زخموں کی کثرت میں ہنوز زندہ تھا اور دشمن سمجھ رہے تھے کہ مقتول ہوں عالم بیداری میں میں نے سفید پوش ۲۰ سوار دیکھے جو جسم بے سر کے قریب پہونچ کر الخ۔ اس سے واضح ہوا کہ طرماح کی روح جسم سے ابھی نہیں نکلی تھی۔

ہمارے ادبیات میں انصارِ حسینؑ کی یاد

مرثیہ گوئی کے دور اول میں مرزا فصیح صاحب تصنیف شاعر اور منفرد تھے جنھوں نے اپنے مرثیہ میں جس کا مطلع یہ ہے ع عجب شہزادہ تھا شبیر سبط مصطفےٰ یارو انصار کے نام شرح و بسط سے نظم کئے ہیں اور فاضلانہ حیثیت سے استدلال کیا ہے کہ تعداد اُن کی بہتّر سے زیادہ تھی اُن کے رشحات فکر دیکھو۔

یہ مژدہ سن کر غازی نے شہادت کھیت میں پائی ۔۔۔ لٹے میدان میں پھر سبط نبی کے سارے شیدائی
غلام اور اقربا انصار بیٹے بھانجے بھائی ۔۔۔ بہتّر سے زیادہ تھے موالی خمسہ کے موالی

اکاسی شیر دشت کربلا میں کام آئے ہیں
زیارت میں امام عصرؑ اُن کے نام لائے ہیں

حبیب بن مظاہر مسلم بن عوسجہ جندب ۔۔۔ سعید و سعد و حجاج ابن زید و مالک و قعنب
نعیم و نافع و عمرو ضبیعہ عابس و شوذب ۔۔۔ جوین و جون و حجاج بن جعفی خاصگانِ رب
زہیر و بشیر و ضرغامہ زہیر قین شیبانی
زہیر بن سلیم و عامر و عمارہ ہمدانی
یزید بن زیاد و کرش و قاسط سالم و حسان ۔۔۔ یزید بن حصین و مجمع و عمار بن حسان
شبیب و حارث و بدر و شبیب نہشل عمران ۔۔۔ کنانہ ابن خالد عمر قرظہ حر با ایمان

۱؎ وہی دلیر جس کی تنومندی کا ہم نے خصوصی ذکر کیا ہے

سلیمان ابو ثمامہ قیس قاسم سالم عامر
عبید اللہ عبد اللہ زید قارب زاہر

عمر عدوی کا فرزند مسعود اور خلف اُس کا
پسر عروہ کا عبد اللہ ثانی عبد رحمان تھا

بہادر صف شکن سیف بن مالک طالب مولا
محب آل عبد اللہ کلبی ضیغم ہیجا

انس عمر بن عبد اللہ حریث حنظلہ شامی
جنتح و بشر منجح عبد رحمان اسلم حامی

ہوئے مذکور جن کے نام یہ سب شہ کے ناصر تھے
یہ غازی کربلا میں خدمت عالی میں حاضر تھے

یہ جو کے تھے پیاسے تھے یہ پردیسی مسافر تھے
یہ سب میدان میں جب مارے گئے صابر تھے شاکر تھے

فدا جب ہو چکے اُس دم یہ صدا آئی
ابو طالب کے فرزندو! مہیا ہو قضا آئی

شہدائے بنی ہاشم

ناظرین نے اسلوب تحریر کا اندازہ کیا کوشش کی جا رہی ہے کہ جتنے نام مختلف ذرائع سے معلوم ہو سکیں وہ محفوظ ہوں۔ جب انصار کا سلسلہ بڑی حد تک ختم ہوا اور صرف اچانک آنے والے رہ گئے جو وقتی شریک ہوں گے تو عزیزوں کی نوبت آئی اور جس طرح وہ بہتر نفوس سے بڑھے ہوئے تھے اقربا بھی چالیس سے متجاوز ہیں بچے شامل کر کے تو اب ابن شبیب کی روایت میں امام رضا علیہ السلام کا فرمانا ابن شبیب اگر تجھے کوئی ایسی مصیبت درپیش ہو کہ رونا آئے تو حسینؑ پر آنسو بہانا اس لئے کہ وہ گوسفند قربانی کی طرح ذبح ہوئے۔ وقتل مع من اھلبیتہ و عترتہ ثمانیۃ عشرۃ رجلا مالھم علی وجہ الارض شبیھون اور آن حضرت کے ساتھ اُن کے گھرانہ اور نسل میں اٹھارہ جوان وہ قتل ہوئے جن کا روئے زمین پر یعنی دنیا سطح ارض پر نظیر نہ تھا۔ تعجب نہیں ہے اٹھارہ فرد بے عدیل تھیں۔

(۱۴۲) عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب

کنیت آپ کی ابوالھیاج ہے جو اُن کے جنگجو اور بہادری پہ گواہ ہے ماں کا نام نسیمہ دختر عامر تھا۔ رجال میں محتاج تعارف ذات نہ تھی۔ اصابہ میں ابن حجر نے اُس کا ذکر کیا اور واقدی نے شہداء کربلا میں شمار کیا اعیان الشیعہ کے باخبر معو نے اپنے حوالے سے اُن کو انصار امام مظلوم میں تسلیم کیا اور یہ حقیقت سامنے آئی کہ بنی ہاشم میں اولاد ابو طالب سے شریک نہ تھی بلکہ اولاد حارث بن عبد مطلب بھی شہید ہوئے اس کے بعد مولوی شیخ عبدالشکور کاکوروی بانی دار المبلغین پاٹہ نالہ کا یہ کہنا کہ امام حسینؑ کے ساتھی آپس کے لوگ اور ایک گھرانہ کے شہید تھے یاد رہوا ہوتا ہے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بنی ہاشم میں کسکے بعد شہید ہوئے اور اُن کے بعد کون میدان نبرد میں گیا نام ثابت ہوتا ہے اور وقت بتانے سے بالغ نظر بھی قاصر ہے۔

(۱۴۳) عبداللہ بن مسلم بن عقیل

سید العلماء سلمہٗ جو حضرت علی اکبر کو پہلا شہید قرار دیتے ہیں انھیں کے قلم کا منقولات میں یہ اقتباس ہی سب سے پہلے جو میدان میں بنی ہاشم میں سے نکلے وہ عبداللہ بن مسلم تھے (شہید لہٰ کربلا حصہ سوئم صت ۲۳ سرفراز قومی پریس لکھنؤ طبع اوّل) مگر مصنف نے اُن کو کمسن قرار دیتے ہوئے نہ جنگ کا ذکر کیا ہے نہ رجز اور قاتل عمر بن صبیح صیداوی کو قرار دیا ہے اور اس شہید کو وہ طفل قرار دیتے ہیں جس کا بعد شہادت علی اکبر قتل ہوا ہے۔ لیکن اوّل صت پر بُرزِی لفظیں خود اُن کے قلم کی ہیں جو بچہ اچانک قتل ہوجائے اُس کے لئے برزی کی لفظ متیِ حدیث میں صحیح نہیں اس لئے ہم مجبور ہیں کہ جنگ لکھیں۔ اس حملہ کو سپہر کاشانی شیرانہ حملہ اور چیتے کی جھپٹ اپنے

شکار پر قرار دیتے اور چھ مصرعہ بلندی حسب و نسب پر نقل کرتے ہیں اُن کو پردۂ خفا میں رکھنا مجھ سے ممکن نہیں ۔ شاہزادہ نے ۳ حملے کئے اور ۹۰ دشمنوں کو قتل کیا اور اسد بن مالک اُن کا قاتل ہے نہ کہ عمر بن صبیح وہ اُس بچہ کا قاتل جس کا ذکر شہادت علی اکبرؑ کے بعد آئے گا۔

(۱۴۴) محمد بن مسلمؑ

میدان میں آئے اور کچھ لوگ قتل کئے اور تلوار اور نیزوں کے زخم کھا کر ابو جرہم ازدی اور لقیط ابن ایاس کے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ امر تحقیق طلب ہے کہ کوفہ میں قید ہونے والے دو بچے اور یہ دو جوان چار قربانیوں کے بعد حضرت مسلمؑ کا گھر بے چراغ ہو گیا یا اولاد میں کوئی رہا اس کو علم انساب کے ماہر جانیں۔

(۱۴۵) جعفر بن عقیلؑ

اجازت لے کر میدان میں آئے ۔ ہاشمی اور مطلبی سطوت سے رجز پڑھا دشمن پر حملہ میں ۱۵ شامی و کوفی قتل ہوئے ۔ بشر بن خوط نے شہید کیا زیارت میں اُن پر سلام ہے ۔ قاتل ہمدان کے قبیلہ کا بدبخت انسان ہے ۔

(۱۴۶) عبدالرحمٰن بن عقیلؑ

میدان میں آئے تقاضائے فطرت ہے کہ تلوار کھینچے پر بھائیوں کے قتل کا تصور تھا ۔ اُنھوں نے اپنے رجز میں حدیث سید اشباب اہل الجنۃ پر اشارہ کیا ہے ۱۷ سواروں کو قتل کیا اور عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔

(۱۴۷) عبداللہ بن عقیلؑ

میدان میں آئے ۔ ان کی لڑائی کو قتال عظیم سے تاریخ نے تعبیر کیا ہے ۔ عثمان بن اشیم اور بشر بن خوط کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔

(۱۴۸) موسیٰ بن عقیل

حضرت عقیل کی یہ علم دوستی تھی کہ ایک بیٹے کا نام موسیٰ رکھا اور انبیاء پر ایمان اُن کی یاد باقی رکھنا انسانیت کے فرائض قرار دیئے۔ نوجوان نے بڑی فصاحت سے رجز پڑھا اور بتایا کہ جنگ خطائے الٰہی اور رسول اور حرم نبی کا تعاون ہے۔ بہتر دشمنوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے۔

(۱۴۹) عون بن عقیل

حضرت عقیل کی اولاد میں ۹ نفوس واقعہ کربلا میں کام آئے ان میں عون کا بھی شمار ہے اعیان الشیعہ کے مصنف نے عون بن مسلم بن عقیل تحریر کیا ہے جو اشتباہ معلوم ہوتا ہے۔

(۱۵۰) علی بن عقیل (۱۵۱) جعفر بن محمد بن عقیل

(۱۵۲) احمد بن محمد بن عقیل نے ۸۰ دشمنوں کو قتل کیا اُن کا رجز راویوں نے محفوظ رکھا چالاک فوج نے جب اُن سے بس نہ چلا تو بزدلی کے ساتھ گھوڑے سے پیدل کیا اور پیدل ہونے پر گھیر کے قتل کیا۔

(۱۵۳) محمد بن عبداللہ بن جعفر

رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے اور دس آدمی فوج دشمن میں سے قتل کئے اور عامر بن نہشل کے ہاتھ شہید ہوئے۔

(۱۵۴) عون بن عبداللہ اور (۱۵۵) عبیداللہ بن عبداللہ

(۱۵۶) قاسم بن محمد بن جعفر کے حالات تذکرۂ زینب میں خادم دین لکھ چکا ہے۔

(۱۵۷) ابوبکر بن حسنؑ

سپہر کاشانی کی رائے ہے کہ اولاد امام حسنؑ کے صاحبزادہ کربلا میں موجود تھے ابوبکر کی ماں اسحاق ذہبی طلحہ تیمی تھیں ان کے وجود پر اہل قلم کا اتفاق ہے مگر رجزِ جنگ و شہادت کسی نے نہیں لکھا۔ زیارت ناحیہ کے ایک فقرہ سے جو یہ ہے السلام علی ابی بکر بن الحسن الزکی الولی المرمی بالسہم الردی لعن اللہ قاتلہ عبد اللہ بن عقبۃ الغنوی۔ سلام ہو ابوبکر امام حسنؑ کے بیٹے پر وہ حسنؑ جو پاکیزہ اور ولی تھے بڑا برا تھا وہ تیر جس نے اُن کو نشانہ بنایا۔ اللہ اپنی رحمت سے دور رکھے ان کے قتل کرنے والے عبداللہ بن عقبہ غنوی کو۔

کچھ تعجب نہیں اگر یہ تیر اچانک پڑا ہو اور لڑنے کی نوبت ہی نہ آئی ہو۔ تیر کے مہلک ہونے کی جھلک زیارت کے جملہ میں موجود ہے۔ سلیمان بن قتہ کے شعر میں ان کی شہادت کی اہمیت کا ذکر ہے شاعر کہتا ہے غنی قبیلہ پر ہمارا خون ہے اور قبیلہ اسد بھی شریک خون ہے۔ یہ شعر تاریخ طبری میں موجود ہے سادات کے خونِ ناحق کی دنیا کی نظر میں وہ قدر تھی کہ جو قبیلہ ان کے بہانے میں بدنام ہوا اُس کا نام زبانوں پر مدت تک آتا تھا۔

(۱۵۸) بشر بن حسن کی شہادت مقاتل میں پائی جاتی ہے۔ عمر بن حسن سن طفولیت میں (گیارہ برس) کے تھے اسیر ہو گئے۔ دربار یزید میں لائے گئے یزید نے نشۂ نخوت میں بچہ سے کہا کہ میرے بیٹے عبداللہ سے کشتی لڑو گے صاحبزادہ نے جواب دیا کہ کشتی تو نہیں ایک چھرا اُس کو دو اور ایک مجھے پھر دیکھو کون غالب آتا ہے اُس نے قتل کر دیا تو میں پیغمبر خدا اور علی مرتضیٰؑ سے جا ملوں گا اور میں نے مار دیا تو وہ ابوسفیان اور معویہ سے ملحق ہوگا۔

(۱۵۹) حسن مثنیٰؑ

لشکر عمر بن سعد سے جنگ کی۔ زخموں کی کثرت نے زمین پر گرا دیا اور مقتولین

حبیب ازدی (نمبر ۱۳۴) شیب بن حارث۔ مالک بن دودان۔ محمد بن مطاع۔ معلی بن علی۔ یحییٰ بن کثیر یحییٰ بن ہانی بن عروہ کے اسما پائے جاتے ہیں وقت نہیں جو میدان تحقیق میں گامزن ہو۔

(۱۳۵) فرزند اُمّ فروہ

اس مرد میدان کا نہ کسی نے نام پیش کیا اور نہ ولدیت کی صراحت ہم نے کسی کتاب میں دیکھی۔ وجود کا اس طرح یقین ہے جیسے سورج کی روشنی اور پھیلی ہوئی دھوپ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس وقت تک جو نام ضبط تحریر میں آئے ان میں وہ شامل ہو اور ہماری لاعلمی ادراک نہ کر سکی واقعہ یہ ہے کہ اُمّ فروہ نامی ایک خاتون صحیح معنوں میں فاطمہ زہراؑ روحی فداہ کی لونڈی اور علم و عمل میں اس قدر باخبر کہ عہد حجاج بن یوسف کی حُرّہ بنت حلیمہ پر فضیلت میں برتر اس عورت کا انصار کی خواتین سے رابطہ تھا اور خلافت اوّل و بقولے دویم میں امامت حضرت علی پر احتجاج اور غیر معمولی جذبہ تبلیغ و نصرت دین میں قتل ہونا بھی جرم تھا کہ وہ سزاء موت پا گئیں۔ خلاصۃ الاخبار میں بسلسلہ معجزات حضرت امیرؑ اس کی تفصیل ہے جس کے دہرانے میں تلخی پیدا ہونے کا ڈر اور صفحات میں گنجائش نہیں کچھ تعجب نہیں کہ فاضل جرولی نے روضۃ الصادقین میں اس دلسوز حکایت کو درج کیا ہو اور ماخذ اس کا مدینۃ المعاجز ہو میں مزید تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک یہ قتل عہد حضرت عمر کا نہیں پہلے کا واقعہ ہے۔ اس خوں ریزی کے وقت حضرت مدینہ میں نہ تھے۔ جب مضافات شہر سے واپس ہوئے تو حلقہ عقیدت نے اس ظلم کو بیان کیا آپ حلقہ احباب کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ قبر پہ پہنچکر دعا کی بے گناہ عورت کی لحد میں ایک روزن تھا اور رحمت الٰہی کے پرند اپنی منقاروں میں غذائے روحانی لے کر داخل مزار ہو رہے تھے ایک ہفتہ اس جبر و تشدد کو نہ گذرا تھا کہ اُمّ فروہ زندہ ہوئیں اور مولا نے شوہر کے سپرد کیا وہ گھر پہنچکر دو برس زندہ رہیں مگر

انس وجن میں مشترک اور قرآنی مسئلہ ہوتے اور مسلمہ مذہب کی شاخ زعفر جن کا دشت نینوا میں آنا، اور عقد قاسم کو شوق اجتہاد رکھنے والے بے بنیاد کہہ کر فتویٰ دیتے ہیں ان دل آزار آوازوں کو سن کر حسینؑ کا ہر سوگوار چیخ اٹھتا ہے اور ہر ماتم دار کو عزاداری میں خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ صدر اوّل کے مقاتل آج باقی کہاں ہیں لائبریریوں کے نذر آتش کرنے کی جو قبیح رسم شروع ہوئی تھی وہ حقیقت ہے سلطنتِ فاطمی میں انقلاب پر نئی حکومت نے جو کتابیں جلائیں اور جنگل میں پھکوادیں وہ صحرا میں ایک پہاڑی کی صورت میں مدتوں زیر آسمان رہیں اور گزرنے والے نگاہ حیرت سے دیکھ کر تل کتاب کہتے تھے اور دل ہی دل میں افسوس کرتے ہوئے گزر جاتے تھے (دیکھو مکتب اسلام بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ صفحہ ۴۶) سادات کی خونریزی سے کم یہ شقاوت نہ تھی کہ حقائق و معارف کو دفن کر دیا اسی طرح اس عہد میں جبکہ دنیا کی تمام طاقتیں مسلمانوں کو اپنے مال سے فنا کرنے پر تیار ہیں ہم حسینیت پر نکتہ چینی کرنے نہ بیٹھیں۔

زعفر جن پر میرے متعدد مقالات ہیں جو ایک علم دوست واصل اپنا نام ظاہر کئے بغیر مدرسۃ الواعظین کے سکریٹری مالیات کے ذریعہ شبہات بھیجتے اور مرکز سے جواب دیا جاتا رہا۔ یہ ذخیرہ میرے پاس تو موجود ہے مگر کتابی صورت میں نہ آیا اب رہا امادی قاسم کا موضوع وہ اتنا بابرکت تھا کہ اوان تحصیل میں قلم اٹھایا یہی میرا پہلا اجتہاد تھا۔ نوجوانی میں جس کی نجف اشرف اور مصر سے داد ملی۔ قوت استنباط پر بلا طلب اسناد یکجا ہوئے فرصت کے اوقات اور دوسرے اہم موضوعات سے فارغ ہونے پر اس نقش اوّل کو بھی فراموش نہ کیا اور تفریح سمجھتے ہوئے اب تک آٹھ جلدیں اللہ نے مرتب کیں صحف ماسبق کے حوالوں کے ساتھ جس کا کچھ حصہ صدر کتاب میں آپ پڑھ چکے اب تک ۱۱۳ حوالوں پر قلم رکا اور جلد سادس مجلد ہو کر اسی ماہ میں داخل مکتبہ ہوئی۔ پہلی جلد سے چھٹی تک میں نے بار بار ثابت کیا کہ ملا حسین کاشفی واقعہ نگار اوّل نہیں بلکہ ہر قرن میں

مجوزین گزرے سب سے بڑا شبہہ یہ تھا کہ امام حسین کے دو صاحبزادیوں سے زیادہ نہ تھیں ایک حسن مثنیٰ آپ کے بھتیجے کو منسوب اور دوسری کمسن ناقابل تزویج فاطمہ و سکینہ ہی دختر امام کا انحصار تھا حالانکہ علماء اور مورخین اور سیرت نگار طبقہ میں ایک جم غفیر دو صاحبزادیوں سے زیادہ کا قائل ہے اس سلسلہ میں عبارالانوار کی ہر جلد بلکہ کچھ امام علماء فریقین کے پیش ہوئے اور چار جلدیں چونکہ زیور طبع سے آراستہ ہونے کی دیگر ضروری اور اہم خدمات میں ضرورت محسوس نہیں ہوئی اس لئے لکھنؤ مرکز کے جریدہ اسبوعیہ نظارہ جلد ۳۶ کے مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۷۵ء میں ابوعبداللہ ابن احمد بن محمد بغدادی صاحب کتاب الموالید وفات ۳۰۰ھ سے عصری معاصر علی جلال حسینی تک ۲۶ نام پیش کئے جو دو صاحبزادیوں سے زیادہ تجویز کرتے ہیں اور اس فہرست کی حرکت سے رد نہیں ہوئے جملہ حوالہ صحیح اور سر تسلیم خم اتنے مصنفین کے امام کی دو صاحبزادیوں سے زائد قول مختار کے دیکھنے کے بعد وقت کے دریچہ سے ماننے کا پردہ اٹھ گیا اور امکان پیدا ہوا کہ عقد قاسم ہو سکتا ہے۔

عروس قاسم میں عذر کرنے والے طبقہ اولے میں ہوتے ہوئے کامیاب نہ ہوئے اپنی تجویز میں اور ہر گھر میں بھارت کے کلکتہ سے لے کر پشاور تک مہندی اٹھتی ہے تو عصر حاضر کے کچھ پنجابی ملا روایت کو کہاں بند کر سکتے ہیں ان کے بس کی بات نہیں اسد لاہور کے مجاہد اعظم نمبر جلد ۳ نمبر ۵ و ۶ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۷۳ء میں جو میرا مقالہ شائع ہوا اس میں روایت عروسی قاسم کا ضمنی ذکر آنے پر مقطع کلام کی ۹ سطریں بھی تین برس ہو رہے ہیں قوم نے عزت کی نگاہ سے پڑھیں اور وقار کے جذبہ میں اس خصوصی نمبر کو محفوظ رکھا میں

اُس وقت بمصلحت راوی اور ناقل کا نام نہ لیا تھا آج کشفِ راز کرتا ہوں
ہجرت کے بعد ابتدائی زمانہ قیامِ پاکستان میں ناظم آباد میں ٹھہر
ہوا تھا حُسنِ اتفاق اور خوش نصیبی سے جناب عمدۃ العلماء برادر
سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد مرحوم امام جمعہ مسجد آصفی قیام گاہ
پر تشریف لائے اور بحیثیت مصنّف عبائر الانوار مجھے اطلاع
دی کہ ـــــ دو بھائی دونوں لاولد نسلِ پدر قطع ہوئی جاتی تھی۔
کہ برادر خورد کو دورانِ قیام عتباتِ عالیات میں القاء ہوا کہ
وہ خیمہ گاہ حجلۂ قاسمؑ میں دعا کرے طلبِ ولد کی حاجتمند تو اپنی مراد
پورے ہونے میں لو لگائے بیٹھا تھا حائرِ امام سے تحتِ قبہ نکل کر ثانی
زہراؑ کی قیام گاہ پہنچا حجلۂ قاسم میں دعا کی اُسی سال شجرِ اُمید بار ور
ہوا اور دونوں بیویوں کو خدا نے فرزند عطا کیا۔ عقیدہ میں پختگی پیدا
ہوئی۔ زنگِ استبداد دور ہوا ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ حُرؑ کی توبہ قبول
کرنے والے، خلقِ عظیم کی گود کے پروردہ ملت کو متحد کر۔ افتراق
دفع ہو قوم میں یکجہتی پیدا ہو ملک سالم رہے۔ عقل و نقل ہر لحاظ
سے اس روایت کا انکار عزاداری پر ضرب ہے علاوہ اُن علل و اسباب
کے جن کا ذکر مجلدات عبائر میں ہوا یہ دیکھیے کہ انتہائی سادگی معاشرہ میں
اختیار کر کے اقتصادیات کا درس ہے جبکہ مصیبت کے پہاڑ ٹکرا رہے
تھے غم کی بجلیاں چمک رہی تھیں اندوہ و الم کے بادل اُمنڈ آئے تھے
اُس وقت خود بھی نمونۂ عمل بن کر درس دیا۔ کبھی شکر کا طریقہ بتایا۔
کبھی توکل کی تصویر کشی کی اور دیکھا کہ قوم زیادہ سے زیادہ شادی بیاہ
میں طمطراق سے کام لیتی ہے اور احکامِ شرع پابندیوں کا جال ہو کر
رہ جاتے ہیں اس تخلص ایجاب و قبول میں استبعادِ عقلی کا عذر پیش
کیا اور اور کبھی سند طلب کی میرے ذمہ کر دی یا نہیں رہا اس سادگی

تقدیر نے اُس طبقہ کے لئے راہِ عمل مقرر کر دی جو حسینؑ کو قابلِ پیروی سمجھتا ہے اسراف سے بچو رواسم کے جال میں نہ پھنسو۔ قاسمؑ کی شادی آفتاب کی عالمگیر روشنی سے بھی محروم تھی اس لئے کہ سورج کو گہن لگنے والا ہے۔ یہ عروسی مہتاب کی نقرئی چاندنی سے بھی خالی ہے۔ آنسوؤں کی بارش میں بظاہر عونؑ وعباسؑ دو چچاؤں نے نکاح پڑھا۔ روایت میں طلبی کا خصوصی ذکر ہے قاسمؑ نے تہذیب کو نیا رنگ بخشا نیا انداز عطا کیا اگر تاریخ کی اس موڑ کو دیکھ کر کوئی وہی یہ کہے کہ یہاں تو مسرت ڈھکیل دی گئی ہے کیا مخدوش لیل و نہار منحوس چھاؤں میں تقدیر قاسمؑ سیاہ ہوتی ہے حد نگاہ تک غم و الم نظر آتا ہے رسول ژولیدہ مو۔ فاطمہؑ چاک گریباں فضا میں جنون کے قبائل ملائکہ اور انبیاء کی صفیں سراپا غم اور سرزمین عرب کو انسانی خون سے دھنا دیکھ رہے ہیں شہداء ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کی سمجھی آواز پر لہو میں نہائے ہوئے بڑھ رہے ہیں۔ نیلگوں آسمان پر آہوں کے بادل گرد و غبار کے آوارہ لکے مصیبت کے ہمہ گیر ہونے پر گواہ ہیں جو ہوا کائنات کو زندگی بخشتی ہے آہنی اور فولادی ہتھیاروں کو چھوتی ہوئی پیاسوں کی طرف آ رہی ہے پیام موت ہے اس تلاطم میں عقل مجسم حسینؑ کے رویہ پر کوئی ناک بھوں نہ چڑھائے تو وفادار بھتیجہ نے عروس سے پکار کر کہہ دیا کہ میرا دامن چھوڑ دو ہماری شادی اب قیامت پر اُٹھ رہی ہے۔

رخصت آخر کے یہ الفاظ ہیں ان عرسنا اخرناہ الی الاخرۃ قاسمؑ کا موازنہ نہ ہو جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے مسیحؑ کا شادی نہ کرنا انجیل کی خشکی اور آزادی اس وقت دور ہو گی اور حدیث

یہ ہے کہ ابنِ مریم کی تزویج آخرت پر موقوف ہے ولیمہ صدہا برس کی مدت تک میزبانِ قدرت کے ہاتھ سے ہوگا۔ ابنِ حسن کی عروسی بھی اب آخرت پر ملتوی ہوئی۔ شاہزادہ قاسمؑ اقتدار عزا کے عاشق آپ کے رشتہ سے انکار پر رنجیدہ تھے دلیلِ برہان نے سرکار امام میں مصنف کو شرح رد کیا رخصت ہو چکے خیمہ سے نکلے امام نے گریبان قبا مثل کفن چاک کیا اور عمامہ مثل عمامہ میت زیب سر کیا تحت الحنک سینۂ قاسمؑ پر ہے ملحوظ خاطر رہے کہ خیمہ میں جب دولھا بنا کے جا رہے تھے تو امام حسنؑ کی پوشاک پہنائی اور آفریں ہے قاسم کی اطاعت پر جو پہنایا وہ پہنا۔ میدان نبرد کی روانگی سے پہلے میں ناظرین کو متوجہ کرتا ہوں کہ جہاد کرنے والے کو عمامہ تبرکات امام حسنؑ میں ان کا لباس پہنانا یہ مواقع جنگ میں جو امام حسینؑ کا خاص رویہ ہے اور قاسم پر احسان خداوندی تھا کہ اس لباس میں جو نماز جماعت کا لباس تھا جنگ کیا جس کو میں عرض کرتا ہوں انتظار کرو اور چونکہ حضرت علی اکبر و قاسم کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ جہاد سے واپس ہوئے اور دشمن ان کو محصور نہ کر سکا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب پلٹ کر آئے تو یہ لباس اتار دیا۔ اب ہم اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں کہ قاسمؑ جو میدان میں آئے تو ایک پیراہن تھا جسم میں اور بند نعلِ پا میں اون کا شکستہ تھا پسر سعد سے دلیرانہ کلام کیا اور کہا کہ وائے ہو تجھ پر دعوائے اسلام کرتا ہے اور رسولؐ کا کنبہ تشنہ لب ہے۔ شہزادہ کی دلیری اور نڈر ہونے کا اندازہ اس سے کرو کہ بعض مصادر میں ہے احمد الکلاب المیشوم اے سگ بدبخت اپنے گھوڑے کو سیراب کیا اور حسینؑ کا کلمہ

پڑھتا ہے وہ بے آب۔ تمام شہدائے کربلا میں صرف قاسم وہ ہیں جن کا عزم مستحکم تھا پرچم فوج چھین لینے کا جب کوئی سامنے نہ آیا اور فوجیں سرک گئیں تو ازرق شامی سے خطاب کیا۔ جو دس ہزار دینار سالانہ خزانہ شام سے پاتا اُس نے پسر سعد کی تحریک پر جواب دیا کہ یہ تو وہ ہے کہ مجھے اگر قینچی سے پارہ پارہ کرے تو بھی جنگ نہ کروں گا۔ ابن سعد نے کہا تیری زبان لال ہو یہ شیر خدا کا فرزند ہے اگر پیاسا نہ ہوتا تو ہم سے بات بھی نہ کرتا آپ دیکھیں فتح کس کی ہے ایک نابالغ کے مقابلہ سے میدان خالی ہو گیا ہے اور دیر کے بعد طے پایا کہ اُس کے چار فرزندوں میں ایک مقابل ہو اور سر کاٹ لائے پہلا بیٹا چلا بعض واقعہ نگاروں نے لکھا کہ ۱۸ ذرعہ کا نیزہ ہاتھ میں تھا۔ یہ بزدلی کی سب سے بڑی دلیل ہے باہمی جنگ کا قاعدہ ہے کہ نیزہ کا جواب نیزہ سے دیا جائے عموماً نیزہ ۱۸ گز کا نہیں ہوتا۔ قاسم کا نیزہ اُس تک کیوں نہ پہنچے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لانبا نیزہ بلند ہونے پر گھوڑے کو سکا دے کر پھرتی سے قریب پہنچے اور نیزہ رسید کیا اُس نے نیزہ کے حملہ کو سپر پر روکا شاہزادہ کے نیزہ کی انی سپر کی زد سے ٹوٹ گئی نیزہ کو جھنجھلا کر پھینکا اُس نے بھی نیزہ ہاتھ سے پھینک کر تلوار لی۔ قاسم نے تلوار کا وار سپر پر روکا اُس کی تلوار نے سپر کو کاٹ کر ہاتھ زخمی کیا۔ امام نوشاہ کی جنگ دیکھ رہے تھے سپاہ قلیل سے محمد بن انس دوسری سپر لے کر جنگاہ پہنچے قاسم عمامہ پھاڑ کر زخم باندھ چکے تھے وہ نئی سپر لے کر اُس کا دوسرا حملہ روکا اس حملہ کے ساتھ اُس شقی کا گھوڑا قابو سے باہر ہو گیا گھوڑے سے ڈھال ہو کر گر رہا تھا کہ قاسم نے دوڑ کر اُس

بال سر کے پکڑ کر بلند کیا اور پوری طاقت سے زمین پر پھینکا جس سے عضو جسم ٹوٹ گئے اور اُس کی قیمتی تلوار لے کر مبارز طلب کیا ازرق کی نگاہ میں دنیا اندھیر ہو گئی دوسرا بڑے کروفر سے آیا اور کہا قاسمؑ تم نے اُسے مارا جو شام میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا جواب دیا تجھ کو بھی اُس سے ملاتا ہوں اے دشمن خدا۔ جو کہا تھا قدرت نے وہی کیا۔ قاسمؑ کا نیزہ اُس کی کمر کو چھید کر پار ہوا اور وہ زمین پر گرا گرد بلند ہوئی۔ تیسرا بیٹا بھائی کے غم میں اپنے کپڑے پھاڑتا ہوا سامنے آیا اور باپ سے اجازت لی رجز کے بجائے اُس کی زبان پر کلمات نفرین تھے جس سے شہزادہ کو مخاطب کر رہا تھا اُس کو بھی آپ نے اُسی نیزہ سے شکم پر وار کر کے ختم کیا اور چوتھا فرزند سب و شتم کرتا ہوا نکلا اور دور سے نیزہ کا حملہ کیا قاسمؑ نے اُس کے ارادہ کے پورا ہونے سے پہلے ہاتھ پر تلوار لگائی اور مع نیزہ کے ہاتھ کٹ کر گرا ہاتھ کا خون جاری ہوا وہ جنگ سے منھ موڑ کر اپنے دستہ کی طرف جا رہا تھا کہ گھوڑے سے گر کر جان دی۔

ازرق نے جب چاروں بیٹوں کو کھو دیا آلات حرب سے آراستہ ہو کر کوہ پیکر راہوار پر سوار ہوا اور یتیم حسنؑ کے روبرو پہونچ کر اپنا بیٹوں کی شجاعت کا نثریں قصیدہ سنایا اور شہزادہ کو سنگ دل قرار دیتے ہوئے نیزہ اُٹھایا۔

وہاں امام عالی مقام کے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھے اور یقین ہے کہ اہل حرم بھی آمین کہنے در خیمہ پر ہوں۔

روز قیامت تک یہ جنگ اُس پیل تن کی اُس نوخیز سے دنیا یاد رکھ کر بزدلی کا اقرار کرے گی۔

یہ تن و توش اور نیزہ سے حملہ ڈور کا۔ وابہ

قریب آنے سے زہرہ آب ہوتا ہے زخمی ہاتھ سے چار کو قتل کیا ہے اب تیغ تنی جوان پانچویں شہسوار کو گھیرتا ہے اُس کا نیزہ خالی گیا تلوار کھینچی اور ۱۲ حملے طرفین کے ہو لئے نہ اُس پہاڑ کی ضرب قاسمؑ پر پڑی نہ قاسمؑ نے اُس کی سپر اور خود کو کاٹا۔ مزید بزدلی جو ظہور میں آئی کہ شاہزادہ کے راہوار بے گناہ پر حملہ کر کے اُس کی جان لی اور داماد امام نے پیادہ ہو کر جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ انصاف جب تھا جب ازرق بھی اپنے گھوڑے کو پے کر کے پیادہ ہوتا۔

اپنی بزدلی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ میں نے یہ تلوار ہزار دینار کو خریدی ہے اور ہزار دینار میں زہر میں بجھی ہے غور کرو وہ ہاتھ کو اپنے خود ناکارہ سمجھا جب زہر میں بجھائی یہ چیز بھی اُسی کی زبان سے معلوم ہوا ابھی تک قاسمؑ اس گرگ باراں دیدہ کی ضرب سے بال بال محفوظ ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ قاسمؑ اُس کو دو کر سکتے ہیں۔ مگر جو چوٹیں استعمال میں آچکیں اُن میں ایک داد کی گھات یاد آ گئی جو خندق میں استعمال ہوئی تھی ازرق عمر ابن عبدود سے کر و فریب میں کم نہ تھا۔ اُس کو بتانا تھا کہ جہاد کے آداب کیا ہیں؟ قاسمؑ نے اچانک کہا ازرق اس تجربے اور سن و سال کی آزمودگی میں تجھے اتنا نہیں معلوم کہ گھوڑے کا تنگ ڈھیلا ہے۔ اُس نے جھک کر نیچے دیکھا اور ید اللہی ضرب میں قاسمؑ نے جست کر کے وہ تلوار لگائی جو تیغ دو ٹکڑے کر دیا۔ لشکر شام میں شور بلند ہوا اور قاسمؑ پھرتی سے اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے عمر سلہ راہوار کی لگام پکڑے ہوئے چچا کی خدمت میں آئے اور پیاس کا شکوہ کیا۔

یہ بیان تو کاشفی کا تھا اب دوسرے شیعہ عالم طریحی نجفی اُن کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب چچا سے رخصت ہو کر چلے اور اپنی تلوار امام نے اپنے ہاتھ سے دی۔

؎ خدا نے تیغ دی احمدؐ نے دختر

اس منظر کو یاد دلایا نہ بیٹی عزیز نہ تلوار دینے میں دریغ جنگاہ پہونچے رجز پڑھا (اگر تم انکار کرو تو میں حسنؑ کا بیٹا ہوں۔ وحدیت کا اظہار کیا لفظ اس قدر قوم کو پسند آئی کہ صدر اسلام سے آج تک لاتعداد نام "ابن حسن" رکھے گئے حالانکہ یہ نام نہیں کنیت ہے) باپ کو پہچنواتے ہیں وہ جو برگزیدہ اور امین نبیؐ کے نواسہ ہیں طریحی نے لڑائی اس ترتیب سے لکھی ہے کہ پہلے وہ پہلوان آیا جو ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ قاسمؑ نے اُس کو قتل کیا اور اُس کے چار بیٹوں کو مارا۔ اُسے قتل کر کے قاسمؑ گھوڑا مہمیز کر کے سواروں پر حملہ کر رہے تھے اور چچا کی خدمت میں جانا چاہتے تھے کہ ازرق راستہ روک کر کھڑا ہو گیا (ازرق کے معنے ہیں نیلا۔ گربہ چشم کرنجی آنکھ والا لفظ عربی ہے اُس کا قصور نہیں کہ اس تن توش پر بچہ کے مقابلہ کو آیا اُس کی آنکھ کی خطا ہے (اور جو کھسینگا دیمہ ہے) اتنے بڑے پہلوان کی جنگ میں صرف یہی ہے کہ قاسمؑ نے سر پر تلوار لگائی اور وہ قتل ہوا۔ فارسی مقتل کی بناء پر بظاہر پہلے راوی نے اول آنے والے کو ازرق خیال کیا اور اُس کے چار بیٹوں کی باری باری لڑائی سپرد قلم کی بعد عرب کا واقعہ نگار پہنچے آنے والوں کو اجمال کی نذر اور دوسرے کو ازرق قرار دیتا ہے یہ اختلاف کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور اصلیت پر مضر اثر نہیں۔ کسی تاریخ، حدیث، واقعہ نگار نے امام حسینؑ پر قلم اُٹھاتے ہوئے یہ نہیں لکھا کہ فوج پسر سعد کے مقتولین کہاں دفن ہوئے۔ میں نے اپنی پہلی زیارت کے سلسلہ میں بڑے حضرت کی بارگاہ سے گذرتے ہوئے بازار شارع عام میں دست راست پر جو عوامی بیت الخلا پایا اُس پر ایک پتھر غیر معدنی نصب تھا اور مجھے خبر دی گئی کہ یہ ازرق کی قبر کا سنگ مزار ہے اس اطلاع کا کوئی وزن نہیں مگر امکانات میں بڑی گنجائش ہے اس لئے میں خبر کو چھپاتا نہیں۔

قاسم کا قد و قامت اور لم یبلغ الحلم بلوغ کی حد پر نہ پہنچے تھے دیکھتے ہوئے یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ ایک نونہال جوانِ کامل پہلوان کو اُٹھا کر زمین پر پٹکے دو صورتیں ہیں اگر وہ اس وقت گھوڑے پر تھے تو امکان ہے کہ رکابوں پر زور دے کر کھڑے قد سے اُس کو اُٹھا کر پھینکا اور اگر اُس کو زمین سے اٹھانے میں قاسم کو گھوڑے سے اترنا پڑا ہو تو دشمن کو ید اللہی زور سے گیند کی طرح اوچھالا اور زمین پر گرتے گرتے اُس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور ایک تیسری صورت بھی عقیدت مندانہ جذبہ میں ممکن ہے حضرت علیؑ جب خیبر میں خندق کا پل بنا کر دروازہ ہاتھ سے روکے ہوئے مسلمانوں کو عبور کرا رہے تھے اور فوج نبوی نے اس طاقت کو حیرت سے دیکھا تو رسولؐ نے کہا تھا کہ علیؑ کے قدم دیکھو اس وقت وہ دوش ہوا پر تھے ہو سکتا ہے کہ قاسمؑ چھلانگ لگا کر بلند ہوئے اور دشمن کو پٹکا۔

فتوحات قاسمؑ

ایک تنہا بچہ کا لاکھوں کے سامنے جانا مبارز طلبی رجز احتجاج اگر فوج میں دم ہوتا تو پہنچتے ہی قتل کر دیتے مگر وہ رعب تھا بنی ہاشم کا اور بزدلوں پہ وہ سکہ جما تھا بہادری کا ہر ایک کو اپنی جان عزیز تھی سوچتے تھے کہ مقابلہ کیونکر ہو۔ لڑنے کون جائے یہ پہلی فتح تھی اس کے بعد شامی پہلوان جس کی پرورش آج ہی کے دن کے لئے خزانہ عامرہ سے ہوئی اُس کے چار بیٹوں کا قتل خود اُس کی بری طرح ہلاکت اور لن ترانی کو خاک میں ملا دینا مجموعی چھٹی فتح تھی اور افواج کا دوبارہ بارگاہِ امام میں حاضر ہونے کا موقع دینا ساتویں فتح آزادی اس کا نام ہے اور اختیارِ ذاتی مشیت سے توام ہیں قاسم گئے عرض کیا پیاس۔ قاسمؑ کا تو عظیم الشان اقتدار ہے کہ وہ یتیم بھائی کی یادگار داماد کارنمایاں اور اتنے فتوحات کے بعد بغیر سیم پر کسی زخم کے زندہ و سلامت آئے اگر اس موقع پر کسی کے گھر انہ کا سیہ فام غلام کارنمایاں کر کے پلٹتا تو در سے باہر تک نکل ہوتی عورتیں گھر بھر

کی یکجا ہو کر خیر مقدم کریں قاسم کر فاتحانہ میں گئے چچا نے سلام کرائی میں انگوٹھی دی وہ منہ میں رکھنے پہ تشنگی کا التہاب کم ہوا میدان میں آ گئے۔ یہ وقت ہے کہ علم دار لشکر پہ نگاہ کی وادا کی اپنی اولاد کو نصیحت تھی کہ دو رہے دور دشمن پہ نظر جائے پھر آگے بڑھے یہی وقت وہ ہوتا ہے کہ فوج کو یقین آنے والے مجاہد کی بشریت کا۔ اب کہاں تک طاقت رہے گی لشکر سمٹ آیا قاسم قلب لشکر میں صفوں کو توڑتے ہوئے گھسے۔ پیادوں کا مقابلہ ہوا جو بظاہر پسر سعد کے حفاظتی دستہ میں تھے۔ راستہ صاف کرنے میں سواروں نے چاروں طرف سے یلغار کی، ۲۰ زخم کاری جسم پر آئے خون بہا (از روضۃ الشہداء)

عمر بن سعد ازدی کے قریب سے گذرے اس شقی نے کہا قسم بخدا میں وار کرتا ہوں۔ ناقل کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا کیا خوب اللہ کی قسم اگر مجھے یہ طفل تلوار لگائے تو میں جواب نہ دوں جو لوگ گھیرے ہوئے ہیں وہی کافی ہیں اس نے پھر قسم کھائی کہ میں تلوار لگاتا ہوں سر پہ تلوار لگائی اور قاسم منہ کے بل گرے صاف ظاہر ہے کہ وہ شقی سامنے ہوتا تو قاسم چت گرتے شیث بن سعد نے نیزہ مارا جو پشت کے پار ہوا اور صدا دی کہ چچا خبر لیجئے! امام کو خبر تھی کہ وہ بزدل کم سن مجاہد سے اور انتقام لیں گے دوڑتے ہوئے جیسے باز شکار پر جھپٹتا ہے بالین قاسم پہنچے یتیم حسنؑ پہ وہ یلغار تھی کہ امام کو تلوار کھینچنا پڑی اور دیکھا کہ قاسم کا سر تن سے جدا کرنے کا ارادہ ہے تلوار مار کر اس کو روکا اور ہاتھ حضرت امام سے قطع ہوا اس نے فریاد کی اور یزیدی فوج اس کی مدد کو بڑھی اس ہنگامہ میں جسم قاسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوا اور وہ غبار بلند تھا کہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دامن گرد چھٹا تو امام سرہانے تھے اور بھتیجے سے معذرت کر رہے تھے خود جان برادر کی لاش اپنے سینہ سے لگا کر اس طرح قتل گاہ سے واپس ہوئے کہ پاؤں قاسم کے زمین پر خط دیتے جاتے۔

سوانح حیات شہزادہ قاسم جمعیت خدام عزا نے اپنے اہتمام سے مجلدات عبار کی جلدوں کا خلاصہ ۴۰ صفحہ پر شائع کیا جمادی الاول ۱۳۸۹ھ کی یہ پیشکش بھی مقبول ہوگئی۔

اولاد حضرت علیؑ قاسم بن حسن کی شہادت کے بعد امام مظلوم کے بھائیوں کا حال لکھنا تھا دامن قرطاس کی تنگی میں محققین کے تصورات اور اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے ابوبکر بن علی ابراہیم بن علی محمد بن الاوسط بن علی اور عبید اللہ بن علی کی شہادت میں شک کرنے والوں کی بنیاد پر تفصیل سے گریز کیا اور قوم کے روبرو اس عزت حاصل کرنے کو دُہرا کر برادران حضرت عباس میں یہ خادم دین ہیں۔

(۱۶۱) سوانح عون بن علیؑ اپنی پوری طاقت سے لکھ کر چار مرتبہ پیش کر چکا یہ انفرادی ہدیہ تھا اور العبد الصالح سوانح حضرت ابوالفضل بھی اُس معبود کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ منظر عام پر آئی جس میں [۱۶۲] عبد اللہ بن علی۔ [۱۶۳] جعفر بن علی دونوں صلبی حقیقی بھائیوں کا حال بھی ضمنی طور پر آیا اور حضرت عباس علمدار کے فرزند [۱۶۴] عبد اللہ بن عباس اور [۱۶۵] محمد بن عباس کی شہادت کا پتہ دیا۔

([۱۶۶] سوانح عثمان بن علی) حضرت عباس کے تیسرے بھائی پر اس سے پہلے انفرادی کتاب پیش کر چکا ہوں جس کی طبع دوم انشاءاللہ رحمت اللہ بکڈپو کراچی چھاپ رہا ہے۔

۱۶۷ فضل بن علی

یہ نام محرق القلوب کے فاضل مصنف کے قلم سے نظر آیا پہلے تو اولاد حضرت امیرؑ کی فہرست کتب تاریخ میں پڑھی اٹھارہ فرزندوں کے نام سیر میں موجود ہیں کچھ افراد کی صرف کنیت درج ہے اور نام کی صراحت نہیں اس لئے فضل بن علی نام نظر آنے سے ناامیدی نہیں کہ فضل نامی کوئی اولاد علی میں نہ تھا۔ علامہ ابوذر نراقی کی علمی عظمت ہم تسلیم کر چکے ہیں اس لئے جو نام نظر انداز ہوئے اُن سے اس انکشاف کو برتری حاصل ہے۔

یہ نام ہم کو اُس وقت ملا جب ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی کربلا میں جنگ دیکھ رہا تھا اور اس خونخوار دہقان کربلا کے مقابلہ کو عمر بن سعد نے غیر معمولی غصہ میں جب وہ مرد باخدا خود عمر بن سعد اپنے چچازاد بھائی کو جنگ کی دعوت دے رہا تھا ہاشم بن مقابل حلب کے نامور پہلوان کو کرنے کے لئے بھیجا اور ہاشم نے بڑی بہادری سے

حرب و ضرب میں اُس کا خون بہایا - اُس وقت کی عبرت ناک کیفیت اور فوجِ شام کی بزدلی کا مزید ثبوت یہ ہے کہ شمعون کے قتل پر آوازِ تکبیر لشکرِ امام حسینؑ سے بلند ہوئی یہ دیکھ کر نعمان لعین شمعون کا بھائی غضبناک ہو کر مع اُس کے رفقا ہزار سوار کے یکبار ہاشم پر حملہ آور ہوئے سبحان اللہ کیا شجاعت بہادری خدا نے انصارِ سید الشہداؑ کو عطا فرمائی تھی کہ اُس وقت ہاشمؑ مثل شیرِ غضبناک کے رجز پڑھتا ہوا اُن پر حملہ آور ہوا اور ہر طرف سے بضربِ شمشیرِ آبدار اُس جماعتِ اشرار کو قتل کرتا تھا اور سر نجس اُن کے بدنوں سے مثل برگہائے فصلِ خزاں کے گراتا تھا یہ حال دیکھ کر عمر سعد نے ایک ہزار سوار نعمان کی مدد کو بھیجے پس اُن اشقیاء نے ہجوم کرکے ہاشم پر حملہ کیا اور وہ دلاور بھی بحرِ جدال و قتال میں غوطہ زن ہوا۔ اور حضرت نے بھی اپنے بھائی فضل بن علی علیہ السلام کو مع دس انصار کے ہاشم کی مدد کو بھیجا اور ایسی تلوار چلی کہ لاشوں کے انبار لگا دیئے یہاں تک کہ وہ سب جاں نثار درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ (ترجمہ لمعات ج ۳ ص ۲۰) سیاق عبارت بھی بتاتا ہے کہ فضل شہید اور ۱۰ مجاہد بھی اُن کے ساتھ کام آئے مگر ہاشم دشمن پر کامیاب ہوئے اور نعمان اُن کے ہاتھ سے قتل ہوا بعد میں پورے لشکر کے حملے سے وہ درجہ شہادت پر پہنچے۔ ان دس اصحاب کے نام معلوم نہ ہونے سے افسوس ہے شمار نہیں کیا جا سکا۔

(۱۶۸) حضرت ابی الفضل العباس

عباسؑ شاہِ یثرب و بطحا کے ساتھ ہیں
ہارونؑ آج حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہیں

شیرِ خدا کے فخر حضرت عباسؑ کی عظیم شخصیت پر العبد الصالح آپ کی طویل سوانح حیات شائع کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد میں اس عنوان پر قلم اٹھانے میں تہیدست تھا کہ عرب کی مشہور شاعرہ خنساء بنتِ عمرو کا اپنے بھائی صخر کے غم میں یہ شعر کتاب مختصر معانی میں نظر آیا ۔

انوا قبح ابکاء علی قتیل
ولیت بکائک الحسن الجمیلا

ترجمہ: خواہر بھائی کی محبت میں اپنا سکون و قرار رخصت ہونے پر کہتی ہے جو قتل کر دیا

گیا ہو اُس پر آنسو بہانا قبیح ہے تو میں یہ دیکھتی ہوں کہ بھائی تجھ پر رونا جمیل ہے اس لئے کہ گریہ فعلِ قلب ہے دل پر چوٹ پڑتی ہے تو انسان روتا ہے پیغمبرِ خدا کا ارشاد کہ "شعر ایک حکمت ہے" ایسے ہی نتائج افکار کے لئے ہے۔ وہ آواز جو بلند ہوئی تھی کہ رونا بدعت ہے اور ورثہ کے آنسو بہانے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ اس شعر میں اس خودساختہ نظریہ کا پول کھولا گیا ہے اور میت منظر ہے کہ بھائی پر بہن رونے کا حق رکھتی ہے اور یہ ہمدردی اور ناشرِ فطرتِ انسانی سے مطابق ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ علیا مکرمہ زینب کبریٰ اور اُمِ کلثوم کو علمدار لشکر پر گریہ کا حق ہے۔

حضرت عباسؑ پر قلم اٹھانے والے انفرادی اور شخصی مدح نہیں کرتے اتحاد کی تصویر کشی کرکے بھائیوں میں محبت کا نمونہ پیش کرتے ہیں پانی پر قبضہ کرنے کے بعد لب تر نہ کرنا ہمدردی اور مواسات کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ ذاتی جمال کمال اور مجسمہ شجاعت ہونے پر امام کی اطاعت وہ سبق ہے جس سے محکوم کے فرائض اُجاگر ہوتے ہیں اور اصلاحی فردی کا عکس نظر آتا ہے بھائیوں بیٹوں کی قربانی سے صاف ظاہر ہے کہ پیشوا حقیقی وہی ہے جس پر جان، مال اور اولاد قربان ہو جائے۔

خدا ہمیں توفیق دے کہ ان نقوش کو اُبھاریں اور قربانی کے موقع پر عباسؑ بن سکیں بچوں کی بہبودی فلاحِ عالمی مسئلہ ہے جس کو عباسؑ سے بہتر کوئی فرد قوم انجام نہیں دے سکا۔ قول و فعل میں اتحاد علمدار سے سیکھو علم میں مشکیزہ محبوب سے ہے آن کے ضمیر کا جس کو یہ کہوں کہ فوجِ شام حربی اصول سے نابلد پڑی بے خبر تھی فنونِ جنگ سے عباسؑ کے نہر پر جاتے وقت مشک پر تیر برسانا تھے کر مشکیزہ بھرنے کے قابل نہ رہے پہلی فتح علمدار حسینؑ کی فوجوں کے پہاڑ توڑ کر فرات تک پہنچنا دوسری فتح مشک کو سالم رکھنا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہیبتِ علمدار سے فوج دم بخود تھی اور اُس وقت تک دریا پر سناٹا رہا جب تک مشک بھر نہ گئی۔

ہمارا قول فعل سے مطابق ہو اور کردار عمل کی تصویر ہو اُس وقت ہم وہ بندہ بن سکتے ہیں کہ ہمارا ذکر عالم بالا میں روحانیین کی زبانوں پر ہو زیارت حضرت عباسؑ میں ہے رفیع ذکرک فی اعلیٰ علیین۔ اے مجاہدِ اعظم آپ کا ذکر بہشت کے اونچے قصروں میں ہے علامہ شیخ عباس قمی سیرتِ علماء و مصنفین کے موافق حاشیۂ مفاتیح پر قلم مبارک سے نسخہ قرار دے کر "فی العالمین" تحریر کرتے ہیں۔ یعنے آپ کا ذکر العالمین میں ہو رہا ہے۔ اس جزوِ زیارت کو کتابِ خدا پر پیش کیجئے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا کی ربوبیت اور پیغمبر کی رحمیت جس جس عالم کے لئے رب العالمین اور رحمۃ للعالمین میں ثابت ہے اُس عالم میں عباسؑ کا ذکر بھی بلند ہے اور العالمین کا ترجمہ "دو عالم" غلط ہے جتنے عالم ہیں وہ کل شامل ہیں۔ عباسؑ تابع رسول ہیں اور قرآنی فیصلہ ہے کہ متابعت کرنے والا جس کی پیروی ہو اُس کا جزو ہے۔ فمن تبعنی فانہ منی عباس جزو محمدؐ جیسے سلمان اور ذاتِ محمدؐ سے وعدہ ہے۔ رفعنا لک ذکرک اس لئے ذکر عباسؑ ہر عالم میں ہو سکتا ہے۔ عالم کتنے ہیں اس کو سورۂ حمد کی تفسیر میں دیکھو۔

زین الدین بن عمر وردی کا قول اُن کی تاریخ میں ہے۔ مقاتل بن سلیمان کہتا ہے اگر للعالمین کی تفسیر ہو تو ہزار جلدیں ہوں اتنی بڑی کہ ہر جلد میں ہزار ورق ہوں[2]۔ ہر ستارہ ایک بستی ہے خلق خدا کی۔ خدا جس کا پالنے والا اور رسول جس پر رحمت ہیں اس عالم تک رسائی ابلیس کی نہیں پہونچتا اور کل کے کل آل کے عقیدت کیش ہیں۔ ناممکن ہے کہ حسینیت سے متاثر نہ ہوں جو حسینؑ کا سوگوار ہے وہ عباسؑ کے غم میں شریک ہے اور زیارت ذکر عباس کی بلندی کو واضح کرنے میں مستقل ثبوت ہے۔ اور عقیدت کیش شاعر کا یہ ارادہ ؎

ہم چاند پر حسینؑ کا غم لیکے جائیں گے
عباس نامور کا علم لے کے جائیں گے

تخیل شعری نہیں بلکہ وہاں عباس کا ذکر بلند ہے اور ذرہ ذرہ اس ذکر سے معمور ہے ؎

---

[1] مفاتیح الجنان چاپ نجف اشرف صفحہ ۵۴۵ [2] خریدۃ العجائب طبع مصر صفحہ ۱۹۳

کوثر با ایں سبب شدہ از شرم آب آب ۔ عباس تشنہ لب چو بدار البقا رسید

عباسؑ کے دوستدار کاش اُن کو پہچانیں وہ افتراق کے دشمن تھے اُنھوں نے اتحادِ ملت کی بھرپور حمایت کی۔ اُن کا ایک لقب کریم ہے اور کریم وہ ہے جو وعدہ پورا کرے۔ فرات سے پانی لانے کا وعدہ کیا تھا پلانے کا وعدہ نہ تھا فرات رفتہ رفتہ خود اُن کی قبر کے سامنے سے ہٹ گیا۔ رشتہ اخوت کو اس قدر مستحکم کیا کہ برادرانِ یوسف کی بیوفائی فراموش ہو گئی۔ خاتون جناں نے اپنا فرزند کہا۔ اُن میں باپ کی علمداری چچا کی شہادت ورثہ میں پائی وہ سکینہ کے سامنے ابوطالبؑ اور مصیبت زدہ کے لئے مشکل کشا تھا۔ منکر کے سامنے قہر الٰہی اور تیغ خدا ہیں جو آج بھی باطل کا خون پیا سکتے ہیں اور کائنات کے کسی گوشہ سے اُن کو پکارو تو مدد کرتے ہیں۔ دبدبہ عبد مطلب اور سطوت ہاشمؑ اُن کے نام میں پنہاں ہے۔ دوست و دشمن کو وہ پہچانتے ہیں اُن کی نگاہ سے شیروں کے زہرے آب ہوتے ہیں۔ وہ دین الٰہی کے تا ابد خدمت گذار ہیں اُن کا علم اتحادِ ملت کا ضامن ہے آج عباسؑ نہیں علم ہر گھر میں ہے سکینہؑ اپنی لحد میں آرام کرتی ہیں۔ اُن کا مشکیزہ علم سے جدا نہیں پیاسوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔

عباسؑ کے علم کی عظمت

دنیا کا پہلا انسان آدمؑ جس پہاڑی پر آئے تھے کوہ صفا کو شعائر اللہ میں شمار کیا اور خاتون اول حوا جس پہاڑی پر اُتری تھیں وہ کوہِ مروہ ہوئی عورت کو زبانِ عرب میں امراۃ کہتے ہیں یہ جمادات تھے۔ مکہ کی قربانی شتر کا نام بُدن اور وہ شعائر اللہ سے پہچانی گئی۔ نباتی جسم عصاء موسیٰؑ جس میں دیگر انبیاء اور موسیٰؑ کے ہاتھ میں رہنے سے عصمت کا پسینہ جذب ہوا تھا اللہ کی نشانی قرار پایا تو پھر سے حُنین تک جو علم حمزہؑ اور جعفرؑ اور شیر خدا کے ہاتھ میں رہا عباسؑ آخری علمدار کے ہاتھ میں پہنچ کر جو پھٹ گئے اس علم کی حفاظت میں وہ شعائر اللہ کیوں نہ کہا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ علم سے کبھی خون جاری ہوتا ہے کبھی پنجہ سرخ ہوتا کبھی پانی کے قطرے پائے گئے۔ تمام خوارق عادات سے قطع نظر کے (۱) لکھنؤ میں مذہبی سنی کے

کے علم پر باڈھ نالہ کی سڑک سے ہر سال نہ سہی تو بار بار حملہ کبھی ۲۰ صفر کے جلوس پر سنگ باری کبھی روزِ عاشور کے علم کو نہ گذرنے کے سامان چنانچہ دیوبندی مہاجر مولوی سید سراج الحسن نقوی راوی ہیں کہ حسبِ معمول سنگ باری، جلتی ہوئی انگیٹھیاں، بالائے بام کی ایک دیوار گرانا وہ واقعات ہیں جو ڈھکے چھپے نہیں۔ اس شورش پسند اہالیانِ محلہ میں قاری منصور احمد نامی طالب علم کا بیان ہے کہ میں بھی اس سڑک کی مسجد اہلِ سنت سے مخالفین عزا کے گروہ میں پتھر پھینک رہا تھا اور دفعتًہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر علم کا انتساب صحیح اور شریعت برحق ہے تو علم پر پتھر نہ لگے گا اور سکون و وقار میں فرق نہ آئے گا۔ سنگباری ترک کر کے میں دیکھتا رہا اور علم کی شان اٹھانے والے کے ثباتِ قدم میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ اس وقت سے دل میں نورِ ایمان کا جلوہ ہوا اور قریبی شیعہ ادارہ مدرستہ الواعظین سے جو ہمارے ادارہ دارالمبلغین[1] سے نزدیک ہے عزاداری پر کتابیں حاصل کیں اور مطالعہ نے اس نتیجہ پر پہنچایا۔ موجودہ مذہب بدلا اور صدقِ دل سے شیعیت کو قبول کیا یہ لاتعداد کوائف میں حال کا تازہ واقعہ ہے جو پوشیدہ نہ رہا۔

(۲) برصغیر کی کرامت کے بعد اپنے صوبے کے کوائف دیکھو سندھ کے علاقہ میں جو سربلند علم لگے ہیں وہ صیقل اور صفائی کے لئے ۲۸-۲۹ ذی الحجہ کو اتارے جاتے ہیں اور محرم کا چاند نظر آتے ہی نصب ہوتے ہیں ۱۹۷۶ء میں سنڈ محمد شاہ حسین پر متصل بیربلی کے علم اتارنے کی تجویز وہاں کے سُنی متولی کی نہ تھی بوجہ اس کے کہ وہ صیقل اور تنصیب کے خرچ ادا نہیں کر سکتا اور نہ کسی شیعہ سے اس مقصد میں چندہ لینا گوارہ ہوا اس تخیل میں کسی غیبی طاقت نے خود اس سے

---

[1] جدید عمارت ہے جو شکوہیت کی تبلیغ میں قائم ہوئی انجم یہاں سے نکلتا رہا جواب میں ہیبلہ زمن جاری ہوا۔ جب فرقہ وارانہ فضا پیدا کرنے میں حکومت نے بنا کیا تو آفتاب یہاں سے نکلا اور جولب میں "گمنہ منظر عام پر آیا۔

علم اُتر دیا اور علم کے سوراخ سے ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے سکہ کی ۲۹ روپے نقرئی برآمد ہوئے جو بالکل نئے تھے اور استعمال شدہ نہ تھے حاضرین میں یا عباس کے نعرے بلند ہوئے اور عزاداری کے تمام مصارف پورے ہوئے (ماہنامہ معرفت حیدرآباد سندھ بابت مارچ ۱۹۶۷ء مراسلہ شمیم نقوی ٹنڈو محمد خان صفحہ ۴۴) کہا جاتا ہے کہ جا بجا یہی علم صوبہ میں اسلام کی بقاء کے ذمہ دار ہیں۔ جو محمد بن قاسم نے اپنی یادگار چھوڑے ہمارے پاس ذرائع نہیں جو تاریخ مذکورہ کا تشیع ثابت کریں۔ مگر فتح سندھ ہونے پر مال غنیمت کی تقسیم[1] میں خمس کا اجرا اوّل دلیل ہے۔ مذہب حق کی۔

(۳) محرم سنہ ۱۳۲۰ھ بھارت کے زمانہ قیام کی اطلاع ہے کہ اس سال رسول پور سوہاں کے ایک دیہات میں علم سے خون جاری ہوا جس کے علل و اسباب میں ایک سبب یہ ہو سکتا ہے کہ خدام عزا میں کسی سے کوئی گستاخی ہوئی ہو اور مقام غضب میں حضرت موسیٰ کی ۹ نشانیوں کی طرح خون بن کر نظر آیا۔ اور ممکن ہے کہ یہ وجہ ہو شہادت حسینؑ کے بعد اُن پر آنسو بہانے کا موقع موت نے نہ دیا اور آقا سے پہلے شہید ہوئے یہ تمنا اُس وقت پوری نہ ہوئی تھی تو اُن کی طرف منسوب علم سے اشک خونیں ٹپک رہے ہیں اور وہ وقت گریہ حسینؑ میں شریک ہیں۔

صفین میں حضرت عباس کی موجودگی تو یقینی اور تاریخی حقیقت ہے مگر یہ کہ آپ نے جنگ کی یا نہیں۔ بعض اہل علم آپ کے دو مرتبہ حرب و ضرب کی نقشہ کشی کرتے ہیں۔ اشرف العلماء سید ابوالحسن صاحب مرحوم صدر الافاضل جو اجتہاد حضرت ملا زاد المعاد رح میں تھے اپنے مطبوعہ مقالہ میں کہتے ہیں:۔

کربلا کی جنگ کے پہلے حضرت عباس کے بے نظیر جہاد کی حیرت انگیز تصویر دیکھنا ہو تو میدان صفین کی تاریخی اور اہم جنگ کے اوراق پڑھیں تو حضرت

---

[1] تاریخ پاک و ہند از ڈاکٹر ریاض الاسلام لاہور صفحہ ۲۰۶

عباسؑ کے بہادرانہ مقاتلوں کی اپنے حریف سے چند تصویریں نظر آئے گی۔

حضرت عباسؑ نے صفین میں شجاعت و بہادری کا مظاہرہ ایک مرتبہ نہیں کیا پہلی مرتبہ اپنے مربی بھائی آقا کی معیت میں جنگ کی دوسری بار تنِ تنہا جنگ کی اور عراق و شام کے بہادروں کو اپنی شجاعت اور فنِ سپہ گری کے کمال سے محوِ حیرت بنا دیا۔ کبریت احمر جلد ۳ صفحہ ۲۷ میں ہے کہ لوگوں نے دیکھا حضرت امیرؑ کے لشکر سے ایک نوجوان نکلا جس کے چہرہ پر نقاب ہے سطوت و ہیبت اس کے سر پر چتر لگائے ہے قوت وطاقت و شجاعت ہے۔ سِن اُس کا تقریباً سولہ برس کا ہے۔ جب میدان کارزار میں آیا دشمن کے لشکر کو آواز دی ہے تم میں کوئی ایسا جو میرے مقابلہ کی طاقت رکھتا ہے تلوار اور نیزہ زنی کے کمالات دیکھے اور قتل ہو یا قتل کرے۔ لشکر معاویہ سے کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی اور کوئی اس سے لڑنے کے لئے سانس ڈکار نہ لیتا۔ معاویہ نے ابوالشعشاء سے اس جوان کے مقابلہ کو کہا اور ترغیب دی وہ بہت ہی قوی ہیکل شام کا مشہور بہادر تھا ابوالشعشاء نے کہا اہالیان ملک شام مجھ کو ہزار سواروں کے برابر سمجھتے ہیں میں اس سے لڑوں میری ذلت ہے تم کہتے ہو تو میرے سات بیٹے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھیج دو۔ معاویہ جانتا تھا کہ ساتوں بیٹے اس سے لڑ کر قتل ہو جائیں گے تو پھر اس کے فطری جذباتِ محبت خود اُس کو بیٹے کا بدلہ لینے کے جوش میں نقاب پوش سے مقابلہ کے لئے کھینچ لے جائے گی اور ممکن ہے کہ یہ اُس پر فتحیاب ہو۔ معویہ نے اُس کی بات مان لی اور اُس کے بیٹوں میں سے ایک گیا اور نقاب پوش کو اُس کے قتل کرنے میں آنکھ جھپکنے کی بھی دیر نہ ہوئی قتل کیا اور چھ بیٹے ایک ایک جانے لگا اور نقاب پوش کی تلوار سے ایک ایک کا سر کٹنے لگا۔ باری باری ساتوں بیٹے قتل ہو گئے جو معاویہ کے کہنے سے نقاب پوش سے جنگ کرنے نہ گیا۔ اب وہی مغرور اور بے ادب بدلہ لینے پہنچ گیا۔ مگر اللہ ری نقاب پوش کی شجاعت اور قوت وطاقت کہ سات پہلوانوں کو قتل کر کے بھی تھکن نام کو نہیں وہ اسی طرح چست و چالاک تھے۔ ان ساتوں کو وہ کچھ

سمجھا اور نہ اُن کے باپ کو جس پر اہل شام کو ناز تھا اور مرحب و عمر کا جو ثانی تھا کا پہونچا تھا کہ اسی انداز شیرانہ سے تلوار چلی اور بجلی کی طرح سر بدن سے جدا کرتی نکل گئی یہ ہزار سواروں کی طاقت رکھنے والا بہادر جب قتل ہوا اور ساتوں کی طرح خاک مذلت پر گرا تو اب شام کے قریب کار لشکر پر خوف اور دہشت کا مکمل تسلط ہو گیا نقاب پوش کے خوف سے سینوں میں سانس رک رک کے چل رہی تھی منھ سے کسی کے کوئی بول نہیں نکلتا تھا۔ حضرت امیرؑ کے لشکر کو اس وقت تک اس کے بہادرانہ انداز سے حیرت رہی جب تک اس کے چہرۂ نورانی پر نقاب کی بدلی رہی اور اُنہوں نے اس کو پہچانا نہیں۔ جب کوئی جنگ کرنے دشمن کی فوج سے نہ نکلا تو واپس آیا۔ حضرت علیؑ نے اپنے نزدیک بلایا چہرہ سے نقاب اٹھائی تو پہچانا کہ یہ عباس قمر بنی ہاشم ہیں ـــــــ حضرت عباس لشکر امام میں ایسے بہادر تھے کہ باوجود علی اکبر ایسے شجاع کی موجودگی میں علم داری کا منصب اور سقایت کا عہدہ امام کی بارگاہ سے حاصل کیا ـــــــ

جب اہل کوفہ کی پوری ۳۰ ہزار فوج نے حملہ کیا تو اس حملہ میں پچاس اصحاب و انصار شہید ہو گئے۔ تب امام کے جاں نثاروں نے دو دو ل کے حملہ کیا جنگ ہوتی اور شہید ہو جاتے۔ اب یہاں سے تاریخ طبری جلد چھ کو پڑھیں عمرو بن خالد سعد، جابر، مجمع ان چار بہادروں نے مل کر کوفہ کے لشکر پر حملہ کیا اور اُنھوں نے بھی اکٹھا ہو کر اُن کی مدافعت کی اور ان چاروں ساتھیوں کو الگ الگ ہو جانے پر مجبور کیا امام نے جب اس منظر کو دیکھا کہ وہ چاروں بہادر الگ ہو کر جنگ کر رہے ہیں تو مولا نے عباسؑ سے فرمایا کہ تم جا کر ان کی مدد کرو حضرت عباسؑ تن تنہا گئے اور چاروں جوانوں کو اپنی تلوار کی پناہ میں لے لیا۔ مگر چوں کہ وہ بہت زخمی ہو چکے تھے اور حضرت عباس نے جن کو اپنی تلوار سے بھگایا تھا وہ بھی پلٹ پڑے اور یہ چاروں مجاہد شہید ہوئے۔ ان چاروں بہادروں کو محاصرہ میں لے کر جو حملہ دشمن پر کیا اُس کا کس قدر عظیم زور ہوگا۔

تلوار بجلی کی طرح چمک کر خرمنِ حیاتِ دشمن کو خاکستر کرتی اور چلبلا
نیزہ اپنے مقابل کے سینہ کے پار ہوتا رہا۔ روزِ عاشورہ اُن کی جنگ کی عکاسی
(کہاں ہو سکتی ہے) علیؑ کے شیر حسینؑ کے علمدار اور قوتِ بازو نے جو جہاد
کیا اُس کی تصویر کشی نہ بڑے سے بڑا قلم کار کر سکتا ہے نہ کوئی طرار مقرر بیان
کر سکتا ہے۔ تین دن کی بھوک اور پیاس میں دشمنوں کو شکست دے کر نہرِ فرات
کو فتح کر کے مشکیزہ بھر کے چلّو سے پانی پھینک کر قصرِ اسلام کو نفاق کی تیز آندھی
سے بچا لیا۔ ہاں ہاں عباسؑ اگر نہر پر قبضہ نہ کرتے تو حسینؑ کی کبھی ظاہری فتح اتنی صبح
کربلا سے جلوہ گر نہ ہوتی۔ اس فخر و مایہ نازِ شیرِ خدا کے اپنے شیرانہ حملوں سے دشمنوں
کے چار ہزار کے پہرہ دینے والے فوجیوں کو جس وقت اُن کے خلافِ اُمید شکست
فاش دی ہے جب کہ اُنھوں نے اس یقین اور گھمنڈ پر یکبار کی چار ہزار تیروں کو
چلّہ کمان میں جوڑ کر اُڑایا تھا کہ عباسؑ ان ہوا باز پرندوں کے پروں کی ہولناکی
تیز آندھی میں اُڑ جانے والے تنکے کی طرح پاش پاش ہو جائیں گے۔ لیکن جب قوتِ بازوئے
حسینؑ نے اپنے زبردست عزم وارادے اور پہاڑ سے قلب و جگر کے ساتھ اپنے چمکدار
نیزہ کی انی سے چھید چھید کر پھینکنا شروع کیا تو اُنھیں اپنے خیال کے برعکس ہونے
کے یقین نے سامنے آن کر موت کی بھیانک صورت دکھائی پھر تو وہ اس شیر
درندہ سے روک نے کی ہمت چھوڑ بیٹھے اپنے زخمی اور قتل ہو جانے والے سپاہیوں
کو چھوڑ کر نہر کے کنارے زہرے آب آب ہو گئے۔ پتے پھٹ گئے گھبراہٹ بلکہ
پھڑ پھڑانے لگے۔ کلیجے منہ کو آنے لگے۔ اس شیرِ خدا کے شیر سے سب بھاگے
اور لومڑیوں کی طرح بھاگے ایسا بھاگے کہ گھاٹ پر سوائے عباس کے کوئی
ان میں کا زندہ نہ رہا۔ عباس نے جب ساحل پر قدم رکھا ہوگا تو دریا میں مسرت
کی لہر آئی ہوگی۔ موجوں نے اُٹھ کر استقبال کیا ہوگا۔ دریا کی روانی نے چادرِ
آب بچھائی ہوگی حبابوں نے آنکھوں سے قدم چومے ہوں گے۔

حسینؑ اور اُن کے پیارے بچوں کے پانی پلانے کو گھاٹ چھیننا ہے سقایت کا

ادا کیا ہے۔ سقہ کا کام پانی بھر کر لانا ہے پلانا نہیں تشنہ دہن حسینؑ اور تشنہ جگر
بچوں تک پہنچا نہ سکا" انتہیٰ۔

برادر عزیز حسن کو اُن کی زندگی میں سلمہٗ لکھتا اب اُن کے زور قلم قوت فکر کے تحفظ کو دیکھتے ہوئے یہ مقالہ بطور اقتباس پیش کیا ورنہ العبد الصالح سوانح عباس ورق ۴۳ میں جو ناچیز راقم نے اس خلوص دین کی تحقیق کی تھی وہی اب بھی ہے۔ شرائط جہاد میں بلوغ ہے اور صفین میں شہزادہ نابالغ تھا اس لئے شرکت تسلیم مگر ان کا جواب ہیں راوی کا یہ کہنا کہ سولہ برس کا سن معلوم ہوتا تھا۔ واقعہ نگار کی رائے اور ہاتھ ڈیل جوان کے دیکھ کر تخمینہ ہے کوئی واقعہ نگار کسی کے تذکرہ میں اس کا سن پیدائش درسیا نہیں کرسکتا۔

۲۶ھ میں حضرت عباسؑ کی ولادت اور صفین کی جنگ ۳۷ھ میں شروع وہ حقائق ہیں جن سے انکار نہیں ہو سکتا۔ فاضلانہ تحریر میں جو درجہ شجاعت ظاہر ہوا ہے وہ حرف بحرف تسلیم ہے۔ جب نابالغ قاسمؑ تین دن کی بھوک پیاس میں ازرق اور اس کے بیٹوں کو قتل کر سکتے ہیں تو عباسؑ سیر و سیراب اور یتیم نہیں باپ کی موجودگی طاقت پشت و پناہ ہے یقیناً وہ آٹھ پہلوانوں کو قتل کر سکتے ہیں مگر شکوہ مصنف کبریت احمر سے ہے۔ اُنھوں نے محیط مولانا میں صرف یہی لکھا کہ آپ آیا اور قتل ہوا کچھ تو تفصیل کی ہوتی۔ علوی آئین جنگ یہ نہ تھی کہ ابتدائے جنگ ہو حضرت عباسؑ ضرور بالضرور قانون پر رہتے اُس کے حملہ کئے بغیر ہاتھ نہیں اُٹھایا سیرت نگار کو حسن و قبیح کا خیال رہنا ضروری ہے اس لئے یہ چند عذر علم دار کی بلند و بالا سرکار میں بصد ادب پیش ہوئے۔

مرحوم مولانا سید مجتبیٰ حسن کامون پوری متعلم جامعہ ازہر مصر اپنے مقالہ "قمر بنی ہاشم" کی تجلیاں میں لکھتے ہیں۔ حضرت عباسؑ کے عاشورہ کے دن چند درجہ تاریخ کے کمال تک پہنچ گئے ہیں جو محفل معرفت و اخلاق و ادب کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ تین دن کی بھوک پیاس میں جب وہ مشکیزہ بر دوش فرات پر پہنچ گئے اور پانی پر اُن کا قبضہ ہو گیا

اور مختلف تقاضوں میں کشمکش ہوئی پیاس کی شدت لب تر کرنے پر مصر تھی علم و معرفت و وفا کا تقاضہ تھا کہ امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کی سیرابی کے بغیر آبِ حیات بھی زہرِ قاتل تھا۔ اس کشمکش میں حضرت عباس نے اپنے عزمِ صمیم کا ذکر اپنے رجز میں کیا ہے فرماتے ہیں اے نفس تو حسینؑ کے بعد ذلیل ہو جائے گا خدا نہ کرے تو اُن کے بعد باقی رہے دیکھ یہ حسین موت کے چشمہ پر اُترآئے ہیں کیا تو خیریت پانی پی لے گا۔ خدا کی قسم نہ میرے دین کا تقاضا ہے نہ سچے یقین والے کا دین اور یقین دونوں کے تقاضے حضرت عباسؑ کو قربان گاہ میں لائے تھے اور یہی تقاضے انھیں پانی پر پورا اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد بھی لب تر کرنے سے روک رہے تھے بلکہ فرزندِ رسول امام عصر اور ناخدائے ملت بھی جانتے تھے اور وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے کہ امام کے نصب العین کی حمایت میں اپنا سب کچھ کھو دیں ان کی دینی معرفت ان کا پختہ یقین قربانی کے سعی میں اُن کے مددخواں تھے وہ اسلام کے اس تقاضہ کو پوری طرح سمجھتے تھے۔ یقین کے تمام مراحل وہ طے کر چکے تھے یقین کے آئینہ میں خدا حاضر و ناظر دکھائی دیتا ہے۔ اب وہ اس منزل پر نہیں تھے کہ دھویں کے مشاہدہ پر آگ کے وجود کا یقین بھی ہو باطنی آنکھیں ان کی اتنی روشن تھیں کہ انھیں حقیقت بے نقاب نظر آ رہی تھی اُن کا علم حق الیقین کے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ گیا تھا حق الیقین ہی کے معنے میں اُنھوں نے اپنے رجز میں یقین صادق کی اصطلاح اختیار کی جس طرح آگ کے وجود کا یقین اُس کو چھونے سے ہوتا ہے اتنا ہی اسلام کی سچائی اور امام حسین کے حق پر ہونے کی یقین و قطعی علم تھا انسان جب یقین کے سب درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو اُس میں قوت قدسیہ پیدا ہوتی ہے اُس کے عقیدہ میں قیامت کا رسوخ و استحکام پیدا ہو جاتا ہے اس کی قوت عمل میں بے پناہ جوش پیدا ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رجز حضرت عباسؑ لختِ جگر ہیں آپ اپنی عزم

موت سے بے خوفی حق سے محبت عقیدہ سے خلوص ان میں ہر ایک ایسی چیز ہے جو اجنبی ذہن کو اپنی طرف توجہ کر لیتی ہے یہ سب باتیں پوری قوت کے ساتھ رجز میں اُبل رہی تھیں یہ رجز اس وقت برجستہ لب پہ آ گئے تھے جب وقت تکلیف کے لئے ہوش و حواس بھی ساتھ نہیں دیتے بڑی سچائی اور بے لوث عقیدت ہی لب پر آ سکتی ہے وہ جب رزم گاہ میں آئے تو انھوں نے فولادی عزم اور دل کے آخری حصہ میں اُتری ہوئی عقیدت سے چھلکتے ہوئے رجز پڑھے میں غالب تر اور عظیم تر خدا کی قسم کھاتا ہوں میں مقام حجوں و زمزم کی سچی قسم کھاتا ہوں حطیم اور کعبہ کے مقدس صحن کی قسم کھاتا ہوں کہ امام اہل فضل و کرم قدیم حرمین شرف کے مالک حسینؑ کی راہ میں میرا جسم میرے خون سے رنگین ہوگا۔

(مقتل الحسینؑ خوارزمی ص۲۹ مطبوعہ نجف)

جب جنگ شروع ہوئی اور دشمن نے اُن پر حملہ کیا اور انھوں نے بھی جوابی حملہ کیا اور یہ رجز پڑھے :- میں موت سے نہیں ڈرتا جب موت نعرے لگاتی ہے جب تک میں لڑتے لڑتے خاک میں نہ چھپا دیا جاؤں میری جان پاک و پاکیزہ بزرگ حسینؑ پر فدا میں عباسؑ ہوں۔ مشک بر دوش جاتا ہوں اور جنگ کے موقع پر موت سے نہیں ڈرتا

(مناقب ابن شہر آشوب ج۴) فاضل دربندی نے تین مصرعہ اور بھی لکھے ہیں میں جنگ کے موقع پر صابر و شاکر رہتا ہوں اگر کوئی دشمن سامنے آجائے تو اُس سے ڈرتا نہیں بلکہ اُس کے سر پر تلوار مار کر اُسے شکستہ کر دیتا ہوں۔

حملہ سے آپ کے فوج دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اسّی آدمی تلوار کی زد میں آئے۔ فرات پہ پہنچ گئے۔ ایک چلو پانی دریا سے لیا پھر پھینک دیا مشک پانی سے بھر لی تشنہ لب بچوں کی پیاس بجھائیں گے۔ دشمن نے

ہر طرف سے گھیر لیا۔ جوابی حملہ کیا۔ نوفل بن ارزق یا زید بن ورقہ نے تلوار ماری داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ بائیں کاندھے پر مشک رکھی بائیں ہاتھ سے دشمن پر حملہ کرنا شروع کیا اس وقت یہ رجز زبان پر تھا۔ اگرچہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا۔ بخدا میں ہمیشہ اپنے دین کی حفاظت کروں گا اور یقین صادق رکھنے والے امام طاہر و امین ہی کے نور کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ پھر نوفل یا حکیم بن طفیل نے ایک درخت کی پشت پر چھپ کر تلوار سے بائیں ہاتھ کو بھی کاٹ دیا۔" انتہٰی

دیاس دیو سمرا بیرسٹر دہلی روز عاشور وجود آپ کی اطلاعوں پر اپنے جوابات میں لکھتے ہیں۔ دوسری گواری جو پانی نہ ہونے پر دی وہ علمدار حسینؑ کی تھی۔ اگر خیام حسینؑ میں ذرا بھی پانی ہوتا تو یہ جری سوکھی مشک لے کر دریا کی طرف نہ بڑھتا اور پانی لانے کے لئے اپنی جان راہِ خدا میں قربان نہ کر دیتا۔

فرات سے کافی چل کر خیمہ کی راہ میں علم گرا۔ عورت ہوں یا مرد ہر دیکھنے والے محب کا دل ٹوٹا۔ امام مظلوم نعش تو نہ لا سکے علم لے کر بھائی کے بائیں سے اٹھے اور حمزہ و جعفر کی یادگار عورتوں کے سپرد کی۔ مردوں میں کوئی نہ تھا خیمہ میں علم کی آمد پر وہی تلاطم ہوا جو لاش آنے پر ہوتا۔ دشمن سمجھا کہ ہم نے اس علم رسول کو جو خیبر میں بڑے فخر سے دیا گیا تھا آج سرنگوں کیا۔ مگر دس محرم کو علم کا خاک پر گرنا پیام تھا کہ دوستوں کی ہر بستی، عزاداروں کے ہر جتھے سوگواروں کے جلوس میں انتشار رہے گا اور طالبانِ حق کا کوئی احتجاج خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے کیوں نہ ہوں علم کے بغیر کامیابی سے دوچار نہیں ہو سکتا۔ ظاہر تو یہ کہتا ہے کہ علم دشمن کی لوٹ کے سامان میں فوج شام کے وقتی قبضہ میں ہوگا مگر باطنی حقیقت یہ ہے کہ وہ تبرکات امامت میں شامل ہو کر امام زمانہ کی سرکار میں روز ظہور قائم آل عبا نکلنے والا ہے۔

لے رضا کار سید الشہداء نمبر ۱۹۹۳ء ص: ۱۲

اس عنوان کے خاتمہ تحریر پر یہ عرض کرنا رہ گیا ہے کہ اسپ دو رکابہ پر سوار ہونے والا علم دار فوج جس کے قد و قامت کو بلوغ کے پہلے دیکھنے والے سولہ برس کا جوان کہتے تھے اور امام زین العابدینؑ کا ایسا اُصول نوازپیکر عدل وسعت زمین کے باوجود اپنے چچا کی جو قبر بنا تا ہے وہ لمبان میں معمول کے اندر ایسا کیوں ہے اس مشکل کو بحر العلوم نے حل کیا ہے۔

جب وہ صاحبزادہ کے ساتھ زیارت کیلئے گئے تو دور اندیش جوان نے عرض کیا کہ قبلہ عباسؑ تو اس قدر بلند قامت تھے کہ جب اسپ دو رکابہ پر سوار ہوتے تو پائے مبارک زمین پر خط دیتے جاتے اس کا کیا سبب ہے قبر تو بہت چھوٹی ہے۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بعد شہادت پوری لاش دفن ہوئی۔ نہیں بلکہ چند استخوان اور بعض ٹکڑے جسم کے ملے تھے جو سید سجادؑ نے دفن کئے۔"

عماد الدین حسین اصفہانی نے تاریخ جغرافیہ کربلا میں ظاہر کیا ہے کہ حضرت عباس کے قاتل کو جس نے حکومت مختارؒ میں قتل کیا وہ ایرانی شخص تھا یہ قابل فخر اتفاق ہے۔

حضرت عباس کی حاضری پر مولی اور پیاز کے لختے برسہا برس سے ہوا کرتے ہیں۔ جس کا راز کنگ جارج اسپتال کے دو ماہرین مسٹر این این گپتا پروفیسر آف مڈیس اور مسٹر ایم ایل ملہوترہ پروفیسر آف پیتھالوجی نے بتایا ہے کہ کھانے کے ہمراہ کچی پیاز کا استعمال انجماد خون اور نس کے نتیجہ میں قلب اور دماغ کے شریانوں میں تقلص کو روکتا ہے (جنگ کراچی مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۲ء)۔

(۱۶۹) ٹیرا رمان شاہزادہ۔ امام زادہ علی اکبرؑ

جوان بیٹے کے غم میں رونا۔ علامہ رازی صاحب تفسیر کی بیقراری

زلفیں بڑھیں پیچ اٹھانے کیواسطے بھیگی مسیں ہوئیں نہانے کیواسطے (دبیر عشق)

ہاشمی مجاہد کی عظیم شخصیت اور جوان رعنا کی ذاتی خصوصیت میں اس بحث کو چھیڑ کر زیادہ

بعد قصہ میں کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ پہلے شہید ہیں بنی ہاشم میں یا آخری قتیل۔ اور یہ کہ وہ امام زین العابدین سے سن و سال میں بڑے تھے یا چھوٹے زیارت میں اولیت کے طرۂ امتیاز نے ارباب تحقیق کو دعوت دی کہ وہ پہلی فرصت میں اولادِ ابوطالب میں اُن کو شہیدِ اوّل مان لیں اس سبقت کو تسلیم کرنے میں واقعہ کربلا جن شبہات کی نذر ہو جاتا ہے اس کا جواب کوئی دیدے تو ہم سرِ تسلیم خم کریں اور اس طیقہ کی تائید و تقلید کرتے ہوئے گذر جائیں۔

شاہزادہ کے ذکر میں عام شہرت کی بنیاد اُن کا ہیجدہ[۱۸] سالہ ہونا قد لوا کا بھی تصریح پر زبان زد ہے اور سپاہِ قلیل کے آخری نبرد آزما تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس شہرت پر ضرب لگا کر سیرت کو اختلافی قرار دیں۔ لہذا گذارش ہے کہ اُن کو پہلا شہید اس نظریہ کی بناء پر کہا تھا کہ اپنی حقیت کی بناء پر امام یہ نہیں چاہتے کہ بھتیجے بھانجوں بھائیوں کو پہلے کٹوادیں اور اپنی اولاد کو بچا ئیں۔ اس لئے علی اکبر کو پہلے بھیجا اس اجتہاد میں۔

(۱) وہ اعزاز جن کی وفا کو جملہ اصحاب علیؑ و نبیؐ سے برتر قرار دینے میں نصِ امامت اَوثَق من اصحابی موجود ہے اُن کی برتری ختم ہوئی جاتی ہے۔ علیا مکرمہ حضرت زینبؑ کے بیٹے دیکھتے رہتے ہیں اور علی اکبر خون میں نہاتے ہیں عباسؑ کا ایسا پیکرِ وفا چچا بھتیجہ کی لاش آتے دیکھے اور خاموش رہے۔

(۲) تو کیا شاہزادہ کی لاش آنے پر پوری اولادِ ابوطالب کا تعاون لحد مشایعت کا بھی کسی تاریخ و حدیث میں پتہ ہے یا سناٹا ہے۔

(۳) علی اکبر کی شہادت میں سُنّی اور شیعہ مقاتل یا مورخ سب نے یکزبان ہو کر لکھا ہے کہ لاش آتے وقت دشمن نے ایک حملہ کر کے کئی بچوں کو ذبح کر دیا کیا حضرت عباس کی محیر العقول بہادری پر داغ نہیں آتا کہ اُن کے سامنے بچے قتل ہوئے اور بقول تمھارے دیگر جوانانِ بنی ہاشم اور کوئی فوج کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

(۴) شہادتِ علی اکبرؑ پر سراسیمگی میں جو بچہ خیمہ کے باہر آگئے تھے اور بعد میں بیدردی سے ذبح ہوئے انھیں سے امام نے کہا تھا کہ احملوا اخاکم بھائی کا جسد (مجروح) اُٹھاؤ۔ اگر جوانان بنی ہاشم میں کوئی باقی ہوتا تو کہنے کی ضرورت نہ تھی وہ خود نعش لاتا۔

ہم بہت پہلے اوّل کے معنی بتا چکے ہیں کہ نوعیت قتل کے لحاظ سے علی اکبر پہلے شہید ہیں جسم کے ٹکڑے (اربا اربا) ہوئے۔

(۵) شہادت علی اکبرؑ کے موقع پر بطیقہ حضرت زینبؑ کے خیمہ سے نکلنے پر انکار کرتا ہے ہمیں معلوم ہے اور ہم ثانی زہراؑ کا نکلنا بچوں کو قتل گاہ میں پہونچنے سے روکنے کے لئے واجب قرار دیتے ہیں وہ شدت غم میں خیمہ کے باہر نہیں آئیں۔ بلکہ بچوں کو بچانے کے لئے خیمہ سے باہر ہوئیں لہٰذا وہ تمام راوی جناب زینبؑ کے حفظ مراتب کے خلاف قلم اٹھانے کے الزام سے بچتے ہیں اور خدمات حضرت عباسؑ پر بھی پانی نہیں پھرتا کہ اُن کی موجودگی میں باعظمت بہن خیمہ کے باہر آئیں یہ جو کچھ ہوا اُس وقت انصار و اعزا میں کوئی نہ تھا۔ وہ شہادت میں ثانوی درجات پر ہوتے ہوئے اوّل شہید اسی طرح تھے جیسے ایمان میں خدیجہ کبریٰ سابق اور اُن کی اوّلیت حضرت امیر المومنین علی مرتضٰے کی مسابقت میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتی۔ سید العلماء کو خود یہ حقیقت تسلیم ہے مگر وہ غلط فہمی میں فقرہ نہایت سے مرعوب ہیں۔ اُن کی لفظیں ملاحظہ ہوں۔ لما نظر الی وحدۃ ابیہ تقدم الیہ وھو علیٰ فرس لہ یدعی ذا الجناح۔ اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار کی تنہائی کو دیکھا تو آگے بڑھے اور وہ اپنے خاص گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام ذوالجناح۔ شہداء کربلا حصہ سوم مطبوعہ سرفراز پریس لکھنؤ طبع ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ص ۲۵ سطر ۴ تا ۷)۔

وحدت تنہائی جب تسلیم ہے تو وہ سترہ جوانان بنی ہاشم شہید ہو چکے تھے۔ اور کوئی نہ تھا یہی ہم بھی کہتے ہیں۔

اس خادم دین کے لیئے جس نے فضل ایزدی سے شہدائے کربلا پر ۴۰ کتابیں لکھیں اور یہ پس منظر ہدیہ پیش کش ہے۔ قوم کا تحت الزام ہونا چاہیئے کہ علی اکبرؑ پر کتاب کیوں نہ لکھی یہ مطالبہ صحیح نہیں۔ جب اس خدمت کا احساس قائم ہو رہا تھا تو میرے تلامذہ اس تحفہ کو ترتیب دے کر فارغ ہو چکے پھر بھی مجھے ندامت ہے کہ اگر قلم اٹھاتا تو پانچ سو صفحہ چاہیئں تھے۔

وہ مذہبی و تحقیقی لحاظ سے کراچی کے دور ہجرت میں شاہزادہ کی سیرت پر جیسے سواد ذاکرین نے خامہ فرسائی کی تھی اس کے جواب میں ۳۹ ویں کتاب لکھ چکا اور یہ ثبوت اس سلسلۃ الذہب کی سنہری کڑیاں ہیں جو قوم کے سامنے آخری بار پیش ہو رہے ہیں اور میں قوم کو اس وقت اس حال میں پاتا ہوں فَتَنَشَّدَ رَبِّہٖ قوماً لُدّا۔ پیغمبر اس جھگڑالو قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ (سورۂ مریم آخری رکوع) باہمی اختلافات مسلمانوں کو ختم کر رہے ہیں۔

ولادت آئینہ تصوف غیر شیعہ صوفی محقق کا بیان ہے کہ علی اکبر ہم شکل پیغمبر فرزند امام بتاریخ ۱۸ ماہ محرم ۳۳ھ مدینہ میں متولد ہوئے۔ جد اعلیٰ سید العلماء علیین مکانؒ نے بھی مجالس مفجعہ میں ان کو آخری مجاہد قرار دیا ہے اور حضرت عباس کی شہادت کے بعد ان کا ذکر فرمایا ہے اور جناب کے قلم کی یہی صراحت ہے کہ فوج شام نے ان کو امان دینا چاہی تھی یزید سے ننھیالی رشتہ کی بنا پر اور شاہزادہ نے یہ بھی جواب دیا تھا کہ رسولؐ خدا سے قرابت ونسبی رابطہ کی رعایت زیادہ حق رکھتی ہے۔ یزید سے رشتہ پر[1] اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ تھی کہ رجز میں شاہزادہ نے جد فاسد کے رشتہ کو نظر انداز کیا۔ اور علوی و ہاشمی ہونے پر فخر کیا۔ ہم نے اس رشتہ کے اظہار کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی تھی مگر جب ننھیالی خاندان منظر عام پر آیا تو فوج یزید کی انتہائی درندگی اور ظلم و ستم کا مجسمہ ہونا ثابت ہوتا ہے کہ وہ ابو سفیان کے کنبہ کا نواسہ ہونے ہی کا کچھ خیال کرتے اور قتل پر

[1] مجالس مفجعہ صفحہ ۲۲۷

اکتفا ہوتی جسم کے ٹکڑے نہ کرتے یا لاشوں کی پامالی کے حکم پر کوئی علی اکبر کی لاش اٹھانے کا ارادہ کرتا اس بھی جانے دو عمرو بن سعد نے جب اپنے مقتول دفن کیئے تھے تو علی اکبر بھی اس کے ہاتھ سے دفن ہوتے تو کون مانع تھا۔

بن بیاہا شہید حلب کا رشتہ

مرقومہ بالا تمہیدوں کے بعد ایک عظیم شخصیت پر قلم اٹھانے میں بڑا اہم پہلو ہے یہ کہ وہ شادی شدہ تھے یا کنوارے اس مسئلہ کو ہم جمعیت کے پیشکش نمبر ۳ میں[1] ازالہ غلط فہمی کے ساتھ آئینہ کی طرح صاف کر چکے ہیں کہ ام لیلےٰ کا لال ناشاد و نامراد تھا اور شبیہہ پیغمبر کی منگنی کا تاریخی حیثیت سے کوئی وزن ہے یا نہیں۔

انسانی زندگی کے پیش آنے والے حالات میں جوان بیٹے کا مرنا بڑی مصیبت نہیں سلف سے آج تک کتنے گھر بے چراغ ہوئے اور ماں باپ آٹھ آٹھ آنسو روتے رہے اشک فشانی کا حق زیادہ اس کو ہوتا ہے جس کا مرنے والے سے جتنا گہرا رابطہ محبت ہو ماں باپ کے بعد بھائی اشکبار ہوتا ہے اور بہن ماتم کی صف پر تاحیات روتی ہے آخری درجہ رفیق زندگی کا ہے جو ظاہر میں نظر بھی تو . . . . اس وقتی رشتہ کے ٹوٹ جانے پر آزاد کہی جاتی ہے اور اس کا سوگوار ہونا چار مہینہ دس دن کی مدت تک مذہبی ہے اس کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے مگر کتنی عورتیں ایسی گذریں جو شوہر کو سر کا تاج سمجھنے کے بعد مدت العمر غم زدہ رہیں اور ہمیشہ کے لئے ان کے چہرے سے فرحت و انبساط گم ہوا قدردان عورت کا یہ جذبہ بعض پرندوں میں بھی پایا جاتا ہے اور علم حیوان کے ماہر جانتے ہیں کہ فاختہ کا نر اگر مر جاتا ہے تو وہ دوسرے نر کے قریب نہیں جاتی قمری کا نوحہ اسی لئے ادبی دنیا میں تشنہ تشریح نہیں۔

درحقیقت بین عورت کا حق ہے خواہ وہ ماں کی حیثیت میں ہو یا بہن کا

---

[1] صابر حسین نقوی کے بیانات کا مکمل جائزہ ہے۔

درجہ رکھتی ہو یا بیوہ کے روپ میں ہو ہندوؤں میں ستی اسی جذبۂ عشق کا وہ درجہ ہے جس کو عقل و مذہب انتہائی ہونے سے پسند نہیں کرتا اور مذہب نام ہے اعتدال پسندی اور صراط مستقیم کا۔

ٹوٹے ہوئے دل کی فریاد سُننے والوں کے رگ جاں کو مضراب اضطراب سے چھیڑ دیتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک غمزدہ خاتون فلسفۂ حزن سے ماہر نفسیات کے راز دل گداز اپنے بین میں دُہراتی ہے اور سُننے والے کے جسم و روح میں سنسنی پھیل جاتی ہے اگر ماں باپ کو اولاد پر رونے کا حق ہے تو بی بی بھی آنسو بہا سکتی ہے اولاد کے فراق میں انبیاء کرام بھی روئے اور حضرت یعقوبؑ نے رونے کے لئے عمارت بھی بنا دی تاکہ اُن کے عین حیات سا گریہ مستقبل کے لئے اُن کی یادگار سے باقی رہے! استحسانِ گریہ تو آپ اپنے محل پر انشاء اللہ پائیں گے۔ ضمنی طور پر ذہن نشین رکھو کہ گریہ و بکاء کو بدعت کہنے والوں سے قرآن حکیم تعاون نہیں کرتا اور دنیائے اسلام کے سب سے بڑے مفسر جن کی نجد و بخارا و مصر میں آج تک نظیر پیدا نہیں ہوئی خطیب رّے امام فخر الدین رازی وہ خود اپنے جوان بیٹے کی موت پر پھوٹ پھوٹ کر روئے اور دلی جذبات قلبی بے چینی کو گھر کی چار دیواری آل اولاد گھر والے انّا۔ کھلائی چھوچھو کھانا پکانے والی ماما کے علم تک نہیں رکھا صفحۂ تفسیر پہ جگہ دی اور جو مرثیہ خود کہا تھا اُس کو قرآن کے مقدس سوروں کے ساتھ مفاتح الغیب تفسیر کبیر میں نقل کیا انھیں کی لفظوں میں اُن کا درد دل سنو
کان لی ولد صالح حسن السیرۃ فتوفی فی الغربۃ فی عنفوان شبابہ وکان قلبی کالمحترق لاجل ذلک السبب۔ میرا ایک خوش کردار صالح بچہ تھا جو پردیس میں مرگیا نوجوانی کے عالم میں اُس کی موت کے بعد سے گویا دل جلتا ہے۔ تفسیر قرآن کے صفحہ پر اپنا مرثیہ کہنے کے بعد قلب پر اس قدر اثر تھا کہ

تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۵۳
لہ منہ ص ۹۷۷ مکتبہ ممتاز العلماء

صفحہ کے صفحہ سیاہ کرنے کے بعد پھر وہ مرثیہ بھی نقل کیا جو دلی تاثرات میں نظم کیا تھا۔ اس مرثیہ کے شروع میں یہ کہتے ہوئے کہ اگر مقدرات ہمارے تلخ ہو تے تو میں مرنے والے پر اپنی روح اور بدن نثار کر دیتا اور اگر فرشتہ رشوت لیتے تو رشوت بھی دیتا۔

ساَبکی علیک العمر بالدم و انما ولم انحرف عن ذاک فی الکیف و الکم
سلام علی قبر دفنت بتربۃ ولحفک الرحمان یا اکرم الجسم
حیاتی ومعرتی واحد بعد فقدکم بل الموت احلی من مداومۃ الغم

میں عنقریب روؤں گا اور عمر بھر آنسو بہاتا رہوں گا خون کے آنسوؤں سے میری گریہ کم نہ ہوگی ـــ میرا سلام ہو اُس قبر پر جس میں وہ دفن ہوا۔ میرا زندہ رہنا اور مرنا تیری موت کے بعد برابر ہے بلکہ ہمیشہ غم سہنے کی بہ نسبت مرجانا ہی بہتر ہے۔"

یہ تھا اُس مشہور اور علامۂ دہر کا گریہ جو نہ تین دن نہ چالیس دن بلکہ عمر بھر کا گریہ تھا اور قبر پر سلام میں بھی بوڑھے باپ کو عذر نہ ہوا۔ اب معلوم نہیں کہ بخاری شریف کی وہ حدیث کہ رونے سے مرنے والے پر عذاب قبر بڑھتا ہے ممدوح کو یاد نہ تھی ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ حدیث کو دھاندلی سمجھتے اور صحیح قرار نہ دیتے اور وہ رونے کو بدعت نہیں سمجھتے۔ بظاہر یہ صاحب زادہ شادی شدہ نہ تھے ورنہ جب وہ خود روئے تو بہو کے رونے پر بھی ناک بھوں چڑھاتے اس عبارت کو میں نے پہلی مرتبہ اس لئے پیش کیا ہے کہ ہمارے زمانہ کے علامہ حضرت شبلی نعمانیؒ نے مرزا دبیر صاحب مرحوم کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے گریہ و بکا کو بھی بری نگاہ سے دیکھا ہے اور شاہزادہ علی اکبر کے دختر شاہ حلب سے منسوب ہونے میں بھی کچھ عذر کیا ہے اور روایت کو بلاغت اور مقتضائے حال کے خلاف قرار دیا ہے جواب میں دوسرے ذمہ دار اہل قلم عالم جلیل و محقق مولوی سید نظیر الحسن صاحب چودھری مہابن ضلع متھرا اپنی کتاب

میں فرماتے ہیں اگرچہ رسوم عرب اور رسوم ہند میں بہت کچھ تفاوت ہے۔ اور دستور کے اکثر دفعات اس ملک سے علیحدہ ہیں مثلاً عورت اور شوہر کے تعلقات میں جن باتوں کو یہاں ناجائز اور خلاف شرم وحیا سمجھا جاتا ہے دفعات میں اُن کو وہاں جائز اور روا رکھا گیا ہے۔ لیکن چونکہ مرثیہ گویوں نے تمام واقعات کو رسوم عرب کے موافق نہیں بلکہ رواسم و رواج ہند کے مطابق نظم کیا ہے اس لئے بلحاظ رسوم ہند اس روایت میں بھی کے چند الفاظ کسی قدر ناگوار کھٹکتے ہیں۔ اصل روایت کے بارے میں تو کچھ بحث نہیں ہے کیوں کہ یہ تاریخی بات ہے جس کی تنقیح سے قائل روایت کو کچھ غرض نہیں رہی دختر شاہ حلب کا غم وہ بھی مقتضائے فطرت ہے کیونکہ ایک معتبر خاندان میں منسوب ہو جانے کے بعد منسوب شوہر کا اس بے کسی اور ظلم سے قتل ہونا ایسا دلخراش واقعہ ہے کہ اگر منسوبہ لڑکی نے زیادہ حزن و ملال کیا ہو تو جائے تعجب نہیں۔"[1]

چودھری صاحب نے ردِ موازنہ میں کامیاب بحث کی ہے موجودہ مشہور تاریخیں اور قابل اعتبار مقتل تو اس حکایت کی طرف رہنمائی نہیں کرتے کہ علی اکبر کی کہیں منگنی قرار پا چکی تھی اور سیرت نگار اس مقام پر بہت جھجکتا ہے مگر مرزا صاحب مرحوم کسی کتاب میں دیکھے بغیر قلم نہیں اُٹھاتے تھے ممکن ہے انھوں نے کسی مقتل یا قدیم مرثیہ گو کے اشعار میں نسبت کو دیکھا ہو گو قابل غور یہ امر ہے کہ علامہ شبلی نعمانی بھی واقعہ کو غلط نہیں کہتے بلکہ تقاضائے حالات کے خلاف قرار دیتے ہیں، لہٰذا ہم کو ضرورت ہوئی کہ بہت اوپر سے منگیتر کی حیثیت کو دیکھیں اسلام نے جاہلیت کی قید و بند کو اُس حد تک دور کیا جس کی نوع بشر کے لئے ضرورت تھی، بعض قوانین آدم سے خاتم تک بجنسہ رہنے دیئے گئے

[1] المیزان ص ۹۵ طبع علی گڑھ ۱۹۱۲ء

مثلاً بہن بھائی کی باہمی شادی قدامت نے اس پر خطِ نسخ کھینچا تھا۔ بنی اسرائیل میں کسی کی منگیتر کے ساتھ بغیر اُس کے انکار کے پیامِ نکاح گناہ تھا۔ چنانچہ قصہ اوریا اور حضرت داؤد[1] اس پر گواہ ہے صحاحِ ستہ کی روایتیں بھی یہی کہتی ہیں تفصیل کا محل نہیں اگر کسی معصوم گھرانے کی طرف منسوب ہونے والی لڑکی نکاح سے پہلے منگیتر کے شہید ہو جانے کی خبر سُننے اور کسی دوسرے کی بیوی بن جانے پر تیار نہ ہو تو قبیح نہیں ہے اور آخرت پر ایمان کی مضبوط کڑی ہے۔ اس ایثار اور وفا پر اگر وہ بہشت میں اُس قتیل کی بی بی ہو تو تعجب نہیں ہے حلب شام کا مقام ہے نقشہ آپ کے رو بہ رو ہے اہلِ شام علی اکبر کی شخصیت سے ناواقف نہیں بقول ابو الفرج اصفہانی معاویہ نے اپنے دربار میں شہزادہ کی مدح میں کہا تھا "فیہ شجاعۃ بنی ہاشم و سخاء بنی امیہ[2] و زہو ثقیف" علی اکبر میں بنی ہاشم کی بہادری اور سخاوتِ بنی اُمیہ اور جمال ثقیف موجود ہے اور اُمّ لیلیٰ یزید کی پھوپی زاد[3] بہن کہی جاتی ہیں۔ اس ہمہ گیر شہرت میں اگر حلب میں یہ رشتہ قرار پایا ہو تو کیا تعجب ہے۔ شبلی نعمانی کا غلط نہ کہنا اور ان سب حالات کی موجودگی میں مولوی معنوی جلال الدین رومی رحمت اللہ علیہ کا اپنی مثنوی میں جس کو بہتیرے عقیدت کیش زبانِ پہلوی کا قرآن کہتے ہیں اہالیانِ حلب کا خصوصی غمِ حسین منانا خالی از علت نہیں "تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا" مثنوی کا یہ عنوان اس ہیڈنگ کی تحت میں ہے "رسیدن شاعر بحلب روز عاشورا و حال معلوم نمودن"۔

روزِ عاشورا ہمہ اہلِ حلب — باب انطاکیہ[4] اندر تا بشب
گرد آید مرد و زن جمع عظیم — ماتم آں خاندان دارد مقیم

١ـ صحف انبیا صفحہ ١٨١ طبع قدیم ١٨١١ء ٢ـ ناسخ التواریخ جلد ٦ صفحہ ٢٩٠ طبع بمبئی تجارت ٣ـ شہید انسانیت طبع اول صفحہ ٢٩٢ ٤ـ نام ایک شہر کا ملک شام میں غیاث اللغات۔

تا بشب نوحہ کنند اندر بکا — شیعہ عاشورا برائے کربلا
بشمرند آں ظلمہا و امتحاں — کز یزید و شمر دید آں خانداں
از غریو و نالہا در سر گذشت — پر ہمی گردد صحرا و دشت
یک غریبے شاعرے از رہ رسید — روز عاشورا و آں افغاں شنید
شہر را بگذاشت و آں سواری کرد — قصد جستجوئے آں ہیہائے کرد
پرس پرساں می شد اندر افتقاد — چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
ایں رئیسے رفت باشد کہ مرد — ایں چنیں مجمع نباشد کار خرد
نام او و القاب او شرحم دہید — کہ غریبم من شما اہل دہید
چیست نام و پیشہ و اوصاف او — تا بگویم مرثیہ الطاف او
مرثیہ سازم کہ مرد شاعرم — تا از اینجا برگ و لالنگی برم
آں یکے گفتش کہ تو دیوانہ د — تو نہ شیعہ عدو خانہ د
روز عاشورا نمی دانی کہ ہست — ماتم جانے کہ از قرنے بہ است
پیش مومن کے بود ایں غصہ خوار — قدر عشق گوش عشق گوشوار
پیش مومن ماتم آں پاک روح — شہرہ تر باشد[1] ز صد طوفان نوح

یہ مثنوی سنہ ۶۷۲ھ کے پہلے کی تصنیف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مولوی کے سامنے چھٹی صدی ہجری تک جو مصادر اور ماخذ موجود تھے اُس میں حلب کا نوحہ وماتم درج تھا اور ساری دنیا اسلام میں غم حسینؑ نے پھیل کر حلب کو خصوصی مرکز عزا قرار دیا۔

ان ضروری اُمور کے بعد رخصت وشہادت علی اکبر لکھنا ہے طول ہو چکا ہے۔ ماں بہنوں پھوپھیوں خصوصاً حضرت زینبؑ سے رخصت ارباب عزا جانتے ہیں۔ خیمہ سے برآمد ہونا پردۂ خفا میں نہیں۔ امام نے عزم پسر دیکھ کر بارگاہ ایزدی میں کہا خداوندا گواہ رہنا ان کے ظلم پر۔ اب جا رہا ہے اُن کی طرف وہ نوجوان جو صورت و

---

[1] مثنوی مولوی روم دفتر ششم ص۵۱۱ طبع قدیم

سیرت اور باتیں کرنے میں تیرے رسول کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہم جب ہم تیرے رسول کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو اسی کا چہرہ دیکھتے ایک فقرہ ہے مناقب اور فضائل کا جس کی شرح میں ہم مدح ثنائے قاصر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مبارز طلبی میں دیر ہونے سے لشکر میں ہلچل تھی اور سپاہ قلیل کا خاتمہ خصوصاً حضرت عباس بھی جب نہ رہے تو فوج کی ہمت بڑھ گئی تھی وہ عمر بن سعد جو فوجوں کے دل میں چھپا رہا قریب آگیا تھا جب امام مظلوم نے خطاب کر کے فرمایا۔ اے پسر سعد خدا تیری نسل کو قطع کرے اسی طرح جیسے تو نے میری نسل قطع کی معزز معاصر فاضل سماوی نے ابصار العین میں اس دعائے بد کی توضیح کی اور فرمایا یعنے قطع اللہ نسلک من ولدت کما قطع نسلی من ولدی فانہ لا عقب لہٗ مقصود حضرت کا یہ ہے کہ خدا تری نسل کو تیرے فرزند سے اسی طرح قطع کرے۔ جیسے میری نسل کو جو اس فرزند سے ہوتی قطع کیا ہے کیونکہ علی اکبرؑ کے کوئی اولاد نہ تھی شہدائے کربلا حصہ سوم امامیہ مشن لکھنؤ میں مصنف نے اس ترجمہ کو صحیح نہیں قرار دیا اور صاحب ابصار کے عرب ہوتے ہوئے فہم کا شکوہ کر کے کہتے ہیں۔ قطع رحم کے معنے عربی میں حقوق قرابت داری کا لحاظ نہ کرنے کے ہیں اور اس لئے قطعت رحمی کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ تو نے میری قرابت داری کا کوئی لحاظ نہ کیا خدا تجھ کو بھی اسی طرح قطع رحم میں مبتلا کرے یعنے تیرے ساتھ بھی کوئی مراعات کسی رشتہ کے لحاظ سے کبھی نہ کی جائے۔

قرابت داری کا ڈھونگ!

جو اب بجز اس کے کیا کہوں۔ جینا ایک آفت سے تو مر کے ہوا تھا جینا"

علامہ سماوی پر اعتراض وارد نہیں ہوتا وہ حقیقت کی گہرائی میں عمداً مسئلہ کو صاف کر گئے تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ بنی امیہ بنی ہاشم میں عزیزداری تھی مرض کے علاج میں طریقہ کہ بیماری کو ابھار دیا جائے اس کے بعد دوا اپنی طاقت سے مرض کی جڑ دب کو

لہ مثنوی مولوی روم دفتر ششم صفحہ طبع قدیم ۲ے صفحہ ۳ طبع سرفراز پریس ۱۳۶۵ھ

کاٹ دے مجھے بہت پسند اور با اصول تعاون ہے مریض کے ساتھ اسی طرح حقیقت کا جائزہ لینے میں مجھے رجعت قہقری کر کے اُس رات کا جائزہ لینا ہے جب عمر سعد نے قتل حسینؑ پر غور کا وعدہ کیا اور ابن زیاد سے کل کی مہلت مانگی۔ حمزہ بن مغیرہ بن شیبہ نے جو سگا بھانجہ تھا سخت ترین لفظوں میں روکا کہ قتل حسینؑ کا ارادہ نہ ہو اور دوزخ میں گھر نہ بنا۔ عمرو نے جواب دیا کہ ایک شب کی مہلت ابن زیاد سے اس مسئلہ پر غور کے لئے طلب کر چکا ہوں (کل جواب دوں گا) وقت گزرا اور تمام رات عمرو کو نیند نہ آئی اور چند شعر نظم کئے جو بار بار گنگنا کر پڑھتا رہا۔ ان ے شعروں میں بھی عمرو نے عزیزداری کا ذکر کیا ہے۔ ناسخ التواریخ میں منظومہ موجود ہے سہ

لعمری ولی فی الری قرۃ عین ۔۔۔ آ حسین بن عمی والحوادث جمۃ

ولو کنت فیہا اظلم الثقلین ۔۔۔ وان اللہ العرش یغفر زلتی

یعنی میرے چچا کی اولاد ہیں اور حوادث زمانہ کا سامنا ہے۔ مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حکومت رے تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میری عرش بریں کا خدا میری لغزش کو بخش دے گا اگرچہ میں ظالم نہیں اظلم سب سے زیادہ قرآن اور عترت پر ظلم کرنے والا ہوں گا۔ رشتہ داری کا ڈھونگ اُس سراپے ماخوذ ہے جس کو بنی اُمیہ کے ہواخواہوں نے آب حیات سمجھ رکھا تھا اور تعجب ہے شہدائے کربلا کے مصنف سے جنھوں نے اپنی تحریر میں اس افسانہ کا جائزہ لینے کو پس پشت ڈال کر اور قوت بہم پہنچانا شروع کی اور اپنے تخیل کے احترام میں صاحب الیصار کو زد میں لائے۔۔ واقعہ یہ تھا کہ نسل بنی ہاشم میں عبد الشمس لاولد[1] اور اُمیہ اُس کا غلام حسب رواج جاہلیت غلام اولاد قرار پایا۔ جس کی نسل میں حضرت عثمان اور معاویہ پیغمبرؐ کی اُس حدیث کی روشنی میں اپنی مصنوعی امامت کو پختہ کرتے رہے۔ "کلھم من قریش" بارہ امام قریش سے

---

[1] النزاع والتخاصم طبع مصر ص۲۰

ہوں گے عمرو بن سعد کا دعوائے قرابت اُس کذب آرائی کی تحت میں اور امام حسینؑ کا فرمانا قطع رحمات کما قطعت رحمی عمر بن سعد کے نظریہ کی بنا پر تھا۔ گفتگو مناظرانہ ہے اور مطلب یہ تھا کہ دعوائے قرابت کے بعد ہم صلہ رحم کے مستحق تھے یہ اُلٹی منطق کیسی کہ عزیزداری بھی اور قطع رحم بھی لہٰذا ثابت ہوا کہ امام کا ارشاد علیہم کلام کے نظریہ کی بناء پر احتجاج دشمن کے ابطال میں ہے نہ یہ کہ وہ قرابت داری کا خود ثبوت دے رہے ہیں۔

غیبی آواز پسر سعد جب شعر پڑھ چکا تو ہاتف غیبی کی صدا آئی[1] اور اس کے جواب میں قدرت نے چار شعر فضا میں نشر کئے پہلا شعر یہ ہے ؎

الا ایها النغل الذی خاب سعیه | وراح من الدنیا بخیبة عین
ستصلی جحیما لیس یطفی لهیبها | سیعلی شعیبی من دون الرجال بشین

اے فاسد النسب تیری کوشش رائگاں جائے گی اور تو دنیا میں نقصان میں رہے گا اور جہنم کی آگ شعلۂ نار کی لپک کا بجھانے والا کوئی نہیں۔ سپہر کاشانی کہتے ہیں حاشیہ پر۔ فلاں نغل اے فاسد النسب۔ داخل نسب ہونا آج نئی بلا نہیں ہے ہجرت کے پردہ سے جوق جوق غیر سادات کو سید بنا دیا چودہ سو برس ہو رہے ہیں اُس وقت یہ جذب ہے تو صدر اسلام میں کیا کشش ہو گی کسی دانشور کا یہ مقولہ صحیح ہے کہ معمولی انسان کا کوئی بہنوئی بن جانا پسند نہیں کرتا اور بڑے طبقہ کے برادر نسبتی ہو جانے میں فخر محسوس ہوتا ہے۔

الغرض پسر سعد کو مخاطب ہو کر امام نے بھی کہا کہ خدا برکت نہ دے تجھے اور خدا تجھ پر اُس کو قابو دے جو بستر خواب پر تجھے ذبح کر دے۔ رئیس الواعظین شمس العلماء سید سبط حسن اعلی اللہ مقامہ کہتے ہیں کہ شہزادہ کا گھوڑا سمت نبرد جتنا تیز ہوتا امام بیٹے کے دیدار آخری کے لئے پیچھے دوڑتے ہوئے کلما اسرع الجواد

[1] ناسخ التواریخ ص ۲۲۹ ج ۲ طبع بمبئی

سر ع الحسین علی اکبر پلٹ کر دیکھ لیں تو شبیہ جد کا ایک نظارہ پھر ہو۔ عمرو بن سعد کو حکومت رے کی لالچ۔ مرکزی حکومت سے دی گئی تھی اور یہ فیصلہ بھی شاید اودھر یا عمرو کے خصوصی اختیارات سے ہوا تھا کہ طارق بن کثیر نامور پہلوان کو موصل[1] کی حکومت کا پیام تھا شاہزادہ کا رجز دشمن پر نہیب سب کچھ مقاتل میں موجود ہے رجز میں ننھیالی رشتہ کو ابھارنے کے بجائے گھر کا بھیدی ہونے کی حیثیت۔ میں دوسرے شعر کا آخری مصرعہ یہ تھا جو واللہ لایحکم فینا ابن) الدعی۔ صاحب ناسخ نے ترجمہ یہ کیا ہے۔ خدا کی قسم ہم پر حرام زادہ حکومت نہیں کر سکتا لشکر کو خوب معلوم تھا کہ تب اُن کے گھر کے بنا[؟]یوں نے کوفہ و شام کے مورچہ توڑ دیئے بچوں نے صفیں اُلٹ دیں۔ نابالغ مجاہد لشکر کو زیروزبر کر گئے رہے تو شیر خدا کا پوتہ۔ میدان میں پہونچ کر کیا غضب ڈھائے گا۔ سپہ سالار لشکر نے پہلوان مذکور کو حکم دیا کہ میدان میں جا اور اس جوان کا کام تمام کر۔ وہ سامنے آیا اور رجز سرائی میں کہا کہ مجھے رحم آتا ہے کہ تجھ سا نوجوان میرے ہاتھ سے قتل ہو۔ شاہزادہ نے فرمایا زبان بند کر مجھے رحم آتا ہے کہ یہ تن و توش تیرا میری تلوار سے جہنم میں پہونچے گا۔ اُس نے تلوار کھینچی علی اکبرؑ نے حملہ کی مہلت نہ دی اور ایسا وار کیا کہ دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر طارق کا بھائی اور بیٹے میدان میں آئے اور حرب و ضرب میں وہ بھی تہ تیغ ہوئے۔

شاہزادہ کے جہاد میں پیکر عقل و دانش ماں دروازہ خیمہ کے قریب پہونچکر امام کے چہرہ پر نظر کرتی تھیں اس لئے کہ اگر سخت وقت ہوا تو باپ کا چہرہ متغیر ہو جائے گا ابھی تک روئے مبارک پر آثار تردد و رنج نہ تھے حتیٰ کہ بکر بن غانم ایک اور پہلوان نامی سامنے آیا اور مظلوم کربلا کے روئے مبارک کا رنگ متغیر ہوا۔ پوچھا آقا میرے لال کی خیریت ہے

---

[1] دیکھو مرج البحرین مولوی عبدالرب صفحہ ۳۳۸

جواب میں فرمایا کہ علی اکبر صحیح و سالم تو ہیں مگر بکر بن غانم شامی پہلوان اب سامنے آیا ہے تم اپنے فرزند کے لئے نصرت کی دعا کرو میں نے اپنے جد سے سُنا ہے کہ ماں کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اُمّ لیلےٰ نے سر کے بال کھولے اور بیبیوں کو جمع کیا اور دعا کی اے بحق یوسف کو ملانے والے میرے فرزند کو فتحیاب کر۔ اُمّ لیلےٰ دعا کرتیں اور اہلِ حرم آمین کہیں اس سے بہتر سامانِ استجابت، کہاں ممکن تھا یہ مقابلہ ہوا۔ وہ حملہ کرتا رہا آپ رد کرنے لگے یہاں تک کہ بکر کی زرہ زیرِ بغل سے اُس کی تنو مندی میں چاک ہوئی اور علی اکبرؑ نے یداللّٰہی وار کر کے اُس کو دو نیم کیا اور فتحیاب ہو کر مظفر و منصور خدمت پدر میں حاضر ہوئے اور عرض کیا العطش قد قتلنی پیاس مارے ڈالتی ہے اور زرہ کی گرانی برداشت سے باہر ہے کیا پانی کا ایک گھونٹ ہے؟ سوالیہ جملہ تھا مستقبل میں موجود آب تجویز کرنے والوں کی تنبیہہ میں پیاس کہاں تک نہ بھڑکتی۔ طارق اور بکر بن غانم کی لڑائی ہم نے کبھی سپردِ قلم نہیں کی مگر لفتہ یا لمصادر کے ذمہ دار مصنف نے شہزادہ کے سیاہ عدد یہ ۱۲ حملہ شمار کئے ہیں امام مظلوم نے حرؑ کی فوج کو پانچ پانچ دفعہ پانی پلا کر پنجتنی اعزاز پر مہر تصدیق ثبت کی اور امام زادہ بارہ حملہ کر کے اثنا عشری فرقہ کو اپنی بہادری پہنچوائی بارہ مرتبہ کے حملہ میں کتنے نمودار جوان سامنے اور کتنے پہلوان قتل ہوئے ہوں گے اجمال کی وہ تفسیر تھی جو ہوئی امام نے فرزند کی زبان منہ میں لی اور اپنی تشنگی کا عملی جواب دے کر انگوٹھی دی جو پیاس کا اصولی حل تھا معدنیات میں یہ اثر ہے کہ اُس کے چوسنے پر تسکین ہوتی اور ساتھ ہی اس کے فرمایا کہ اپنے جد کے ہاتھ سے ایسا سیراب ہو گے کہ پھر پیاس نہ معلوم ہوگی ـــــ

میدان میں پہنچ کر پھر جہاد کیا۔ فوج کی بزدلی دیکھو اور عظمت اہلِ بیت کا اقرار کرو۔ نہیں نہیں یزید کی شکست اور حسینؑ کی فتح دیکھو اگر باطل میں

طاقت تھی تو فوج نے شاہزادہ کو کیوں واپس ہونے دیا۔ اگر پلٹ آئے تھے تو یلغار کرکے باپ کے سامنے ہی قتل کر دیتے۔ صفیں اُدھر کی اِدھر آ سکتیں جنگ کسی قانون کا نام نہیں ہے مگر اختیارات امامت ثابت ہو رہے ہیں فوج ضربِ علی اکبرؑ سے اس قدر تھک گئی ہے کہ سب دم لے رہے ہیں اور آئندہ کے منصوبہ پر غور ہو رہا ہے۔

جو عمرو چاہتا ہے وہ نہیں جو حسینؑ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ ہم مستقل کتاب شاہزادہ پر نہیں لکھ رہے ہیں خوف طولِ زنجیر پا ہے۔ تصویر نبیؐ ہونے سے کمال روحانیت پر فائز تھے اگر فوج اعدا میں کوئی واقعی مسلمان ہوتا تو علی اکبرؑ کو میدانِ نبرد سے واپس ہونا چاہیئے تھا۔ پیغمبرؐ کا کلمہ گو تو کم از کم تصویر نبیؐ پر ہاتھ نہ اُٹھاتا۔ لاتعداد مخدول کو قتل کرنے کے بعد پھر آخری جنگ بھی اعجاز تھا مقاتل میں یہ بھی موجود ہے کہ تلوار[1] نے باتیں کیں سیرت میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ایک سفر زرع[2] نامی پہلوان سے انفرادی جنگ ہوئی تحقیق لفظ یہ کہتی ہے کہ دُبلا پتلا جس کو اپنی چلت پھرت اور جنگی گھاتوں میں ناز ہوگا سمجھتا تھا کہ تھکے ہوئے جوان کو دو ہاتھ میں مار لوں گا مگر وہ عیّار بھی شیر کے سامنے روباہ سے بدتر ثابت ہو کر موت کی نیند سو یا یاد رہے دشتِ نینوا میں جتنے مجاہد نصرت کر رہے تھے وہ کسی بدبخت کے انفرادی مقابلہ میں کام نہیں آئے کمزور ہو جانے پر ہر دلیر خواہ وہ بچہ ہو یا بوڑھا یلغار میں شہید ہوا ہے۔ علی اکبرؑ کو بھی نیزہ اور تلواروں اور تیروں میں گھیر لیا۔ مرّہ بن منقذ عبدی نے کہا کہ اگر اب کی مرتبہ اس جوان نے پھر حملہ کیا اور میری طرف سے گذرا تو میں ضرور اس کے باپ کو اس کے غم میں رلاؤں گا ایسا ہی ہوا علی اکبرؑ لڑ رہے تھے قریب سے گذرے اُس نے پشت پر نیزہ مارا جو سینہ سے پار ہو گیا۔ گھوڑے سے گرنے کے بجائے راہوار کی

---

[1] ذکر الشہادتین طبع لاہور قدیم صفحہ ۱۰۸

[2] مرزخ البحرین صفحہ ۳۳۶

گردن میں ہاتھ دے کے رُکے اور اسپ[1] باوفا تصویر رسول کو لے کر چلا جدھر سے گذرا دشمنوں نے جسم پر تلواریں لگا کے پارہ پارہ کر دیا اور امام مظلوم کو صدا دی علیک منّی السّلام میرا اسلام آخر قبول ہو۔ واقعہ کربلا کے سب سے بڑے ترجمان شیخ جعفر شوستری فرماتے ہیں راہ تیبانی می رفت تیز رفتار پر قدرت نہ تھی سر پر گلابی عمامہ اور زبان اقدس پر یہ فقرہ کہ بعد تیرے خاک ہے اس دنیا پر۔ اور بیٹا تم نے دنیا کی سختی سے آرام پایا اور باپ یکہ و تنہا دشمنوں میں گھرے ہوئے باقی ہیں خدا اس قوم کو ہلاک کرے جس نے تجھے قتل کیا کمال جرأت و بے حیائی ہے دشمن کی تیرے قتل پر جرأت کی اور حرمت رسولؐ[2] ضائع ہونے کا خیال نہ کیا۔ یہ مرثیہ بھی امام کی تنہائی پر خود اُن کی نص ہے اگر اولاد جعفرؑ اور عقیلؑ و علیؑ سب یکجا ہوتے تو یہ کہنا صحیح نہ تھا۔ غور کرو علی اکبرؑ پہلے شہید نہ تھے۔ شہزادہ نے آواز دی۔ مجھے میرے جد نے سیراب کر دیا۔ اور ایسا ساغر مرحمت کیا کہ کبھی تشنہ لب نہ ہوں گا۔ بعض اہل قلم کہتے ہیں یہ یہی آخری کلام تھا اور قدما میں کسی کا شعر بھی ہے ؎

فمات فلاقاہ الحسین مرمّلا   طریحا علی الرمضا لا یتکلم

باپ پہنچے تو مگر بیٹے کو آغشتہ بخاک و خون پایا اور بات نہ کر سکے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ کا پردہ اہم ترین مقصد تھا اُس کو پورا کرنے میں یہ آرزو دل کی دل میں رہی۔ حمید بن مسلم واقعہ کربلا کا چشم دید حال بتانے والا جو یقیناً کربلا میں تھا کہتا ہے کہ میں نے ایک عورت کو خیمے سے تیزی سے نکلتے دیکھا اور معلوم ہوتا تھا کہ سورج نکل آیا (چہرہ کا یہ نور تھا) وہ نالہ و فریاد کرتی ہوئی اے میوۂ دل میرے اے آنکھوں کے نور۔ پوچھا یہ کون ہے تو کسی نے جواب دیا علیؑ کی بیٹی زینبؑ وہ بھتیجے کی لاش پر گر چکی تھیں جس کے ہاتھ پکڑ کر اُن کو خیمہ میں پہنچایا[3]

---

[1] مجالس المواعظ والبکا   [2] سعادت الدارین صفحہ ۲۱۹

یہ بیان تو تمام مقاتل اور حدیث کی کتابوں میں تھا جس کے لفظی ترجمہ پر اکتفا کی اب قاضی صبغۃ اللہ بن محمد غوث کی خطی کتاب کا اقتباس دیکھو وہ بھی عربی ہے اصل الفاظ یہ ہیں۔

وخرجت[1] جاریۃ کانّھا الشمس حسنا فقالت یا اخیاہ ویابن اخاہ ناذاھی زینبؑ بنت علیؑ من فاطمہؑ ناکبّت علیہ وھو صریع قال فجاء الحسین رضی اللہ عنہ ناخذ بیدھا فادخلھا الفسطاط

ایک عورت خیمہ سے نکلیں جن کا چہرہ مثل سورج کے درخشاں تھا وہ بین کرتی تھیں (نام اُن کا) زینبؑ دختر علیؑ اور بطنِ فاطمہ سے تھیں۔ اُنھوں نے بھتیجہ کی نعش پر گرا دیا دفعتاً امام حسینؑ پہنچے اور ہاتھ پکڑ کے اُن کو خیمہ میں لائے فریقین کے بیانات سے ظاہر ہے کہ بھائی سے پہلے وہ بالین اکبرؑ پر آئیں اور صبح عاشورسے اب تک یہ پہلا واقعہ ہے کہ ثانی زہرا خیمہ میں تھیں ایسی ہنگامی صورت اب تک نہ تھی کچھ بچے بھی خیمہ سے برآمد ہوئے ہیں جو یا تو شدتِ غم میں یا جوشِ شہادت میں کہ جب کوئی نہ رہا تو اب ہم ہی اور وہ خیمہ کی عورتوں سے نذر کے جناب زینب کو یقین تھا کہ دشمن ان نونہالوں کو قتل کریں گے اس لئے اطفال کے تعاقب میں نکلنا اون کا واجب تھا اور بچہ دوڑتے ہوئے گئے اس لئے وہ بھی رفتار میں تیز چلیں متن روایت میں "مسرعۃ" موجود ہے اور یہی راز ہے کہ یہ امام کے پہلے پہونچے اور بہن کو پہنچانے کے ساتھ بچوں سے فرمایا کہ بھائیؑ کی لاش اُٹھاؤ جس طرح غلام کی لفظ استعمال میں مشترک ہے بچہ اور جوان میں جس کو خضرؑ نے قتل کیا وہ قرآنی الفاظ میں غلام تھا۔ اور شہزادہ علی اکبر جوانِ رعنا ہوتے ہوئے "غلام اشبہ الناس" اسی طرح "فتیۃ" کی لفظ بھی عام ہے اطفال و نوجوانوں سے۔ چنانچہ جو بھائیؑ لاش اُٹھا رہے ہیں وہ سب نابالغ ہیں۔ صدر روایت میں گذرا کہ جب علی اکبر نے تنہا دیکھا

---

[1] نورالعین صفحہ ۲۳ مکتبہ آصفیہ نظام دکھن۔

جلسی علیہ الرحمہ نے یہ مفہوم احتجاج کے حوالے سے بھی بحار جلد دہم ص ۲۰۰ طبع ایران
میں درج کیا ہے اور تنہائی تسلیم کرنے پر ہم بچہ ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ
دیہاتی لاش اُٹھا رہے ہیں وہ سب نابالغ ہیں اور بزدل دشمن جو خونریزی کے
دی ہیں ان کو قتل کر کے اپنی پیاس بجھاتے ہیں بحار دسویں جلد کی عبارت
ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(۱۷۰) شیخ مفید اور ابن نما (دو جلیل القدر ہستیاں) لکھتی ہیں کہ
شہادت علی اکبر کے بعد فوج پسر سعد کے ایک نامرد نے جس کو عمر بن صبیح کہتے
ہیں تیر کھینچ کا اور عبد اللہ نے پیشانی پر ہاتھ رکھا اور تیر ہاتھ کو توڑ کر پیشانی
میں چسپاں ہوا اس طرح کہ علٰحدہ نہ ہو سکا۔ پھر دوسرے ظالم نے نیزہ سے شہید
کیا۔ اور (۱۷۱) عبد اللہ بن قطبہ طائی نے (ایک اور بچہ) عون بن عبد اللہ
بن جعفر کو جھپٹ کر قتل کیا۔ بعض اہل قلم نے عبد اللہ بن مسلم اور عون بن
عبد اللہ کو مبارز طلبی کے بعد جنگ کر کے درجہ شہادت حاصل کرنا تحریر کیا
ہے واللہ یعلم بحقیقۃ الحال مؤلف شہداء کربلا حصہ سوئم بھی شہادت علی اکبرؑ
کے بعد قتل عام کو نظر انداز نہیں کرتے اُن کا بیان ہے۔ طبری کی روایت کے
مطابق معلوم یہ ہوتا ہے کہ جناب علی اکبرؑ کی شہادت سے خیمہ میں کہرام جو برپا
ہوا تو کمسن بچہ گھبرا کر خیمہ سے باہر آ گئے۔"

طبری نے جس سیمبری خوں ریزی کا ذکر کیا ہے اُس کو ہم ابو جریر طبری کے
الفاظ میں ترجمہ کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں اصل تاریخ شاہزادہ علی اصغرؑ میں
موجود ہے۔ (۱۷۲) میں اُن لوگوں میں تھا جنھوں نے واقعہ کربلا دیکھا۔
قسم بخدا ہم میں کوئی فرد ایسا نہ تھا جو سوار نہ ہو۔ عالم یہ تھا کہ گھوڑے ہر طرف
سے دوڑ رہے تھے۔ اُن کے ہنہنانے کی صدائیں بلند تھیں کہ حسینؑ کی اولاد میں

لہ بحار الانوار ص ۲۵۹ طبع ایران و شہید انسانیت طبع اول ص ۲۲۰ ۲۴ ص ۲۵ طبع
سرفراز پریس ع مجالس مفجعہ ص ۲۲۸ وغیرہ ۳ تاریخ الامم والملوک ص ۲۵۸ مصر

ایک بچہ خیمہ سے نکلا اور ستون خیمہ پہ ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک زیر جامہ اور کرتہ پہنے تھا دہشت سے داہنے اور بائیں گھبرا کر دیکھتا تھا۔ گو مَیں دیکھ رہا ہوں کہ اُس کے کانوں میں گوشوارہ چمک رہے ہیں جس طرف بچہ ملتفت ہوتا ہے جھٹکے سے ہلتے ہیں۔ اچانک ایک شخص آگے بڑھا اور قریب پہونچ کر بچہ کو کاٹ دیا۔ اعیان الشیعہ کے فاضل مصنف کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچہ کا نام محمد بن ابی سعید بن عقیل تھا واللہ اعلم۔

بحار الانوار اور ناسخ التواریخ میں بھی اس قربانی کا ذکر اور قاتل کا نام ہانی بن ثبیت ہے اور محققین علماء یہ سمجھتے ہوئے کہ شہربانو والدۂ امام حضرت زین العابدینؑ بدورانِ پیدایش فرزند میں رحلت کر چکی تھیں۔ راوی کے بیان کی نہ تغلیط کرتے ہیں نہ واقعہ کو دروغ وافترا قرار دیتے ہیں۔ اور ابن شہرآشوب ایسے جلیل افراد کے قلم سے نقل قول ہوتا ہے۔ شہربانو بچہ کو دیکھ رہی تھیں اور بات نہ کر سکتی ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ غش کر گئیں۔ راوی نے عام شہرت کی بناء پر صاحب زادہ کو شہربانو کا فرزند قرار دیا۔ اگر کوئی دوسری عورت غیر بچہ کو ذبح ہوتے دیکھے تو اُس کا کیا حال ہوگا۔

ظلم کا خاتمہ اور درندگی کا بھرپور ثبوت دیا۔ یا یہ کہوں کہ یزید سے بخشش حاصل کرنے کا حق پیدا کیا۔ یہ وہ طبقہ ہے جو اپنے برابر والے کے سامنے سے فرار اور معصوم بچہ کا خون بہا کر کامیابی سمجھتا ہے

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

اس سلسلہ میں ایک عامیانہ اقدام کی رد بھی اشد ضروری ہے۔ سیرت علی اکبرؑ پر قلم اٹھانے والے کچھ سیرت نگار اور شاعر منبرِ امام کے ذیل میں کبھی یہ نظم کرتے ہیں کہ امام مظلوم نے جوان بیٹے کی موت پر تبسم کیا کبھی کہتے ہیں کہ شکر کا سجدہ کیا یہ رویہ واقعات سے مطابق نہیں ہے اور نصوصِ آئمہ کے خلاف ہے عوام کو لب کشائی کا حق نہیں

چنانچہ زیارت میں شہادت علی اکبرؑ کے بعد جو الفاظ وارد ہیں وہ بعینہٖ یہ ہیں۔

بابی انتؑ وامی من مذبوح ومقتول من غیر جرم بابی انت وامی دمک المرتقی بہ الی حبیب اللہ بابی انت وامی من مقدم بین یدی ابیک یحتسبک ویبکی علیک محترق علیک قلبہ یرفع دمک بکفہ الی اعنان السماء لا ترجع منہ قطرۃ ولا تسکن علیک من ابیک زفرۃ[1]۔

میرے باپ فدا ہوں اُس قتیل اور ذبیح پر جس کا کوئی گناہ نہ تھا میرے ماں باپ فدا ہوں اُس پر جس کا خون ناحق اللہ کے حبیب کی طرف بلند ہو رہا تھا میرے ماں باپ فدا ہوں اُس پیش رو پر جو باپ کے سامنے تھا اور اُس پر آنسو بہا رہے تھے درآں حالیکہ اُن کا دل پھنک رہا تھا وہ آپ کا لہو اپنے ہاتھ سے آسمان پر پھینکتے تھے۔ نہ تو ایک بوند پلٹ کر واپس آتی اور نہ باپ کا نالہ و فریاد کم ہوتا۔ شعراء کو غور کرنا چاہیئے صبر و شکیب امام کے اثبات میں اور بھی پہلو ہیں براہ کرم اس حقیقت کو مسخ نہ کرو۔ ان فقرات سے اُس نام نہاد دوست کی بھی زبان بند ہوتی ہے جو مجالس کے فضائل و مصائب سُن کر کہتا ہے کہ کردار پیش کرو کیا رونا کردار نہیں۔

یادداشت عشرۂ محرم کی مجلسوں اور محدود دس دن میں تہذیب لکھنؤ یہ تھی کہ شروع تاریخوں میں مدینہ سے سفر کربلا ۔۔۔۔۔۔ ۸ محرم کو شہزادہ علی اکبرؑ پہونچنا۔ خبر شہادت مسلم بن عقیل اور ۔۔۔۔۔۔ کا حال پڑھا جاتا رفتہ رفتہ آخری شہید ہونے کے لحاظ سے سلطان الواعظین شمس العلماء سبط حسن صاحب قبلہ نے نہم محرم کو شبیہ رسول پر تقریر کی اور مواعظ شیخ جعفر شوستری سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ عراق کی رسم بھی یہی۔ ۹ محرم کو حال علی اکبر پڑھا جاتا۔ دیکھو مجالس المواعظ والبکاء

[1] تحفۃ الزائر مجلسی علیہ الرحمہ

سہ بھولے گا کیا زمانہ یہ مرگِ ناگہانی قرآن کا ورق ہے اکبر کی نوجوانی

اولادِ امام حسینؑ میں (۱۷۳) ابراہیم بن حسینؑ اور (۱۷۴) محمد بن حسینؑ (رضی اللہ) اور (۱۷۵) حمزہ بن حسینؑ اور (۱۷۶) جعفر بن حسینؑ اور (۱۷۷) عمر بن حسینؑ اور (۱۷۸) زید بن حسینؑ کے مقدس نام بھی ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے اور سید العلماء رحمۃ اللہ نے قدماء کے بلند پایہ حوالوں سے ان کے نام بتائے مگر یہ پتہ نہیں کہ کب شہید ہوئے اور ان کے محترم نام اولاد امام حسینؑ میں بھی پائے نہیں گئے۔ سیرت نگار زندگانی امام میں یہ اسماء فہرست اولاد میں نہ لکھیں اُن کا قتل واقعہ کربلا میں نظر انداز کرنا ظلم ہے اس لئے صراحت ہوئی۔

رخصت امام اہل حرم و خواتین سے

وہ وقت آیا کہ اصحاب و انصار میں کوئی نہ رہا تو آقا ئے کونین آمادۂ جہاد ہوئے ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے امام کے خطبات احتجاج، دشمن کو راہ راست پر لانے کے مساعی جمیلہ طول کے ڈر میں چھوڑ دیئے تھے وہ آپ کو عصر حاضر کی کتابوں میں ملیں گے در خیمہ پر آئے یہ حقیقت دل نشین رہے کہ شب عاشور خیمہ ایک دوسرے سے متحد ہو چکے ہیں اور جو اصحاب شہید ہو چکے تھے اُن کی بیوائیں ساتھ ہیں۔ آداب پردہ کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ اچانک خیمہ میں پہونچیں قرآن حکیم کے آئین بھی سامنے ہیں کہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو سلام کرو ادھر تو اس اسلامی تہذیب کا مظاہرہ اور ادھر اطمینان قلب سب قتل ہو گئے اب بھی دشمن کا کوئی خوف نہیں نہ اُن میں کسی بزدل نے تعاقب کیا ہے کہ سراسیمہ اور اضطرار میں اچانک حرم سرا میں در آئیں اگر یزید کی فوج فاتح سپاہ ہوتی تو اب بھی اُس کو آخری موقع تھا کہ وہ تنہا پا کر ایک حملہ میں کام تمام کر دیتی اب اور زیادہ پست ہمت دشمن کو اپنی جان کی فکر ہے یہ لاکھوں زہیر بن قین یا عباس و اکبر کے لئے یکجا نہیں ہوئے تھے جس کے لئے وہ فوج تیار ہوئی تھی اب اُس کا سامنا ہے دلوں میں قلب و دماغ پر ہیبت و سطوت اور اس بات کا یقین کہ جب

سپاہ کے عام افراد نے کار نمایاں کئے تو اب وہ باقی ہے جس کے لئے یہ ساری
کوشش تھی فوج میں نقصان محسوس ہو رہا ہے۔ ذوالفقار کس کو چھوڑتی
ہے دیکھنا ہے یہ راہوار لانے والا نہیں۔ وہ کتاب تھامنے کا کوئی سوال نہیں
فاتح حسین بڑے اطمینان سے درِ خیمہ پر سلام کرتے ہیں اُن کو اس بات کا بھی
ڈر نہیں کہ دن ڈھل رہا ہے سورج غروب نہ ہوگا جب تک جنگ جاری رہے
ہم زمانہ اور زمانیات کے پابند نہیں زمانہ ہمارا پابند ہے۔ عورتیں اپنے وارثوں
کے غم میں تھیں کہ صدا آئی کہ اے زینبؑ و ام کلثومؑ سکینہؑ و فاطمہؑ تم سب پہ
سلام ہو اور اُن عورتوں پر سلام جن کے مرد اور اولاد میری نصرت میں کام
آئی اور میری ماں فاطمہؑ زہرا کی لونڈی فضہؑ پر سلام۔ اس ندا کے سنتے ہی
بیبیاں سمٹ آئیں۔ سکینہؑ نے سر سے مقنع پھینکا اور عرض کیا موت پر کمر باندھ
لی ہے تو ہم کو کس پر چھوڑا۔ فرمایا نورِ چشم وہ موت پر کمر نہ باندھے تو کون جس کا
کوئی مددگار نہ ہو۔ سکینہؑ مشیت ایزدی پر صبر کرو۔ شکایت نہ کرنا دنیا فانی اور
آخرت باقی ہے دل و دماغ اس قدر حاضر تھا کہ بیٹی سے شعر پڑھ کر بات کی
اور اس وقت کے رونے پر اپنے دل جلنے کو کہا۔ ہاں جب میں قتل ہو جاؤں
تو اے بہترین نسواں تجھ کو سب سے زیادہ رونے کا حق ہے سکینہ نے کہا
پھر ہمیں دیارِ رسولؐ پر پہنچا دیجئے یہ بچپن اور طفلانہ خیال تھا اس کا جواب بھی۔
عرب کی کہاوت (ضرب المثل) اور شعر پڑھ کر دیا۔ دنیائے علم و ادب بالغ نظر سے
رخصت کو دیکھے چھوٹی بیٹی کو بتایا کہ ہم قفس میں ایک طائر کی طرح بے بس ہیں
پھر بڑی صاحبزادی کے پاس آئے۔ فاطمہؑ کبریٰ کو بند لفافہ دیا۔ اس لئے کہ
زین العابدینؑ بیماری میں مبتلا جب اُن کو افاقہ ہو تو یہ تحریری وصیت سپرد ہو
امام محمدؑ باقرؑ فرماتے ہیں کہ یہ نوشتہ ہمارے پاس ہے صاحبزادی کو سپرد کرنے سے
اُس کی امانت اور علم دین کا تحفظ پہچانا جاتا ہے اور عورت کو جو عزت خدا نے
دی ہے اُس کو ظاہر کیوں نہ کیا جائے شاید ہنگامہ گریہ نے غش سے چونکایا زین العابدینؑ

کو اور اُن سے وصیت زبانی بھی کی اور پیام دیا کہ جب قید سے چھوٹ کر مدینہ جانا تو شیعوں کو سلام کہنا۔

یہ اُس وسعتِ خیال کی ایک کڑی تھی کہ سب پر سلام ہو چکا تھا در خیمہ پر پہونچکر دوستدار وہاں کوئی باقی نہ تھا وہ شیعہ جو ہر زمانے کے بعد تا قیامت سلام کریں وہ بھی سلام سے محروم نہ رہیں، بہن سے جامہ کہنہ طلب کیا اور پھٹے ہوئے کپڑے پہن لینے کا راز بتایا۔ والدہ امام زین العابدینؑ اپنے نونہال کے پیدا ہونے پر بہشت کو روانہ ہو چکی تھیں اُن کے رشتہ کی بہن سے امام کا نکاح ہوا، یہی یقیناً وجہ ہے کہ ازواجِ امام میں آپ کو علم ہے کہ چار نام ہیں اور ایک نام کی صراحت نہیں یہی وہ خاتون تھیں جن کو یا تو اسیری کا ڈر تھا یا مشیت ایزدی کے مطابق زبان پر اپنی خصوصی حفاظت کا ذکر آیا اور عظمت حسینؑ کے مزید مظاہرہ میں یہ لفظیں امام کی زبان پر آئی ہوں تو خلاف عقل نہیں کہ میرے بعد سواری کا گھوڑا آئے گا تم اُس پر بیٹھ کر ظالم طبقہ سے نکل سکتی ہو۔

قصہ مختصر جن پر سلام کر چکے تھے اُن کی بے چینی اور زمین کربلا کے زلزلہ کی اطلاع میں واقعات رخصت میں تمام آ گئے ہیں اس کے سوا کیا ہوا اُس کو ذوقِ سلیم بتا سکتا ہے جس گھر سے دو پہر میں ہر ساعت میں ایک لاش نکلی اب اُس کے نظم کدہ میں لاش تو نہ آئے گی اس لیے کہ لانے والا نہیں اور لاش اُٹھ بھی نہیں سکتی گھر ماتم عظیم اور فلک شگاف شور گریہ میں خیمہ سے نکلے گھوڑے پر سوار ہوئے میدان میں آئے خاندانی پوشاک اور تبرکات جسم پر ہیں۔ سپہر کاشانی کا بیان ہے کہ میدان میں پہنچکر پسر سعد سے کہا کہ تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر یا مجھے مدینہ واپس جانے دے اور حرم جد میں پہنچ جاؤں یا پانی پلا کر جگر ہمارے پیاس کی شدت سے بھن رہے ہیں دونوں باتوں سے انکار اور شقاوت کا بدترین ثبوت دیا۔ تیسری خواہش یہ تھی کہ ایک ایک لڑنے آئے۔

یہ آرزو منظور ہوئی اور اس کا راز ارباب دماغ خود دریافت کریں اس خواہش

ہیں امام حسینؑ کی کمزوری کا کوئی پہلو نہ تھا بلکہ ایک وجہ تو یہ تھی کہ جن پہلوانوں کو تو نے ذخیرہ کر رکھا ہے ان کی جنگی تمنائیں پوری ہوں اور وہ یزید کے سامنے یہ نہ کہیں کہ ہم حسینؑ کو انفرادی جنگ میں شکست دے سکتے تھے۔ مستقبل کے غرور و نخوت کو ختم کیا۔ دوسری خاص وجہ یہ تھی کہ وہ کچھ نئے آنے والوں کے انتظار میں تھے دشمن تو یہ سمجھتا ہے کہ انصار کی فہرست علی اکبرؑ پہ تمام ہوئی ابھی روحانیات کے تلاطم پر کچھ ہستیاں اور منزل سے چل چکی ہیں وہ پہنچ جائیں ممکن ہے کہ وطن سے کوئی خط آجائے اب ان حالات میں باختیار حسینؑ اور فاتح امام قضاء و قدر کو مدد دے رہا ہے۔

رجز

عرب کے جنگ آزما تلوار کھینچنے پر جب تک اپنے کمال کا اظہار نہ کریں اس وقت تک لڑائی نہ ہوتی۔ امام مظلوم اگر وہ روزہ دار ہوتے جس نے طلوع شمس تک سحری کھائی اور سورج ڈوبنے سے پہلے بھوک پیاس میں روزہ کھول دیا تو اپنی فاقہ شکنی میں جلدی کرتے جیسے سامعین کے انتظار میں مجلس کا ذاکر طول دیتا ہے وہی حال آقائے کونین کا ہے کہ شعر پڑھے جس قوم سے مقابلہ ہے وہ صاحب زبان ہے سخن فہم ہے۔ لوگ فصاحت و بلاغت کا بہتا ہوا دریا اس تشنہ کام کی زبان فکر پا رہے ہیں۔ سب گوش بر آواز جنگی باجے خاموش کسی دوسرے کو لب ہلانے کی جرأت نہیں۔ رجز میں امام نے بدر اور خیبر حنین تک کی یاد تازہ کی افتخار میں حسب و نسب پر کامل بحث کی۔ بزرگوں کے علم بنام ان کے کارنامے کے ساتھ زندہ کیا امام کے واجب الاطاعت ہونے پر تبصرہ کیا۔ وجود امامؑ سبب امان ہے۔ خلائق کے لئے نجیب الطرفین ہونا بھی ایک عزت ہے۔ دشمنوں کے نام لے کر ان کے ایمان سے معرا ہونے کا ذکر کیا۔ بت پرستی کی مذمت توحید کی پاکیزگی بیان کی مناظر آخرت حوض کوثر، بہشت وغیرہ کے وجود کا یقین دلایا۔ کیمیا گر کہتے ہیں امام حسینؑ کے رجز میں سونا بنانے کی ترکیب پائی جاتی ہے۔ "ذھب من ذھب فی ذھب" اور اس کے بعد کا دوسرا مصرعہ ایک دفتر ہے جادہ و نقرہ کی حقیقت کا

زائروںؑ کے فضل و شرف پر بھی روشنی ڈالی۔ پنجتنؑ کی لفظ پر اپنے ایک شعر کو تشنۂ تحقیق قرار دیا۔ نحن اصحاب العباء خمستنا ۵ ثم جبریل لنا سادسنا
ہم ہی کملی کے نیچے بیٹھنے والوں میں آیۂ تطہیر کے وقت پانچویں شخص ہیں اور جبرئیل ہم پانچ کا چھٹا۔ اپنے کو کہہ رہا تھا۔ یہ حدیث کساء کے متن کا وہ تشریحی نوٹ ہے جس سے پنجتنؑ کی لفظ کا قرآن و حدیث کی روشنی میں وجود ثابت ہوتا ہے۔

جناب مولانا مودودی نے اپنے دعاوی میں کہا ہے کہ اس لفظ کا وجود تو علمی لحاظ سے صدر اوّل میں پایا نہیں جاتا۔ انھوں نے شہداد پور ۲ر نومبر ۱۹۷۷ء کی خبر اخبار میں نہیں پڑھی۔ سندھ کا ہندو زمیندار ٹنڈو ل کی زراعت باجرہ کی فصل میں سے کئی جگہ کھیت میں ایک ہاتھ اوگا مسلمان کسان نے اطلاع دی پنجہ میں چار انگلیاں اور انگوٹھا اور ان باجرے کے دانے لگے ہیں مسلمان کہتے ہیں ہمارے عقیدہ کے مطابق یہ پنجتنؑ کا ہے۔

رجز میں فضائل علیؑ کے ساتھ رکوع میں انگشتری کا بھی ذکر ہے اور ایک شعر بڑا معنی خیز ہے مجھ سے حل نہیں ہوتا۔ کچھ مہلت ملے تو شرح شاید ہو سکے ؎

اذا ما اتی یوم القیامۃ ظامئا ۔۔۔ الی الحوض یسقیہ بکفیہ حیدر

جب حوض کوثر پر پیاسا پہونچے گا تو حیدر کرار اس کو اپنے چلو سے سیراب کریں گے۔ اگر یہی ترجمہ ہے تو علی اصغرؑ کے سن و سال میں یہ صلاحیت نہیں کہ بچہ گود میں بیٹھے اور رادا جام کوثر اٹھانے میں دیر لگے گی۔ اپنے چلو سے سیراب کریں یہ تشنہ لب کون ہے؟ واقعات میں تسلسل نہ ہونے سے نہیں کہا جا سکتا کہ رجز کا یہ حصہ شہادت علی اصغرؑ کے بعد کا ہے یا پہلے۔

__استغاثہ__ رجز بھی ایک احتجاج تھا منظوم جو احقاق حق میں دشمن سے حجت تمام کرتا تھا آخر میں زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ ھل من موحد یخاف اللہ فینا ھل من مغیث یرجو اللہ فی اغاثتنا۔ آیا کوئی مددگار ہے جو حرم رسولؐ خدا کی مدد کرے آیا کوئی توحید کا پرستار

لہ اخبار جنگ کراچی ۵ر نومبر ۱۹۷۷ء۔

ہے جو خوف خدا میں ہمارا ساتھ دے آیا کوئی فریاد رس ہے جو ہماری فریاد رسی کرے۔

استغاثہ دوسرے مصادر میں اور زیادہ موثر لب و لہجہ میں ہے یہ وقت حضرت امیرؑ پر بھی صفین کی جنگ میں آیا تھا اور آپ نے جب کہ عوام قرآن نیزوں پر بلند ہونے سے پھر گئے تھے۔ استغاثہ کیا تھا امام حسینؑ کے استغاثہ میں اما من ناصر ینصرنا بھی ہے کوئی ہے مدد کرنے والا جو اس بیکسی میں کمک کرے اس استغاثہ پر پہلا اقرار تو حسینؑ کا یہ تھا کہ سب حاضرین نے سنا اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ خیمہ کے اندر آواز گئی اور گہوارہ نشین اصغرؑ نے صدا سنی تیسرا معجزہ یہ تھا کہ شہیدوں کی لاشیں تڑپ گئیں اور صدا دی لبیک کی۔ میرے پیر بھائی سرگرسن میں بڑے۔ فرید علیہ لکھنؤ کا مصرعہ یاد رہے گا۔ ؎ گردنیں کٹ گئیں لبیک کی عادت نہ گئی۔

(۱۷۹) شہزادہ علی اصغرؑ

زلزلے دنیا میں پیہم بے سبب آتے نہیں۔ یہ زمین اب تک علی اصغرؑ کے بہلانے میں ہے۔ شہزادہ پر کتاب ۱۳۸۵ھ میں مستقل لکھ چکا ہوں جس کا دوسرا اڈیشن بھی اضافہ کے بعد قدرت نے دکھایا۔ اب مزید کچھ کہنے کو سامنے نہ تھا کہ سلطان الواعظین مولانا سبط حسن صاحب قبلہ کا شعر نظر سے گذرا اُن کی نظم و نثر میں قادر الکلامی کی یاد تازہ ہوئی اور غور کرنے پر طبع دوئم کے بعد سے جو مواد سامنے آیا اُس پر فخر سمجھ کر قلم اوٹھانے پر تیار ہوں اور ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ تاریخ علی اصغرؑ کے کسی صفحہ کی نقل اُتار دی ہے یہ وہ گھرانہ ہے جس کے ذاتیات پر دریا سیاہی ہوں اور درخت قلم ہوں جب بھی اقتدار نگاروں مدح خواں خدمت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے رسولؐ کے نونہال کی موت اور غنچہ عصمت کا بے کھلے ہوئے مرجھانا جن وجوہ سے یادگار حادثہ ہے اُس میں بچہ بھی بے وطنی جانور تنگ کر دیں پیار اور وہ گھر سے نکلنے پر سراسیمہ ہوتا ہے شاعر کبھی تو اپنا تصور نتائج افکار میں ترتیب دیتا ہے اور وہ ذاتی رائے قرار پاتی ہے مگر کبھی اُس کی تشکیل کو دنیا الہامی وجدیتی اور وہ ترجمان ملت ہو جاتا ہے حضرت آغا حشر کاشمیری

لکھنوی ؎ مسکراتا گود میں شہ کے ہمک کے آ گیا   کچھ امامت کی زباں نے کہہ دیا بے شیر سے

اس گلِ عصمت کے لیے آب و ہوا کی تبدیلی مہلک تھی مگر یزیدیت کی عقل پر تاقیامت پتھر پڑتے رہیں گے کہ ختم کرنے کو تین پھال کا زہر میں بجھا ہوا تیر تجویز ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمدردی میں ڈوبا ہوا عقیدت مند کہتا ہے کہ تیر بنا ہی کیوں؟ کس بزدل نے اس کی تاسیس کی جو دور سے دشمن پر پھینکا جائے اور مقابل کے قریب آنے سے وہ ڈرتا ہے۔ تیر کا کیا قصور وہ وضو کا پانی تلاش کرنے کی مقدار دریافت کرنے میں بھی کام دیتا ہے اور اگر کوئی فاقہ کش روزی نہ پائے تو پرند و چرند کو شکار کرنا بھی تیر کا بہتر کام ہوگا۔ تیر اندازی پر تو قرآن حکیم میں کچھ اشارات ہیں اور کتاب خدا کا سورہ نمبر ۷۹ پڑھو ارشاد ہوتا ہے والنازعات غرقاً سب تراجم میں ترجمہ یہی ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو کفار کی روح ڈوب کر سختی سے کھینچ لیتے ہیں۔ لیکن معنوی لحاظ سے نزع کی لفظ میں تیر و کمان کا مفہوم موجود ہے اور چونکہ قرآن مجید کے آیات ترجمہ ہو جانے کے بعد صرف ایک ہی معنی کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ شان تفسیر ہے کہ وہ جملہ اقوال کو جگہ دے اس لئے ہم ترجمہ پر اکتفا نہیں کرتے اور اس قول کو نظر انداز نہیں کرتے کہ نازعات سے مراد وہ مجاہد ہیں جو پوری قوت سے کمان کھینچ کر تیر چلاتے ہیں۔

کفار و مشرکین کا قتل ہر طرح سے درست ہے اور مثال اس کی یہی ہے کہ باغبان پودوں کی اصلاح میں تر و تازہ شاخ کو قطع کرنے کا مجاز ہے اس سے باغ کا مستقبل خطرات سے محفوظ رہتا ہے (حاشیہ الفوز الکبیر ص ۱۳۱) کبھی دشمن سے گھرے ہوئے مظلوم تیر کے ذریعہ خط کھینچ کر کمک بھی حاصل کرتے ہیں میر و سودا کے اشعار دیکھو

نظم ؎ جو وہاں سے آئے ہے سو تیر ہی بندھا   کیا دیکھے جواب اجل کے پیام کا
ڈھونڈھا پیکاں پھکیا جو ہر چو نامہ تیر پہ لکھا   اشارہ قتل کا قاتل نے کس تقصیر پہ کیا

کوفہ و شام کی فوج میں اگر کوئی سچا مسلمان ہوتا تو قتل حسینؑ ایسے جرم عظیم کی پاداش میں علی اصغرؑ کے وجود سے عذاب الٰہی سے بچنا پیغمبرؐ کی حدیث ہے اگر دودھ پیتے

سلہ ذکری شہید کتب خانہ ۔

بچہ اور خمیدہ پشت بڈھے اور چوپائے چرتے ہوئے نہ ہوں تو تم پر دفعتاً سے بدکردار ہونے سے عذاب الٰہی پھٹ پڑے۔ بس رضاعت کے اطفال اور جھکے ہوئے بڈھے اور بھیڑ بکری گائے وغیرہ چرنے والے جانور بے گناہ عذاب الٰہی سے بچاتے ہیں۔ قہاریت اور جباریت خدا کی ان کمزور ہستیوں کو دیکھ کر خاموش ہے مگر یزیدی طاغوتیت نے پہلے بڈھوں کو ختم کیا جابر بن عروہ حبیب بن مظاہر انس بن حارث سب صحابی قتل ہوئے۔ پھر بچہ ایک نہ چھوڑا اور ننھی منی کلیوں کو غصہ کی آگ میں مرجھانے دیا۔

بڑی شہرت ہے کہ آواز استغاثہ پر بچہ نے گہوارہ سے گرادیا۔ مگر جب امام عبا کے سایہ میں لے کر طلب آب میں چلے تو یہ روانگی اتنی پرسکون تھی کہ دشمن سمجھے۔ قرآن لا رہے ہیں دو وجہیں اس کی ہیں یا تو بچہ کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے پر راحت ملی یا قوت نے جواب دے دیا۔ کیف استسقی "میں نے کیوں کر پانی مانگا۔ لفظ مرثیہ کی شرح کوئی نہیں کرسکتا بجز دیکھنے والے کے۔

ایک حیرت ناک پہلو اور سنو اسلام ایسے رحم پسند مذہب میں بچہ کا رلانا بھی ایک موقع پر صحیح ہے۔ نماز استسقا کی جب پانی نہ برستا ہو تو طلب باران کی نماز کا طریقہ یہ ہے حسب شرائط مندرجہ کتب فقہ امام عادل رہ پیش نماز عادل نہیں جس نے بیوی کو بے پردہ پھرایا ہو) نماز کو کھڑا ہو تو عورتیں بچوں سے علیٰحدہ (اپنے حجروں میں گھروں کے) رہیں تاکہ بچے روئیں اور خشوع درجہ کمال کو پہنچے رونا آئے۔ عوام کی کامیابی میں بچہ روئے جب مراد پوری ہو اور بارش رحمت ہو اور فرزند رسول کی کامیابی میں بچہ ہنسا اور خاندانی بہادری دکھائی گہوارہ علی اصغر اسی تبسم کی یادگار ہے جو بنی نوع انسان بلا قید مذہب و ملت محرم میں قائم کئے ہیں۔ پچاس برس اودھر کا ذکر ہے کہ لکھتے ہیں صوبۂ بہار کا دیہات بھگوان پور میں ایک ہندو درگاہ کے تعزیہ میں ہمیشہ چار آنہ چندہ دیا کرتا تھا اور

لہ ویفرق بین الاطفال وامہاتہم استجلاباً للبکاء والخشوع۔ ذکری شہید۔

تعزیہ عقیدت مند سنّی فقیر اٹھاتے ایک سال فقیر کو چندہ طلب کرنے پر ہندو نے جواب دیا کہ آریہ صاحبان نے روکا ہے کچھ نہ دو۔ اسی چار آنے کا دودھ لاکر اپنے بچے کو پلاؤ۔ تعزیہ میں دینے سے کیا فائدہ عشرہ کی صبح ہوئی دودھ لاکر گرم کرنے کے لیے چولھے پر چڑھایا۔ کچھ دیر کے بعد جو دیکھا تو دودھ خون ہو گیا تھا۔ وہ نادم اور شرمندہ ہو کر دوڑا ہوا فقیر کے پاس گیا اور پیسہ دیئے۔

امامیہ گزٹ اکتوبر ۱۹۲۵ء۔

میرے لاتعداد ہندو دوست اور بھارت کے غیر مسلم تعزیہ دار اس واقعہ کو انفرادی جرم قرار دیں گے اگر مجھ سے آزردہ ہوں تو میں اس عنوان کو محترم مقالہ نگار۔ سوامی ولیو مصرا بیرسٹر ایٹ لا وطن مالوف کی راجدھانی سے بھارت کی پھیلی ہوئی دنیا کا یہی جواب دیتے ہوئے کہہ کر اپنے مشیر قانونی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ اگر واقعات پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ خیام حسینؑ میں پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی۔" یہ کہہ کر فاضل مشیر قانونی حضرت علی اکبرؑ کے اثنائے جنگ میں پلٹ کر آنے اور سوال آب سے استدلال کیا ہے۔ پھر عباسؑ کے خالی مشکیزہ فرات پر رہ جانے سے اپنی رائے کو قوت دی ہے آخر میں اپنے مقالہ کے خاتمہ پر لکھتے ہیں "تیسری گواہی حسینؑ کے کمسن بچے نے اپنے گلوئے خشک پر تیر ستم کھا کر دی۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ اگر میرے مظلوم باپ کے پاس ایک قطرہ بھی پانی ہوتا تو یہ مجھے ہرگز خیمہ سے باہر نہ لاتے اور نہ میرے لئے پانی طلب کرتے"؎

نتائج قوم نے بڑی قدر کی اور یہ نہ سمجھے کہ جو بچہ چھ مہینے بھی زندہ نہ رہا اس کا نام اپنے بچوں کا نہ رکھیں۔ مردوں کے نام محمد اصغر۔ علی اصغر۔ اصغر حسین۔ عورتوں کی اصغری۔ شہروں کے اصغر آباد۔ قومی اداروں میں شکارپور ضلع بلند شہر کی انجمن اصغریہ ہم بھارت میں چھوڑ کر آئے جن کے

؎ مضمون مندرجہ رضا کار لاہور سید الشہدا نمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۳

شیخ احسان علی نے محاذ حسینی میں کافی حصہ لیا کراچی میں بھی انجمن اصغریہ اور ناظم آباد میں آل پاکستان ستارہ حیدری کی تحت ادارہ بہبودی اطفال قائم ہے۔ عراق کی ڈاک میں ۳۰ فلس کا ایک ٹکٹ مدت ہوئے جب تاریخ شہزادہ علی اصغرؑ کی تشکیل ہو رہی تھی نظر آیا تھا جس میں وہاں کے یوم الاطفال کا عکس تھا۔

بیگناہ کا قتل، بچہ کو ذبح کر دینا شیطانی عادات و اطوار ہیں جو ماضی بعید میں تھے اور اب پھر پاک کے اخبارات[1] اپنے کالموں میں روزانہ ظاہر کرتے ہیں۔ آج سے ۶ برس پہلے خبر آئی تھی کہ زمین کی کھدائی جزیرہ سارڈینیا میں بمقام فینیشیا سب سے زیادہ خوفناک شہر وہ برآمد ہوا جہاں ۳ ہزار سال پہلے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے بچوں کی قربانی ہوتی یہ ایک کھلی ہوئی چھت کا کمرہ ہے جو پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ زمین سے بچوں کی ہڈیاں نکلی ہیں اور وہ بت[1] بھی نکلا ہے جس کا نام تانت ہے۔ غور کرو جب مریض سے معالج پوچھتا ہے کہ تمھارے باپ، نانا، ماں، دادا کو تو یہ بیماری نہ تھی تو اس امکان میں گنجائش ہے کہ حرملہ بن کاہن اسی قوم کا پوت تھا جو بچوں کا خون بہاتی۔

خاتمہ عنوان میں مجھے دو باتیں اور عرض کرنا ہیں (۱) تیس برس پہلے کا ذکر ہے کہ میں روز نامچہ لکھتا تھا اور بڑا اچھا شغل تھا۔ مگر مصروفیت بڑھنے پر یہ بھی خدمت چھوٹ گئی۔ اس کتاب کا نام سفینۂ حیات رکھا تھا چنانچہ پانچویں جلد سفینہ حیات کے سامنے آگئی تو ۲۳ شعبان ۱۳۶۲ھ اتوار یہ جو لکھا اُس کا اقتباس ملاحظہ ہو ــــ ظہرین کی نماز جماعت اور وعظ میں مسجد تحسین پر آج مجمع کم تھا اس لئے کہ گذشتہ اتوار میرے گوالیار چلے جانے سے ناغہ ہوا تھا مگر جون پور وغیرہ کے دوسرے مومنین سے وعظ میں رونق رہی بعد موعظہ اہل شہرؒ نے ـــــ[2] کی ذاکری پر تنقید شروع کی جو آج امام باڑہ آصف الدولہ بہادر میں تھی۔ میں بھی شریک مجلس اور تنقید جائز تھی موصوف نے شہادت علی اصغرؑ میں پڑھا کہ

---

[1] حریت کراچی ۱۱؍ جون ۱۹۷۹ء [2] پاکستانی واعظ کا نام نامی درج ہے جس کو ظاہر نہیں کیا ہے۔

شہزادہ پر جب حرملہ نے تیر لگانا چاہا تو اُس کا ہاتھ کانپنے لگا اور تیر کمان سے رہا نہ کر سکا۔ جب وجہ پوچھی تو اُس نے کہا کہ رسول اللہ کھڑے ہیں یا کوئی اور فقرہ کہا۔ شور گریہ میں صاف سُنا نہیں گیا۔ پھر ایک شقی نے یہ تدبیر بتائی کہ آنکھوں پہ پٹی باندھ کر تیر چلائے اور اُس نے ایسا ہی کیا۔ یہ بیان حد درجہ تخفیف ہے۔ شب کو امین آباد مسجد کلاں پھاٹک کی نماز مغربین میں بھی اس کا چرچا تھا۔ (سفینہ حیات ج ۵ ص ۱۱۱ غلطی) وہ اُس وقت کی رائے مجمع کے استفسار پر تھی مگر کوئے سامعین ایسے بے خبر نہیں ہیں کہ جو حقائق سابقین سے کبھی نہیں سُنے اُس کو تسلیم کر لیں۔ اب یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر حوالہ دے کر وہ پڑھتے تو مرکز میں ہیجان پیدا ہوتا اور آج اگر کسی مقتل میں دلخراشی یہی ذمہ دار عالم کا نوشتہ پایا جائے تو پڑھتے ہیں کوئی حرج نہیں لیکن نشانہ بازی بھی اس کا فیصلہ کرایا جا سکتا ہے یا بندوقچی بتلائے کہ ایسا ممکن ہے یا نہیں (۲) شہادت علی اصغرؑ میں ہم متن روایت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور حدیث شد میں وارد یہ ہوا ہے کہ جب تیر پڑا تو (تیر انداز کی طاقت سے) بچہ منقلب ہو گیا امام کے ہاتھوں پر اس میں راز یہ تھا کہ بچے نے اپنی قربانی پر شکر کا سجدہ کیا۔ اور یہ بھی مصلحت ایزدی تھی کہ امام بچہ کا دم توڑنا نہ دیکھیں اور فلما اسلما وتلہ للجبین کی چھوٹی سی تصویر بن جائے۔ نوحؑ نے بدشعار فرزند کی موت نہ دیکھی اور ارحم الراحمین نے طوفان کے موجہ کو جو مثل کوہ تھا حاجب قرار دیا۔ مگر یہ قلب مطمئن ماں کا تھا کہ امام شہزادہ کی نعش لئے ہوئے رباب کے روبرو پہنچنے پر مجبور ہیں۔ ماں نے پانی پلانے کا وعدہ کیا تھا۔ ہاتھوں پہ وہ شہید جس کی قربانی کا وزن امام ہی بتا سکتے ہیں۔

وصال شیرازی سے

بگویم حال طفل شیر خوارہ کہ در آغوش او شد پارہ پارہ

قاسم کشتہ عونؑ و اکبرؑ و عباسؑ و اصغرؑ

زمین متہم کز ظلمتاں چوں طائرے شکستہ بالم

حرملہ کے انداز جنگ میں وہ تو نہیں واعظین یہ کہہ سکتے ہیں کہ تیر اندازی کے انداز پر اگر غور ہو تو چونکہ کمانیں کڑی اور وزنی ہوتی ہیں اس کو کمزور تیر انداز تو استعمال نہیں کر سکتا طاقتور پہلوان اُس کو اپنی قوت پر بھروسہ کر کے ہاتھ میں لیتا ہے اور جب وہ اُستوار نہیں ہوتی تو بیٹھ کر چاروں ہاتھ پاؤں کی طاقت سے اس کو موڑتا ہے۔ وہ تیر ہمیشہ نشانہ کو منقلب کر دیتا ہے جبکہ امام بلندی پر تھے ایسا ممکن ہے کہ یہ بے رحم سامنے آ چکا ہو اور شام کی صفیں جگہ سے ہٹ کر داد شجاعت دے کر بروز حشر دکھانے کا مکمل سامان کئے ہوں اس لئے فذبحہ من الاذن الی الاذن تیر چہرہ بیر پر حاوی ہوا اور ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر دیا اور بازو بھی امام کا چھدا اہل نظر امام حسینؑ کے آخری حملہ پر اس کا تصور رکھیں کہ بازو زخمی ہے اور علی اصغر باپ کو یہ نشانی دے گئے ہیں بچہ بے گناہ ہوتے ہیں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ان کو شفاعت کی ضرورت ہے مگر صورت حال یہ ہوگی کہ عزاداران حسینؑ میں طبقہ رجال کی قیادت امام اور ان کے اصحاب نوجوانوں کی رہنمائی علی اکبرؑ اطفال صغیر کی سرکردگی قاسمؑ عورتوں کی حضرت زینبؑ اور لڑکیوں کی اور بچوں کی سرکردگی علی اصغر کریں گے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے مسلمانوں میں جو جسے دوست رکھتا ہے اُس کا حشر اُس کے ساتھ ہوگا۔

ایک یوروپین پر اثر عصر رفتہ کے قادر الکلام مقرر حکیم سید مرتضیٰ حسین مرحوم الہ آبادی وفات ۹ رجون ۱۹۲۹ء وطن سے آگرہ جا رہے تھے۔ سکنڈ کلاس میں ایک سیٹ پر وہ۔ دوسری پر انگریز مطالعہ میں مصروف تھا۔ بڑی دیر کے بعد کتاب کے ایک حصہ نے اُس پر وہ غیر معمولی اثر کیا کہ کتاب بند کر گفتگو شروع کی۔

انگریز:۔ آپ کا نام کیا ہے اور کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں کیا شہداءِ کربلا علی اصغر کو آپ جانتے ہیں۔

حکیم صاحب:۔ میرا مرتضیٰ حسین نام اور اثنا عشری فرقہ سے ہوں۔ یہ بچہ واقعہ کربلا کا سب سے چھوٹا شہید جو (وقت عصر) باپ کے ہاتھوں پر حرملہ کے تیر سے قتل ہوا تھا

انگریز نے بھی یہ سرگذشت اس کتاب میں دیکھ رہا تھا مجھ پر بچے کی مظلومیت نے وہ اثر کیا ہے کہ اگر آپ شہید نہ ہوتے تو میں (انتقام میں) آپ کو قتل کر دیتا۔ اس کو کہتے ہیں ذوق سلیم اور یہ ہے انسانی ہمدردی اور ظالم سے اظہار نفرت کا وہ جذبہ جو مطابق فطرت ہے۔ یورپین حکیم صاحب ایسے عظیم ذاکر اور باخبر مقرر کی باتوں سے اسلام کے تعارف میں بہت کچھ آگاہ ہوا اور سپاہ شام کی بربریت کا قائل ہوا۔

(۱۸۰) سید اخنف صحابی رسولؐ

صدر تحریر میں آپ نے حضرت علیؑ کی پیشین گوئی سنی فرمایا تھا اس سے بڑھ کر عجیب تر کیا ہے کہ قبر کے مردے دوبارہ خلعت حیات سے آراستہ ہو کر زندہ آدمیوں کو (جنگ میں) قتل کریں یہ مختصر مقولہ آپ کا علامہ زین الدین علی بن شہر آشوب مازندرانی مشہور عالم دین جن کی وفات ۵۸۸ھ ہے مناقب آل ابی طالبؑ جلد دوم صفحہ ۱۸ طبع بمبئی میں آپ کو ملے گا اس ارشاد فیض بنیاد پر میرے تلمیذ رشید سید راغب حسینؓ دہلوی مرحوم منیجر الواعظ کا ایک مقالہ فاضلانہ قومی اخبارات میں طبع ہوا جس کی نقل سید اخنف کی شہادت پر مشتمل ہے قومی کارکنان کے خدمات کو باقی رکھنے کے نظریہ میں انھیں کے الفاظ میں بخوف طول۔ حذف و اسقاط زوائد کے بعد ملاحظہ ہو۔ یہ روایت حسینیہ جد علام میں بھی پڑھی گئی سند اور حوالہ صحیح ہے مظلوم کربلا یکہ و تنہا دشمنوں میں گھرے کھڑے تھے کہ قبلہ کی جانب سے گرد اٹھی اس میں ایک جوان کفن پوش ہتھیار لگائے نمودار ہوا اور قریب ہو کر عرض کیا آپ پر سلام ہو اے فرزند رسول اور نیز آپ کے جد اور پدر و برادر، والدین پر سلام ہو امام نے یا شہید کہہ کر جواب سلام دیا۔ معلوم ہوا آنے والا شہید راہ خدا ہے تیرا کیا نام ہے اس نے ادب سے سر جھکایا۔ میرا نام سید اخنف ہے۔ میں آپ کے جد کا صحابی ہوں۔ میں نے ایک روز سرور کائنات کو روتا دیکھا۔ وجہ پوچھی۔ فرمایا میری امت حسینؑ کو ریگ گرم کربلا پر شہید کرے گی۔ جبریل مجھے اس جگہ کی لال مٹی دے گئے ہیں جو اس دن میرے نواسہ کی مدد کرے گا اس کو ستر شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس بیان کے بعد میں ایک

جہاد میں مجروح ہو کر گھوڑے سے گرا۔ غلام کا سر پیغمبرؐ نے زانو پر رکھا اور کہا اے اخنف جو آرزو دل میں ہو کہو۔ میں نے کہا تمنا - - - - - - - - - - - - -

کیجئے کہ واقعہ کربلا میں قبر میں امانت رہوں اور جس دن حسینؑ دشمنوں میں گھر جائیں خدا مجھے زندہ کرے اور میں نصرت کروں۔ میں ببرکتِ دعائے رسولؐ امانت تھا ایک فرشتہ نے مجھے صدا دی اور میں زندہ ہو کر چلا تاکہ آپ کے سامنے شہید ہوں امام حسینؑ اشکبار ہوئے اور ناشاد کے صحابی کو اجازت دی۔ وہ بے شمار دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ (خلاصۃ المصائب مولوی محمد صالح مرحوم صـ۱۹۳ طبع نول کشور ۱۹۰۸ء۔)

فائدہ ختنف کے معنے یہ ہیں کہ راہوار باگ ہاتھ میں لینے پر سر بلند کرے اور شان دکھائے ابو مخنف کنیت بھی اسی معنی میں ہے اب رہا سید ہونا وہ باعتبار سردار قبیلہ ہونے کے ہے اور وہ معنے مراد نہیں جن معنے میں سیادت کا استعمال ہے۔ جیسے سید اسمٰعیل حمیری سید نہ تھے مگر امام جعفر صادقؑ نے مجازاً اُن کو سید کا خطاب دیا۔

(۱۸۱) زائر نجف

جب کہ شیعیت کی تاریخ کامل مرتب نہیں ہوئی۔ اس ماحول میں شعراء اور مرثیہ گو کو دروغ گو کہنا تہذیب اسلام اجازت نہیں دیتی خصوصاً اُس وقت جبکہ مرزا صاحب محتاط مرثیہ گو گذرے اس گرد و پیش میں واقعہ کو آپ مراثی ہی میں دیکھئے مجھے بڑی کوشش سے اس قدر پتہ ملا ہے کہ زائر مدائن سے چلا تھا اور نجف جانا چاہتا تھا بے شک مسافر کے لئے کربلا راستہ میں پڑتا ہے۔ وہ اگر صاحب دختر ہو تو کچھ بعید نہیں امام کو علم غیب ہمارے نزدیک الا من ارتضٰی من رسول کی نص سے ہے جنگ۔ امام نے میدان میں پہنچ کر وہ نعرۂ حیدری کیا کہ فوج کے دل ہل گئے اور ہاشمی سطوت حیدری دیدہ میں میمنہ سے میسرہ تک سنسنی پھیل گئی تلوار کھینچی مبارز طلب کیا جنید کلبی ایک پہلوان سامنے آیا۔ ادنا فہم یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ والے ہو تم

تین دن کے بھوکے اور پیاسے سن رسیدہ کو قتل نہیں کر سکتے ہیں ابھی عمر کاٹ کے لاتا ہوں۔ وہ آلات حرب میں غرق تھا کاندھے پہ تیغ۔ کمر میں ڈھال گرز گراں ہاتھ میں نیزہ بزدلی کی نشانی آپ نے اُس کو آگے بڑھنے سے روکا اُس نے کہا نہ مانتے ہوئے پیش قدمی سے دور کر تلوار اُٹھائی اور سر پر حملہ کیا آپ نے سپر حمزہ پہ ضرب روک کر دستِ مبارک کو کچھ ایسی گردش دی کہ تلوار اُس کے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑی۔ اور ذوالفقار کو نیام سے نکالنے پر الٰہی تیغ کی چمک سے جو جبل کے بعد آج دشمنوں کے سروں پہ چمکی ہے۔ کھنچتے ہی فوج کی نظریں خیرہ ہوئیں اور اُس پہلوان کی کیفیت قتل میں فقط اتنا وارد ہوا ہے کہ آپ نے اپنی ضرب سے چار ٹکڑے کئے۔ یہ عجیب ہی ہو سکتا ہے کہ شاید وہ مقابلہ کو بہت آسان سمجھ کر پیادہ تھا اور بزعم خود سمجھا تھا کہ ایک وار میں کام تمام ہوگا اصول حرب یہ کہتے ہیں کہ پہلے سر کا وار کیا اور از خود تما آخر دو ٹکڑے ہونے پر اس پھرتی سے کمر پر تلوار لگائی کہ طول میں دو ٹکڑے ہو کر گرنے سے پہلے عرض میں دو ٹکڑے ہو کے قصہ ختم کیا سیف بن قہرمان اور بدر بن سہیل یمنی اور بہرام بن ناصر رومی چند پہلوانوں کے نام اور بھی نظر آتے ہیں جو گروہ فرسے آئے اور قتل ہوئے۔ عربی دو شعروں میں فوج کی بھگدڑ اور شجاعت حسینیہ کی تصویر کشی کی گئی ہے ؎

یسطو و ینظروا الأسود أمامہٗ　　　فرقا کشاۃ فی مجال غضنفر

امام کی نگاہ غضب کا یہ اثر ہوتا کہ جدھر رُخ کرتے معلوم ہوتا شیر سے بھیڑ اور بکریاں فرار کر رہی ہیں۔ دوسرا شعر استاد کے اُستاد سے بالا سے معتبر میں نے سُنا اور شمس العلماء داؤدِ عصر عموی ابن حسن صاحب قبلہ مرحوم کے لہجہ کا یہ اثر ہوتا کہ بزم غم میں تلاطم پیدا ہوتا ہے ؎

فیقال من ھذا اسبط المصطفیٰ　　　فی کربلا ام حیدر فی خیبر

حالت فرار میں بعض بعض سے کہتے کہ یہ فرزند رسول ہے یا خیبر میں حیدر کرار ہیں۔ بدر و حنین میں زور بازوئے اسد اللہ دیکھنے والے آج موجود ہیں وہ فیصلہ

کرار ہے ہیں کہ بھولی ہوئی یاد تازہ ہے اور وہ جنگ کی کہ تا ظہور نہ ہو گی۔

۲۵ ہزار مقتولین کی صراحت بھی مقاتل میں موجود ہے مگر ہم اس کے قائل ہیں کہ سواد لشکر میں کمی محسوس ہونے لگی یہ تمام تشنہ وہ تھے جن کے صلب میں کوئی شیعہ ہونے والا نہ تھا امام نے بھی فرات پر پہنچ کر دم لیا اور گھوڑا دریا میں ڈالا بھائی کی یاد تازہ ہوئی۔ ذوالجناح نے بھی گردن سطح آب سے اٹھالی اور سیراب ہونا گوارا نہ کیا۔

قاصد صغرا تذکرہ زینب میں اس روایت پہ حاصل بحث ہو چکی ہے۔ جب یہ اعرابی سامنے آیا شہادت علی اصغرؑ ہو چکی تھی۔ کہا آپ پر سلام ہو اے فرزند رسولؐ۔ فرمایا تو کون ہے؟ جو اس پردیس میں سلام کرتا ہے عرض کیا۔ آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ کا قاصد یہ کہہ کر خط پیش کیا جس میں لکھا تھا یہ خط ہے فاطمہؑ کی طرف سے اُس کے باپ حسینؑ کی طرف ہزار ہزار تحیات و تسلیمات پہنچیں۔ چچا عباسؑ اور علی اکبرؑ کو سلام اور میری آنکھوں کے نور دودھ پیتے چھوٹے بچے عبداللہ کو سلام۔ آپ کو قسم دیتی ہوں کہ بچے کو میری طرف سے پیار۔ خط میں شوق لقا و فراق کی شدت تنہائی مایوسی کیا کچھ نہ ہوگا۔ جن کو سلام لکھا تھا وہ اللہ کو پیارے ہو چکے علی اصغرؑ کو پیار اب امکان نہیں وہ زیر زمین ہیں۔ سب کی صورتیں یاد آئیں۔ خیمہ میں کہرام ہوا یہ بھی امام حسینؑ کی فتح تھی کہ خط پڑھ لیا نامہ آ گیا۔ یہ پُر درد واقعہ مجالس المتقین شہید بر قانی صفحہ ۱۶۹۔ سعادات ناصریہ صفحہ ۔ اکسیر العبادات۔ سیدہ کے لال۔ مولوی شفیع دہلی۔ عربی و فارسی دوسرے مقاتل میں ہے۔

جواب خط کا امکان نہیں شہید والے کے خون سے تحریر بھیجنا۔ مکتوب الیہا کے لئے اور زیادہ اذیت رساں تھا یہ بھی خط آپ کا ایک کرشمہ ہے جس کو جواب خط لکھنا ہے وہ ترجمہ اعدا میں ہے سننے والا کون تھا سوائے حضرت زینبؑ میں دانشمندوں کی رائے آپ نے پڑھی پھر ابھی یہ قول ہے کہ وہ فرشتہ تھا انسان

ہوتا تو اذن جہاد لے کر اپنی جان قربان کرتا۔

رواسم عزا میں تازہ طوق، بیڑیاں، بچوں کو پہنانا سب کا ایک راز ہے۔ جس کی صراحت کا صفحات کی تنگی میں امکان نہیں۔ نوجوانوں کو پٹکے پہنانا قاصد صغریٰ کی خدمات کا عکس ہے۔

(۱۸۲) ایک اور بچہ کی خونریزی

مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ حسینؑ میدان میں تھے کہ اسی دن کا پیدا شدہ ایک بچہ ان کے پاس لایا گیا اور آپ نے اس کے کان میں اذان کہی اور تالوا اس کا اٹھا رہے تھے کہ فوج دشمن کی طرف سے تیر آیا اور نومولود کے حلق پر پڑا اور وہ بچہ ذبح ہو گیا امام نے حلق سے تیر نکالا اور خون سارا اس بچہ کے جسم پر مل دیا اور فرمایا خدا کی قسم تو ناقہ صالح سے زیادہ معزز ہے اور محمد صلعم نبی صالح سے کریم تر تھے خدا کے نزدیک پھر آپ وہ لاش لئے ہوئے مقتل میں آئے اور اپنے بیٹے اور بھائی کی اولاد جہاں کٹی پڑی تھی وہاں یہ لاش بھی رکھ دی۔

امام حسینؑ کے اس اقتدار کو بھی دیکھو لاکھوں آدمیوں کی جمعیت میں آپکے فتح کے باجے، کامیابی پر مسرت کی صدائیں خیام امام سے فوج کا فاصلہ یہاں کی خبر مقتل میں کون پہونچاتا کس نے اطلاع کی کہ آپ در خیمہ پر آئیں معلوم ہوتا ہے کہ ہوا تیرا طاعت تھم گئے۔ بے اہل حرم کی صدا مقتل اور رزم گاہ کی آواز خیمہ تک پہنچاتی اور یہ فضل ہیچ ہے کہ میں خیمہ سے رخصت ہو چکے پھر الوداع سے دیکھتے ہوئے دلوں کو تڑپانا بے محل تھا۔ یقیناً یہ نومولود کسی کنیز یا بی بی کا لال تھا جو چند لمحہ کی زندگی لے کر آیا، اور ناقہ صالح سے تشبیہ میں یہ تاریخی پہلو زیر نظر تھا کہ اس کا پے کرنا بھی پانی کی تقسیم پر تھا امت چاہتی تھی کہ وہ چشمہ کا سارا پانی پی کر سیراب نہ ہو۔ یہ بھی امام مظلوم کی ایک فتح تھی کہ

تاریخ یعقوبی جلد دوم چھاپ بیروت صفحہ ۱۷

بچہ کے کان میں اذان و اقامت کہنے آئے اور کوئی نامرد روک نہ سکا لیے فتوحات کے بعد امام حسینؑ کو شکست خوردہ نہ کہنا ظاہری فتح اُن کی تھی۔

زعفر جن کی خدمت میں باریابی اور مدد سے انکار

زعفر پر میرے مسلسل مقالات عقل اور نقل کی روشنی میں الواعظ ۱۹۳۵ء میں اگر ناظرین نے نہ دیکھے ہوں تو کم از کم شیعہ محرم نمبر ۱۳۹۵ھ کا ملاحظہ ہو تو بنی جان کی عقیدت کا پتہ چلے اور یہ ثابت ہو کہ حسینؑ جن و انس دونوں کے امام ہیں اخبارات کے یہ تراشے کتابی صورت میں یکجا ہیں مگر میں رنجیدہ ہوں طبع کرنے کا شرف قومی جمود میں حاصل نہ ہوا اس قوم میں روز عاشور جشن تھا۔ زعفر تخت سلطنت پر عیش و عشرت کے منظر میں ایک جنیہ سراسیمہ تصویر غم بن کر پہونچی اور کہا زعفر کیا بیٹھے ہو فاطمہ کا گھر اجڑ رہا ہے اس بھیانک صلط نے انقلاب کی ابرو و ڈرادی۔ اور وہم بھی نہ تھا کہ امت نبی کے نواسہ کے ساتھ یہ سلوک کرے گی۔ زعفر نے سر سے تاج پھینکا لشکر کو ساتھ لے کر کربلا پہونچے تو آسمان سے زمین تک آواز پر لبیک کہنے والوں کی صفیں تھیں میرے سوا قوم جن کے دوسرے تاجور اذن جنگ طلب کر رہے تھے مجھے مقتل میں چار فرسخ پر جگہ ملی اور سلام عرض کیا۔ ہجوم ملائکہ اور ارواح طیبہ میں قریب نہ پہنچ سکا۔ آقا نے جواب سلام دیا۔ میں نے عرض کیا کہ غلام اپنا سارا لشکر لے کر جاں نثاری کو حاضر ہے۔ فرمایا تم جن ہو یہ لوگ انسان ہیں تم انھیں دیکھ دیکھ کر قتل کرو گے یہ تم سے جنگ نہ کر سکیں گے زعفر نے عرض کیا پھر میں بھی تو فرشتہ دکھائی نہ دیتے تھے فرمایا وہ حکم خدا سے آئے تھے اور تو صرف میری محبت میں آیا ہے۔ عرض کیا حکم دیجئے تو ہم بصورت انسان جنگ کریں۔ فرمایا مشیت ایزدی نہیں ہے جو قلم قدرت چل چکا ہے۔ خدا تجھ کو جزا خیر دے اپنے مقام پر واپس جا زعفر سر تسلیم خم کر کے نامراد اپنی فوج

واپس لایا۔ ماں نے جو دیکھا کہ لشکر پلٹ آیا قسم دی کہ زعفر میں دودھ نہ بخشوں گی اگر نصرت نہ کی۔

یہ تھی وہ آخری ناصر کی سرگذشت جو حسب ذیل مقاتل اور تواریخ میں پائی جاتی ہے۔ تمہید جامعہ بحث تاراجی خیام میں دیکھو (۱) عناصر الشہادتین حکیم ناصر علی غیاث پوری ص۲۱۳ (۲) معدن البکاء مقتل محمد علی بن محمد مخطوطات ص۲۱۱ کتب خانہ آصفیہ دکھن حیدر آباد (۳) روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی (۴) ماتین فی اولۃ الفریقین ج ۲۔

اب رہے واعظین اور علماء عمر معظم اعلیٰ اللہ مقامہ روایت پڑھتے رہے مغفرت مآب مولانا سید ابن حسن صاحب جارچوی ایم اے (وفات ۱۹۷۳ء) اپنی پرمغز تقریروں میں فرماتے ہیں یورپ امریکہ اور روس کے بہترین دماغ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی صنعت میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر امام حسینؑ سے روز عاشورہ جب زعفر جن نے اگر درخواست کی کہ ہم کو اجازت دو کہ ہم آپ کے دشمنوں کو آناً فاناً فنا کر دیں تو آپ نے صاف صاف فرما دیا میں نانا کی اُمت پر ایسی طاقتوں کو مسلط نہیں کرنا چاہتا جن کا توڑ اُن کے پاس نہ ہو اور جن سے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہو اس طرح حسینؑ ایک جنگی قانون کی بنیاد رکھ رہے تھے کہ لڑتے وقت وہی ہتھیار استعمال ہوں جن کا توڑ مد مقابل کے پاس موجود ہو امام حسینؑ کے اس جنگی قانون کو اقوام متحدہ کی انجمن میں پیش کیجئے اور پاس کرائیے کہ عالم میں امن و امان قائم رکھنے کی مہم کو کامیاب بنائیں۔"

روایت زعفر سے انکار قرآنی مقصد پر ضرب ہے پاکستان نادر الکلام خطیب حضرت علامہ رضا حسین رشید ترابی مرحوم ومغفور (وفات ۱۹۷۳ء) نے بھی ۹ محرم نشتر پارک کراچی کی مجلس میں استغاثہ امام پر جعفر کا آنا پڑھا۔ میں اس بزم غم میں حاضر تھا۔ نیۃ المومن خیر من عملہ کی حدیث کی تحت میں زعفر

کو اجرِ شہادت اور ثواب نصرت ملا اس لئے کہ قبولیت نیک نیتی پر موقوف ہوا کرتی ہے اور حسینؑ بن علیؑ کے عزم نصرت میں اس جن کو وہ ہر دلعزیزی حاصل ہوئی کہ جہاں جہاں عزاداری ہے وہاں زعفر کا ذکر ہے۔ نہ مراثی خالی ہیں، نہ مقاتل مقام زعفر کربلا میں موجود ہے اور اس کی مثال بعینہٖ یہ ہے کہ چاند کو دیکھتے ہوئے تاروں کو کون پوچھتا ہے۔ حکومت اور قوم نے ان جگہوں کے بقا اور فروغ میں کوئی حصہ نہیں لیا اس کو باقی رہنا چاہئے۔ میر عشق مرثیہ گو کے مجموعہ مراثی آثار عشق صـ۱۲۷ پر یہ واقعہ پایا جاتا ہے کہ اُن کو حضرت رسولؐ کی طرف سے خواب میں مرثیہ زعفر کے حال کا کہنے پر حکم ہوا۔

مقتولین کی تعداد میں آخری قول

ابنِ جمہور بحرانی کا قول اکسیر العبادۃ سے جو پیش ہو رہا ہے اُس کو عوام کے ڈر میں کہ استبعادِ عقلی کا عذر نہ ہو میں نظر انداز کروں تو میری کوتاہ نظری ہوگی۔ یہ تعداد پیش ہوئی اور آئندہ پیش ہوگی۔ مقبول ذاکر مولوی غلام حیدر صاحب کتاب مذکور کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؑ نے ۲۵ ہزار اور اسی قدر تمام انصار نے متحد ہو کر قتل کئے اور امام حسینؑ نے ۳ لاکھ ۳۰ ہزار کوفی و شامی ہلاک کئے جبکہ لشکر عمر سعد ۴ لاکھ ۸ ہزار تھا جو بچ گئے اُن کی تعداد ۸۰ ہزار تھی۔ آخر میں عہد ناصر الدین شاہ قاچار کا عربی مقتل "مثیر الاحزان" کے محقق اور محتاط مصنف کا قول بھی ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ امام نے ۳ حملے کئے اور اُن کے ہاتھ سے ۹ سو نفر قتل ہوئے۔ ذوالفقار کو جس نے آسمانی تحفہ سمجھ لیا ہے وہ کثرت مقتولین سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ فوج شام کی اس تعداد کی تائید یا رد کا کوئی محل ہے جبکہ امامؑ کا خود ارشاد اپنے رجز میں ہے ؎

وابنُ سعدٍ قد رمانی عنوۃً	بجنودٍ کوکوفِ الہاطلین

فرماتے ہیں ابن عمر سعد نے بزعم خود مجھ پر غلبہ حاصل کر کے وہ لشکر فراہم کیا جو

۱؎ حقائق الایمان صـ۱۷۱

موسلادھار بارش کے قطروں کی طرح ہے۔ ہم اس کے قائل ہیں اور یہ حرف آخر ہے فوج شام کی تعداد میں، مولوی نوروز علی بن حاجی محمد باقر بسطامی فاضل بسطامی مصنف کتاب ذخیرۃ الشیعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ فوج یزید کے ناموں کا ایک دفتر پانچ طوماروں میں تھا اور فوج میں ۷ افسر تھے جس میں شامی ۲۰ ہزار اور بصری و مدائنی ۸ ہزار تھے (وسیلۃ النجات) سچ کہا ہے ؎

مدعایش سلطنت بودی اگر   نکردی با چنیں ساماں سفر

دوستان او بیزداں ہم عدد   دشمنان چوں ریگ صحرا لاتعد

ذوالفقار نیام میں

وہ تشنگی تین دن کی ہے ہم وہ گرم ریتی وہ لوں کی شدت
تھمے ہیں خنجر نکلتے نکلتے رن میں عرق جبیں ٹپک رہا ہے

استغاثہ پر کائنات میں تلاطم تھا اور جس جس نے نصرت کا ارادہ کیا اُس کی کمک سے اُس طرح انکار ہوا جیسے خلیل اللہ نے نار نمرود کے وقت خدمات قبول نہیں کی۔ ورنہ آسمان سے پتھر برستے جب تنور سے طوفان نوح آیا تو فرات سے کوفہ و شام غرق ہوتا ہوا قوم عاد و ثمود کی طرح یزیدیت کا تختہ اُلٹ دیتی غیبی طاقتیں لاتعداد زیر نگیں تھیں مگر سب کو محروم کرتے ہوئے اُن کو پکارا، جو دم توڑ چکے تھے یا ابطال الصفا و یا فرسان الہیجاء بہادرو شہسوارو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں پکارتا ہوں اور تم چپ ہو یہ ندا بھی طویل ہے لاقوں نے کروٹیں لیں۔ حرم رسول کی بیکس عورتوں کے مستقبل میں بے وارث ہونے پر بھر ایک اپیل کی جو پیام نصیحت تھا مسلمانوں کے لئے بزدل فوج نے تلوار نیام میں جاتے ہی چار ہزار کمانداروں نے بیک وقت تیر برسائے۔ خالی ہاتھ دیکھ کر دشمن قریب آ گئے اور نزدیک سے نیزہ و شمشیر کا حملہ ہوا اور کچھ بزدلوں کے ہاتھ میں پتھر ہیں۔ پیشانی پر پتھر گرا۔ تیروں کی کثرت نے جسم مبارک کو شکل سایہی کے کانٹوں کے بنا دیا۔ کچھ ایسے بزدل ہیں کہ اب بھی تیر سے حملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ قلب پر ۳ پھال کا تیر پڑا جس کو بڑی بہادری سے پس پشت سے نکالا اور خون پرنالہ کی طرح جسم سے جاری ہوا۔ بسم اللہ و باللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہتے ہوئے گھوڑے سے گرے۔ صالح بن وہب کا نیزہ تھا جس نے

پُشت زمین پر سنبھلنے نہ دیا۔ صادق آلِ محمد کا ارشاد ہے کہ امام جب گرے اور قاتل سر جُدا کرنے بڑھے تو وسط عرش سے ایک ندا آئی "اے جرأت زدہ اُمّت جو نبی کے بعد گمراہ ہوئی اللہ تجھے بقرعید اور عید منانے کی توفیق نہ دے۔ اسی مقصد کو دوسرے راوی نے جو بیان کیا ہے اُس میں یہ ہے کہ روزہ اور عید کی توفیق نہ دے۔ آخر میں امام جعفر صادق (بڑے جوش سے) فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ موفق نہیں ہوئے اور مستقبل میں (کبھی) توفیق نہ ہوگی۔ جب تک کہ خون حسینؑ کا انتقام نہ ہو جائے (شیر الملہوف عربی و مجمع البحرین لغت نقص طریحی) سچ ہے آج حج لازم نہیں کہ ۹ ذی الحجہ کو ہوا کرے۔ حکومت یوم حج خود مقرر کرتی ہے۔ اس سال ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ میں بھی ایک دن پہلے حج ہوا ہے۔ امروہوی شاعر ملت درد ملی میں کہتے ہیں ؎ عید قرباں عرب میں ہو بھی چکی ✤ تجھ پہ قربان کیا ارادہ ہے (جنگ ۱۱ نومبر ۱۹۷۶ء) بیبیاں خیموں سے نکلیں۔ عمر بن سعد چبوترے کے سایہ میں خونچکاں منظر شہادت دیکھ رہا تھا۔

(۱۸۳) عبداللہ بن حسنؑ

بچے بہر جہاد نکلے ہیں … جن پہ واجب ابھی نماز نہیں

یہ شعر تلامذۂ حضرت دبیر مرحوم و مغفور کی تابندہ فردیات مشیر کا ہے جن کو عام طور پر سمجھا جاتا رہا کہ وہ ہزل گو ہیں اُن کے کلام پر ریسرچ کرنے والا جانتا ہے کہ خاص پیغمبر معصومۂ عالم حضرت فاطمہ زہرا پر اُن کے اشعار دیکھنے اور سُننے سے تعلق رکھتے ہیں یا جس نے اُن کے مراثی دیکھے وہ اُن کی فکر عمیق کا قائل ہے۔ مشیر اصحاب سید العلماء علیین مکان سے ہیں اُن کی علم افروز بزم کے شاعر تھے اور جو جانتا ہے کہ حسانؑ کو نظم میں سرکار دو عالم نے مدح دشمنان دین کی اجازت دی وہ مشیر کی ادبیت پہ گواہ ہے (ملاحظہ ہو باب المفرد طبع مصر امام بخاری صفحہ ۴۲)

اسلامی نظریہ تھا کہ لڑکی پر نویں برس اور لڑکے پر پندرھویں برس بالغ ہونے پر واجبات کی پابندی عاید ہوتی ہے۔ لیکن آلِ رسولؐ پر وہ سخت وقت پڑا تھا کہ بچے تحفظ ملت کے لئے نکل آئے تھے لیکن جناب زینبؑ پر اس سے زیادہ سخت وقت

نہ ہوگا کہ ادھر تو بھائی کے قاتل عمر سعد پر نظر پڑی اور اُس سے خطاب کر کے کہا اے سعد کے بیٹے ابو عبداللہ قتل ہو رہے ہیں تو دیکھ رہا ہے اور ادھر بھائی کی مقتل سے آواز سُنی اور اُن کے احساسات کا اندازہ ہوا کہ روح اُن کا جسم چھوڑنے والی ہے مگر وہ ذریتِ رسول سے اس وقت بھی غافل نہیں۔ زمین پر پہنچنے کے بعد کسی نے اُن کو بتایا کہ عبداللہ خیمے سے نکل آیا ہے اور بہن تعاقب میں ہیں بے ساختہ کہا بہن بچہ کو پکڑ لو (یا اختاہ احبسیہ) مگر تو یہ بنی ہاشم کا مچلا ہوا بچہ اُس کو زینبؑ ایسی غمزدہ خاتون جنھوں نے کبھی نامحرموں میں قدم نہیں رکھا وہ راستہ چلنا کیا جانیں بچہ کے روکنے میں ناکام اور عبداللہ دوڑتا ہوا چچا کے قریب۔ وہی جذبہ لئے ہوئے جو ہر ناصر کا تھا کہ ہم نثار ہو جائیں اور امامت بچ جائے اس وقت بیکسی میں کوئی یہ بھی نہ سمجھا کہ یہ کس کا لال ہے مگر دل کی صدا شاہزادہ کا رجز ہو گئی جب پھوپھی نے بازو تھاما تو نونہال نے کہا قسم خدا کی میں چچا سے جدا نہ ہوں گا! اب تو بچنا واجب ہو گیا بحر بن کعب تشنہ لب امام پر تلوار سے حملہ کرنا چاہتا تھا اُس نے تیغ اٹھائی بچہ نے سخت کلامی کرتے ہوئے کہا اے خبیثہ کے بیٹے میرے چچا کو قتل کرے گا تلوار کو ہاتھ سے روکا ہاتھ کٹ کر جلد نازک میں معلق ہوا اور بچہ نے آواز دی اے میری ماں۔ بچہ گود میں چچا کی گرا حرملہ بن کاہل بزدلوں کا سردار بچوں کے خون بہانے میں کافی مشق بھی یہ ظالم تلوار سے بھی حملہ کر سکتا تھا یا تو ڈر کر مبادا بچہ آنے نہ دے یا تیراندازی کی مشق میں اضافہ چاہتا تھا اور قریب نہ تھا تیر سے[1] ذبح کیا امام نے سینہ سے لگایا اور کہا اے چچا کی جان صبر کر اس مصیبت پر اور اس کے بہتر نتیجہ کا انتظار کرو تو بھی اب اپنے بزرگوں کے پاس رسول اللہ اور علیؑ و حمزہؑ و حسنؑ مجتبیٰ کی خدمت میں پہونچ جائے گا۔

ناظرین آپ نے دیکھا وہ تقاضائے شجاعت تھا کہ پھوپھی روک نہ سکیں اور یہ تقاضائے عمر تھا کہ بچہ مصیبت کے وقت ماں کو پکارتا ہے۔ مادرِ گرامی کو صدا دی

---

[1] تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۲۵۹

موجودہ میں تھیں یا زینب پھوپھی کو ماں کہا اور ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہر مرنے والے کا وقت آخر عالمِ احتضار کہا جاتا ہے اس کے معنے یہ ہیں قبضِ روح کے فرشتے اور آئمۂ طاہرین مع اپنے پسندیدہ افراد کے ساتھ عالمِ ارواح میں نظر آتے ہیں ممکن ہے بچے نے فاطمہؑ زہرا کو ماں کی شکل میں دیکھا ہو۔ میر عشق کی بیت اس مقام پر پڑھو ؎

منت سے ہٹاؤ گے ستمگر نہ ہٹیں گے
عبداللہ معصوم کے ہاتھ آج کٹیں گے

ہاتھ کٹوا کر اس بچے نے جعفرؑ طیار اور حضرت عباسؑ کا سا درجہ لیا۔ مرزا دبیر مرحوم نے قربانی کی عظمت میں بچے پر پورا مرثیہ کہا جس کا مطلع ہے۔ ؎

جب ربطِ خاک و آتش و آب و ہوا ہوا

اس مرثیہ میں وہ المیہ کی تصویر کشی کرتے ہیں ؎

قاتل کے ساتھ سینے میں جب شست ہو گیا
آخر بڑھا کے ہاتھوں کو بولا وہ مہ لقا

خوفِ خدا نہیں تجھے اے دشمنِ خدا
ہے ہے تو کس کے قتل کا درپے ہے بے حیا

لکھا ہے گو شقت ہاتھ کی تا استخواں گئی
لیکن جو پوست رہ گیا باقی حباب سا

اس پوست میں کٹی ہوئی باہیں لٹکتی تھیں
اور آستیں سے خون کی بوندیں ٹپکتی تھیں

زیارتِ ناحیہ میں اس بچے پر سلام ہے۔ سید العلماء نے اس بچہ کا حال شیخ طوسی ایسے عالم بزرگ کے حوالے سے[۱] سپردِ قلم کیا اور لکھا کہ اس کی والدہ کا نام امِ الرباب جنت امراء القیس بن عدی بن اوس بن جابر کعب بن علیم تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رباب مادرِ سکینہ و عبداللہ الرضیع کی بہن ہیں کیونکہ امراء القیس اپنی تین لڑکیاں اپنے ساتھ مدینہ لائے تھے ان میں سے ایک ساتھ امام حسنؑ کا عقد ہوا اور ایک کے ساتھ امام حسینؑ کا رباب زوجہ امام حسینؑ کے سکینہ و عبداللہ الرضیع کی ولادت ہوئی اور امِ الرباب[۲] زوجہ امام حسنؑ کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے۔

---

[۱] شہداء کربلا حصہ سوم صہ ۱۴۳ طبع سرفراز قومی پریس
[۲] تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۱۷۱

عبداللہ بن حسنؑ کی شہادت امام مظلوم کی قربانی سے پہلے اس کثرت سے مقاتل اور احادیث میں اپنے محل پر وارد ہے کہ صرف یہ فدیۂ اختلاف سے بچا رہا مگر زمانہ کے ارتقار نے جب عزاداری کو عصر حاضر تک پہونچایا تو تنقید پسند طبائع نے اس روایت کو بھی آبا جناہ سمجھا اور وہ شاہزادہ کے لئے طفل کی لفظ سننے پر چونچ ہوئے اور کہا کہ دو اماموں کے مابین دس سال کا فاصلہ تھا تو آن کو آتی سمجھ نہیں کہ ۱۱ سال کا سن ہو تو کیا فرزند کو وہ جوان اور مرد سمجھیں گے اس سے کم عمر کا ہونا بھی امکان ہے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بعد پدر ولادت ہو کیوں دسویں کی آخری منزل انو امام تفہیم کی یہ ہے کہ دو سالہ طفل کا نو تو ساتھ رکھو اور اجنبی سے پوچھو کہ یہ جوان ہے یا بچہ۔

برآمد ہونے پر حضرت زینبؑ کا ہنگامی صورت میں کیا انجام ہوا امام نے سمجھایا کہ میری زندگی ہے کیوں نکلیں وہ خیمہ میں گئیں۔

(۱۸۴) قتل حسینؑ کا وقت سخت نصرانی کی قربانی

بنی ہاشم میں آخری شہید ہونے کا فخر اولاد امام حسنؑ کو حاصل رہا۔ اور انصار میں آخری شہید جس کی قربانی امام نے عین حیات میں دیکھی وہ نصرانی تھا جس کو دھوکا دیکر طمع زر میں قاتل بنانا چاہا تھا۔ جب ارادہ قتل میں ہر آنے والا اس عظیم جرأت پر تیار نہ تھا۔ کسی کو امام کے نظر اٹھا کر دیکھنے میں گردش چشم رسولؐ یاد آئی تو فوج میں نو وارد عیسائی جبکہ بھی تھا اُس کو قتل پر آمادہ کیا یہی وہ یادگار لمحات زندگی تھے جس میں نماز عصر بھی جلتی ہوئی زمین پر ادا کی۔ ایک عصر کی خدا قسم کھاتا ہے اور سورہ اسی نام سے قرآن میں موجود ہے یہ تحقیق کا وقت نہیں رہا اولاد فاطمہؑ کا خون زمین پر بہہ رہا ہے۔ نصرانی قریب آیا اور حزن المومنین میں سے لب مبارک جنبش میں دیکھے۔ سمجھا تھا کہ اپنے دشمنوں کے لئے بددعا کر رہے ہیں قریب آیا تو سنا کہ بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے ہیں خداوندا حسینؑ نے اپنے وعدہ پر وفا کی تو بھی تاناکی

اُمت گنہگار کو بخش دے۔ نصرانی کو یقین ہوا کہ کوئی برگزیدہ خدا ہے جس کو دشمن قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تعارف حاصل کرنے کے لئے نام پوچھا تو نانی کا نواسہ۔ اُس نے عرض کیا۔ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے۔ فرمایا عیسیٰ بن مریم بشارت بشت دے رہے تھے۔ یہ اعجاز دیکھ کر اُس نے قدم چومے اور اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ کلمہ پڑھ کر لڑنے کا اذن طلب کیا۔ اجازت دی۔ اور دعائے خیر کی۔ اُس نے بھی کچھ قتل عام کیا اور پوچھا ھل رضیت عنی یا اباعبد اللہ۔ آپ راضی ہوئے فرمایا میں بھی راضی اور خدا و رسول بھی راضی۔ دشمنوں نے اُس آخری ناصر کو بھی شہید کیا اور اب شمر بن ذی الجوشن قتل پر آمادہ آگے بڑھا زخموں کی کثرت پر شعر نہیں بلکہ حقیقت ہے سہ

روایت است کہ بر جسم آں شہ ذی جود ۔۔۔ ہزار و نہصد و پنجاہ جراحت بود

سوائے اُن زخموں کے جو جسم کو توڑ کر پشت کے پار ہوئے کوئی زخم پشت پر نہ تھا۔ یہ کوائف تقریباً تمام کتب میں پائے جاتے ہیں فاضل کیرانوی کا کہنا یہ ہے کہ اثنائے جنگ میں غیب سے صدا آئی یا حسینؑ اصبر فان الصبر جمیل۔ اُس وقت تلوار روکی۔ قدرت کا اشارہ ان سے بہتر کون سمجھتا۔ سنان بن انس کے نیزہ نے گرایا اور رخسار کے بھل زمین پر تشریف لائے سہ

بلند مرتبہ شاہے زصدر زیں افتاد ۔۔۔ اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

امام زماں نے عرض کیا۔ سلام چہرہ رخسارہ گرد آلود پر۔ یہ بھی آواز ہے کہ اس پر سلام جو خون میں غلطاں تھا۔ روایت زعفر سے تو پتہ چلتا ہے کہ استغاثہ کے وقت تمام انبیا کی مقدس روحیں فضا میں ناظر تھیں لیکن تاریخ احمدی کی تصریح ہے کہ وقت شہادت حضرت زکریاؑ اور یحییٰؑ کو طلب و طاہر روح سامنے سے قریب ہوتی پہونچ جانے پر جسم کے لباس کی لوٹ سے جو مظالم ہوئے تھے وہ دہرائے نہیں جا سکتے۔

لہ بحر المصائب ص۲۰۰ طبع ۱۲۹۰ھ

(۱۸۵) شہادت حسینؑ

امام زماں سے زیادہ صادق راوی کہاں ہے وہ عرض کرتے ہیں۔
اُس پر سلام جو پسِ گردن سے ذبح ہوا۔ مذبوح من القفا پوری تصویر ہے ذبح اسمٰعیلؑ کی شہادت میں یہ انداز دلیل قوی ہے کہ سر سجدہ میں جدا ہو کس طرح ایک عالم دین کا عربی شعر ہے ؎

فیوم العید مرکبہ النبی   وعاشوراء یرکبہ الشقی

بروزِ عید جو دوش نبی پر سوار ہوا اُس کے صدر مبارک پر شقی ہے وقتِ ذبح بھی پانی مانگا اور یہ بہتر اتمام حجت تھی۔ زیارت میں ہے کہ ماتھے پر موت کا پسینہ آیا پلے مبارک کبھی کھینچ لیتے کبھی پھیلا دیتے اور جلتی ہوئی ریت پر کبھی داہنی کروٹ کبھی بایاں پہلو کسی طرح قرار نہ تھا۔

شمر کے ہاتھ سے سر جدا ہوا اور نیزہ پر بلند کر کے پورے لشکر کو دکھایا زمین و آسمان میں تاریکی پھیلی۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا۔ پہاڑ شق ہوئے فتح کے باجے اور تکبیر کے نعرہ ہر سمت تھے۔ فاسرع فرسہ شاردا الی خیامہ محمحما ناعیاً یہ الفاظ بھی زیارت کے ہیں۔ ذوالجناح نے جب یہ دیکھا کہ سوار نہیں تو ہنہناتا ہوا پھرتی سے سمتِ خیمہ چلا اور شنانی کی خدمت انجام دی۔

بیبیاں اب بھی خیمہ سے نہ نکلتی تھیں کچھ بے درد بڑھے اور تلوار سے طنابیں کاٹ دیں کسی نے آگ لگائی۔ ذوالجناح پر ناچیز مصنف کی کتاب مستقل سپرد قلم ہوئی اس لئے یہ بحث تفصیل طلب نہیں۔

اطلاع واقعات کی ترجمانی میں حتی الامکان سلسلہ کا لحاظ رہا اب ہنگامی حالات میں بیک وقت حالات کا وقوع اس نظام کو باقی نہ رکھے گا کوشش ہے کہ اختلاط وقائع سے تسلسل پر اثر نہ پڑے۔

سکینہؑ مقتل میں امام مظلوم کی دو بیٹیوں نے واقعہ کربلا کا جو اثر لیا اُس میں

ہم کہنے پر مجبور ہیں۔ فاطمہؑ صغریٰ نے وطن میں صبر کر کے دکھایا اور سکینہ نے فریاد کر کے بتایا کہ میں دختر امام ہوں دنیا میں کوئی خاندان ایسا نہیں کہ جس کی پانچ برس کی جان لڑکی نے باپ کی خبر شہادت سُن کر برجستہ نوحہ پڑھا ہو جس کے ۵ شعر مقاتل میں موجود ہیں سه

مات الفخار و مات الجود و الکرم　　　والغبرت الارض والآفاق والحرم

جو دو فخر و بخشش کی آج موت ہے۔ اور زمین آسمان اور خانہ خدا گرد آلودہ ہے

اس نوحہ کے ساتھ بہتر لاشوں میں باپ کے جسد تک پہونچنا بھی خلاف عادت ہے مگر حدیث کسا نے اس امر کو واضح کیا ہے۔ شمیم عصمت خود کو بزرگ تک پہونچاتی اور آج خون بہہ کر خوشبوئے پدر اور تیز ہو گئی۔ لیکن شمر ملعون نے سکینہ کو اس فردوس راحت سے تازیانہ کی ضرب سے جُدا کیا۔ سکینہ نے امام کا پیام بیان کیا جو نظم میں تھا۔ میرے دوستو جب ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے یاد کرنا۔ مگر پیام کے معنے یہ ہیں کہ امام زین العابدینؑ سے مردوں تک وصیت پہنچائی اور سکینہ سے عورتوں تک۔

(۱۸۶) خوش نصیب صعصاف

پُرانے دوست کی آمد

ایک ATE سالہ مجاہد کا صف شکن جہاد

وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ واقعہ کربلا شہادت امام مظلوم کے بعد وقت عصر ختم ہو گیا اپنی رائے کو واپس لیں اور تاریخ و سیر رجال، معلومات عامہ احادیث ائمہ کو بالغ نظر سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں ایک بزرگ تھے صعصاف مستری بصری جو حق کے پرستار، پابند سخن و گفتار۔ جو ارادہ کیا اُسے پورا کر کے رہے جو سوچے اُس پر عملی قدم اُٹھایا۔ لڑائیوں میں شریک رہے صفین و جمل میں اُن کے دست و بازو پہچانے ہوئے موت نہ تھی اس لئے

تاویل قرآن کی ہر جنگ میں زندہ رہے۔ واقعہ کربلا میں اوّل سے شریک ہونا مقدر میں نہ تھا اور سچ پوچھو تو کوئی بھی یہ نہ سمجھتا تھا کہ مسلمان اس طرح نبی کے نواسہ کو قتل کر کے گھر صاف کر دیں گے اُن کے تعارف میں رجال کی یہ لفظیں ہیں۔

ذکر اهل السیر ان الهفهاف فارساً شجاعاً بصیراً من الشیعه و من المخلصین فی الولا

مورخین نے ذکر کیا ہے کہ وہ جنگی مرد بہادر اور دل کی آنکھوں سے مذہب کے دیکھنے والے ولائے علیؑ میں پُر خلوص نہ طمع زر و مال غنیمت میں لڑائی میں شرکت کی شہرت کے لئے نصرت میں جہاد کیا بلکہ اللہ کے لئے اُن کی جنگ تھی۔ امام حسینؑ سے دنیا پھر جانے کی اطلاع اللہ جانے کیا گرد و پیش تھا اور زندگی کن پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھی۔ جس سے پیچھا چھڑا کر عصر کے بعد کربلا پہنچے۔ نڈر ایسے تھے کہ دشمن کی صفوں میں ہی پہنچ کر امام حسینؑ کی خیریت پوچھی سُن کر بتایا کہ وہ تو قتل ہو گئے اب مال و اسباب اُن کا خیموں میں آگ دے کر لُٹ رہا ہے تم کون ہو بتاؤ تو جواب دیا۔

انا الھفھاف الراسبی البصری (تم نہیں جانتے) میں ہفہاف بصرہ سے آیا ہوں نصرت امام کے لئے یہ کہہ کر تلوار کھینچی اور شیر کا ایسا حملہ کیا جو قریب آیا اُس کو قتل کیا حتی قتل منھم جمعاً کثیراً حتی اثخن الجراح۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا یہاں تک کہ مجروح ہو کر گرے اور اُن کا بھی سر کاٹ لیا۔

محترم صحابی علیؑ اگر آپ دو گھنٹہ پہلے پہونچتے تو اپنے امام کا دیدار آخر دیکھتے آپ کے اس اقدام پر کوئی یہ نہ کہے کہ تم کو شاہزادیوں کی مدد کرنا چاہیے تھی خیام فلک احتشام کی خبر لیتے ایک شخص کیا کر سکتا تھا۔ بہتر یہی تھا کہ قوت انتقام کو پہلی فرصت میں استعمال کیا۔ مرنے والے کو اتنے ہوش نہ تھے کہ وہ امام زین العابدینؑ علیہ السلام تک پہونچ کر اذنِ جہاد حاصل کرتا اس ضابطہ پر عمل ہی وہ جاتے جاتے قتل ہو جاتے۔ تقاضائے نظم امامت ہے کہ آپ کو اس قربانی کی اطلاع ہوئی

ے تنقیح المقال علامہ مامقانی نمبر ۱۲۸۸ مندرجہ صفحہ ۳۰۳ جلد سوئم عربی و عطیۃ الذرہ الیتیم صفحہ ... رسل الملا ... ابرار الامۃ شیخ یوسف علی مامقانی فارسی صفحہ ۱۷۹ مکتبہ حاجی داؤد ناصر کراچی و سعادت الدارین اردو

اور اہل حرم میں تعجب نہیں کہ خبر فوراً پہنچی ہو اور حضرت زینبؑ کی دعاؤں نے
قوت دل کی ہمت بڑھائی آخری پہلوان کے حملہ اور ابتدا جنگ کا یہ ہے کہ اہل حرم کا سامان
لوٹنے والوں کی کامل آزادی پر بھی اس اطلاع سے ایک ضرب واقع ہوئی کہ اہل حرم
بے وارث نہیں ہیں اور غیبی مدد پہنچ رہی ہے۔ اس مجاہد اعظم کی نعش کون اٹھا کر لایا ہوگا
کیا خبر کہ دفن شہداء کے وقت یہ جسد مجروح امام زین العابدینؑ کے ہاتھ سے
سپرد خاک ہوا یا کسی اور نے دفن کیا۔

اس حقیقت کا اظہار کرنا میں تاریخی لحاظ سے اہم سمجھتا ہوں کہ عشرہ محرم سنہ ۱۴۰۱ھ
کی آخری تاریخوں میں برادر عزیز القدر مرحوم خطیب اکبر مولوی سید اولاد حسین صاحب
شاعر وفات ۱۴۰۳ھ حسینیہ جناب علی ممتاز العلماء لکھنؤ کی مجلس میں حضرات کی شہادت
پڑھی اور مجلس کا شور گریہ و آہ و بکا کی دل شگاف صدائیں تاحیات فراموش نہ ہوں گی۔

خیمہ میں آگ اور سامان کی لوٹ

فوج کی درندہ صفت زیادتی اور عورتوں کو بے پردہ کرنا سروں سے چادریں چھین لینا

کسی کی خلخال کسی کے گوشوارے اتارنا بچوں کو طمانچہ مارنا اُن کے پیراہن میں آگ وہ عظیم
تلاطم تھا جو دیکھ کر دشمن کا دل بھی ہل جاتا اور قبیلہ بکر بن وائل کی عورت تلوار کھینچ کر اپنے
گھرانے کے مردوں کو غیرت دلاتے ہوئے دفاع پر تیار ہوئے۔ مگر اس صنف نازک کا زور
ظالموں کے مجمع میں کیا وزن تھا۔ علیا مکرمہ حضرت زینبؑ نے جتنا ہو سکا بچوں کو بھی
اکٹھا کیا جو لڑکیاں نیزہ کی انی سے مجروح ہو چکی تھیں اُن کے سرہانے بھی پہونچیں
تاراجی خیام کی وہ روایت جو مقاتل میں فاطمہ صغراؑ کی زبان سے نقل ہوئی ہے
اس کو اجتہاد کے شوقین یہ کہہ کر نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں کہ فاطمہ صغرا مدینہ میں تھیں اور
کربلا میں بھی یہ کیا؟ ان بے چاروں کو خبر نہیں کہ محاورات عرب میں جو فاطمہ نامی
عورتیں کربلا میں موجود تھیں اُن میں فاطمہ صغریٰؑ، ثانی زہراؑ آپ نے شہید
ہو جانے والے گھر کے مردوں کی کمی کو پورا کر دیا۔ سید سجادؑ کو آگ کے شعلوں
میں سے ہاتھوں پر اٹھا کر لائیں حمید بن مسلم کا عینی بیان یہ ہے میں نے

ایک خاتون کو دیکھا جنھوںؑ نے اپنے کو آگ پر ڈال دیا اور وہاں سے وہ ایک جسد لیئے ہوئے نکلیں گویا میت بے روح جسم تھا پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے ہم نے پوچھا عورت کون ہے معلوم ہوا زینب دختر علی بیمار کون ہے جواب ملا علی بن الحسین سہ

خاک اُڑتی ہے پسِ قتل حسینؑ جس سے کچھ رانڈوں کا پردہ رہ گیا

اس ظاہری تباہی اور بربادی میں بھی زین العابدین فتح کا اعلان ہیں مجسم نسل امامت باقی ہے اُن کو کوئی قتل نہیں کر پایا۔ عیسیٰ بن مریم کی طرح آسمان پر اُٹھا کر بچائے نہیں گئے۔ قیدی بنا کر بچایا اس ہنگامی صورت میں حضرت زینبؑ یک انار دصد بیمار کا درجہ رکھتی ہیں روحانیات پر بھی اُن کی نگاہ ہے اور وہ وقت واحد میں جا بجا جگہ انطار میں مدعو باپ کی بیٹی ہیں زعفر جن حکم امام سے مجبور ہو کر دشت نینوا سے ناکام پلٹا تھا تو ماں کا واجب الاطاعت فرمان ملا اگر فاطمہؑ کی اولاد پر جان قربان نہ کی تو دودھ نہ بخشوں گی۔ اُلٹے پاؤں پھر آیا اور ایک قول یہ ہے کہ ماں ساتھ آئی۔ وہ ثانی زہراؑ کے قدموں پر گری خیمہ زنگاری میں آگ بھڑک رہی تھی پسا دیا اور زعفر امام زین العابدینؑ کے بالیں پر حاضری دی اور چاہا کہ اذن جہاد ملے فرمایا مجلس کرو میر عشق اپنے مرثیہ میں اس محل پر زعفر کی زبانی کہتے ہیں سہ

چلا وہاں سے میں کہتا ہوا حسینؑ حسینؑ شروع میں نے یہ نوحہ کیا حسینؑ حسینؑ
ہر ایک سمت سے آئی صدا حسینؑ حسینؑ جب ہی سے ورد ہے صبح و مسا حسینؑ حسینؑ

عم مکرم فقیہہ زمن اُستاذ الواعظین آقا السید ابوالحسن پرنسپل مدرسۃ الواعظین طاب ثراہ پڑھتے تھے کہ زعفر اسیری کی منزلوں میں اہل حرم کے قافلہ کے ساتھ تھا اور جو بچہ اونٹ سے گرتا اُس کو آغوش میں لے کر ماں کی گود میں پہنچاتا۔

حضرت زینبؑ کا نوحہ لیت السماءُ طبقت علی الارض تذکرہ زینب میں دیکھو وہ بہت بڑے مسئلہ کو فلکیات کے حل کر رہی ہیں آسمان کو دنیا حد نظر سمجھتی ہے وہ فرماتی ہیں کاش آسمان پھٹ کر زمین پر گرتا فلک میں ٹوٹنے اور گر پڑنے

لہ طراز المذہب مظفری۔

کی صلاحیت ہے حقیقت افلاک کو۔

شاہزادی نے بتایا آسمان کو مرکز بخارات نہ سمجھو وہ بغیر ستون تم پر چھایا ہوا ہے۔
"مثیر الاحزان عربی کے محقق مصنف فاطمہؑ دختر امام حسینؑ سے روایت کرتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں خیمہ میں جب لوٹ ہوئی تو کمسن تھی اور میرے پیروں میں طلائی خلخال تھی ایک شقی وہ اتارنے لگا اور روتا جاتا تھا۔ میں نے کہا اے دشمن خدا روتا کیوں ہے اس نے کہا روتا اس لئے ہوں کہ رسولؐ کی بیٹی کا زیور چھین رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ پھر یہ زیور نہ لے۔ اس نے جواب دیا کوئی دوسرا لے جائے گا۔"

یہ نازک ذہنیت تھی اس غم کی جو کہا جاتا ہے کہ ابوالبرعد مولانا سید ظفر مہدی صاحب گہر جائسی مدیر سہیل یمن وفات ۱۳۶۶ھ نے خلخال سے فاطمہؑ کے عروس قائم ہونے پر اپنی خطابات ۹ محرم مجلس گول دروازہ چوک میں استدلال کیا۔

نقاب پوش عورت کی گھوڑے پر روانگی

حضرت زینبؑ کی کشمکش حیات کا یہ بڑا سخت وقت ہے بے مقنعہ و چادر ہونے کی مصیبت کے ساتھ ساتھ وہ بھاوج جو جیا منے والے بھائی کی زندگی بھر یادگار ہو سکتی تھی گھوڑا درِ خیمہ پر آگیا وہ حسب قرارداد ساتھ چھوڑ رہی ہے کیا کہہ کر رخصت کریں۔ کیوں کہ الوداع ہو بزرگوں کے تبرکات لٹ رہے ہیں۔ غور تو کرو امام حسینؑ کا یہ سفر اس حیثیت سے تھا کہ اہل کوفہ نے بلایا وہ وطن سے ہجرت کر کے ان کی خواہش پر کوفہ میں سکونت اختیار کرنے پر راضی ہوئے جب ہی سارا مال و اسباب تبرکات خاندانی عزیز و اقربا لونڈی غلام ازواج غرض اپنی ساری کائنات لے کر گھر سے نکلے۔ مدینہ میں بجز ایک بیٹی اور یادگار کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ شمر کی شقاوت دیکھو وہی قاتل امام اور اسی کے ہاتھ سونے کے کچھ سکے لوٹ میں لگ گئے۔ وہ کوفہ آیا اور زیور بنانے کو دیئے کہ وہ اس کو گلا کے زیور تیار کرے زرگر نے جب وہ طلا آگ پر رکھا سونا اڑ گیا۔ اس کو جب یہ خبر ہوئی کہ سونا نیست و نابود ہوا تو اصرار کیا کہ

سونا میرے سامنے گلایا جائے تو وہ باقی نہ رہا اور اُس کی عورتیں اس طلائی زیور سے آراستہ نہ ہو سکیں مہندی اور خوشبو جو لوٹ میں عورتوں تک پہنچی اُس نے سپیدی کے مرض میں مبتلا کیا اور اونٹ جو ذبح ہوا وہ تلخ تھا۔

اب رہی پوشاک مالک بن بشر کندی نے رخسار مبارک سے سخت بے ادبی کے بعد عمامہ اُتارا تھا یہ عمامہ جابر بن یزید ازدی نے پہنا اور پاگل ہو گیا بجدل نے انگوٹھی کے لئے انگشت مبارک کاٹا جمال خود آپ ہی کے قافلہ کا شتربان جو مدینہ سے ناقہ لایا تھا بندِ کمر کے لئے دستِ مبارک کاٹا۔

پائمالی لاشوں کی پائمالی اس قدر طے شدہ مسئلہ ہے کہ اس کا زیارت ناحیہ میں تذکرہ اور دھر ابن زیاد کے دربار میں فوج کے کئی ناپاک ظالموں نے اعتراف کیا اور جو شعر پڑھا اُس کے ترجمہ سے قلم کانپتا ہے۔ الفاظ یکجا نہیں ہوتے نحن رضضنا الصدر بعد الظہر کہ ایسے شدید الاسر سموں نے جسم شریف کو چکی کی طرح پیس دیا۔ اس حقیقت کے ساتھ فضہ کا شیر کو صدا دینا اور ریا ابالحارث کی ندا اور اسد صحرائی کا لاشوں کی حفاظت کرنا دونوں خبریں جمع نہیں ہو سکیں ان تمام مظالم کے بعد شیر اور دوسرے چرند و پرند کا لاشوں کے گرد پھرنا متفق علیہ کبوتران صحرائی کا خون میں لتھڑنا اور اطراف مملکت اسلام میں خبر شہادت پہنچانا وہ حقائق ہیں جن سے امامت کی وسعت اور ذبح عظیم سی ہلچل دنیا کا سخت ترین حادثہ جو نہ اس سے پہلے ہوا نہ قیامت تک ہو گا۔

(۱۸۸) ایک خاتون کا فرات میں غرق ہونا

خیام میں لوٹ اور آل محمد کے اموال کو مال غنیمت سمجھنا وہ ڈاکہ زنی تھی جس کا اثر خود قاتلان حسینؑ نے دیکھ لیا کوئی شے کام میں نہ آئی اگر چشم بصیرت ہوتی تو غور کرتے کہ جنگ جمل میں اس موقع پر ان کے چوتھے خلیفہ کا

کیا رویہ تھا۔ اس اضطراب انگیز ساعت کا بڑا سانحہ یہ بھی تھا کہ ایک بی بی نے اپنے کو فرات میں گرا دیا۔ اس خبر کو کس کس نے لکھا یہ آپ کو مع میرے تاثرات کے عنقریب معلوم ہوگا لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ اگر ہماری علمی صلاحیت یہ کہتی ہے کہ اصل ماخذ میں جن بی بی کے غرق ہونے کا ذکر ہے وہ تو قبل ازیں رحلت کر چکی تھیں تو یا ابن شہر آشوب اور مجلسی علیہ الرحمہ ہم سے بہتر سمجھ سکتے تھے صفحہ قرطاس پر اس بے حقیقت شے کو کیوں آنے دیا۔ آج فرات خیمہ گاہ سے صدہا برس کے بعد بہت دور ہو جانے یہ دوسری بات ہے مگر حد فرات کی مقرر ہے جہاں روضہ حضرت عباس ہے وہاں فرات تھا۔ جب فوج خیموں میں در آئی اُس وقت اضطراب میں جو کچھ نہ ہوتا وہ کم تھا اس حادثہ کو شوق اجتہاد میں نظر انداز کرنا عقل مند کے بس کی بات نہیں۔

شامِ غریباں

عصر عاشور کا سورج ڈوبنے پر جو رات شروع ہوئی اُس کو شام غریباں عہد مغلیہ سے کہا جا رہا ہے اور بے شک اس سے بڑھ کر کوئی غم کی شب نہ تھی کل جو بھرا گھر تھا وہ آج لٹ چکا جو سجادے پر عبادت الٰہی میں مشغول تھے آج وہ سب خون میں نہائے ہوئے جلتی زمین پر سوتے ہیں کل جو جوان تلواریں نکالے خیمہ کے گرد پھر رہے تھے آج اُن میں ایک بھی نہیں خیمہ میں مکمل اندھیرا ہے عورتیں بے چادر بے وارث جو بچے کل سکینہؑ کی زیر قیادت تھے وہ سب زندہ نہیں کچھ تلوار سے کچھ تیر سے اور ——

(۸۹ اور ۹۰) دو بچے پیاس کی شدت

نہ برداشت کر کے اسی رات جب پھوپھیاں تلاش کرنے نکلیں تو ایک گڈھے سے ملے اُن کی لاشیں زینب و اُمّ کلثوم اپنے کاندھے پہ لے کر قتل گاہ میں لائیں رات کیوں کر گذری آب و طعام کب آیا پہلے کس بچی نے پانی پیا۔ زوجہ حُر ساتھ تھی یا کسی ظالم کی اور بد بخت عورت سامنے آئی کیا بات ہے مصیبت کے وقت ہم تو جب یا علی کہتے ہیں مشکل کشا مدد کرتے ہیں جب بچی نے

له بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲ چاپ تبریز ایران۔

پکارا ہوگا تو آنا تعجب نہیں سلمانؓ کو شیر سے چھڑانا اپنے اور پرائے سب کہتے ہیں یہ مولا کی ولادت سے پہلے کا اعجاز اب تو نجف سے کربلا کچھ دور نہیں۔ یہ لعبد شہادت کی فریاد رہی ہے کسی طرح صبح ہوئی۔ آج اذان دینے والا خیمہ میں نہ تھا۔ اطلاع ہو چکی ہے کہ کل قید ہو کر کوفہ جانا ہے یہ کربلا کے قیام کی آخری رات ہے۔ ان بچوں کو بھی شہیدوں کی فہرست میں شمار کرتے ہیں۔ اب میزان دس کم دوسو قربانیوں کی ہوئی ہے جس میں بچے بوڑھے جوان اور ایک بیوہ عورت شامل ہے اسلامی دستور میں احکام اموات کی قابل عمل یہ ہدایت ہے کہ میت پر روح نکلنے کے بعد چادر اوڑھا دو۔ ۱۱ محرم کو اہل حرم قید ہو کر کوفہ روانہ ہوئے اور مقتل کی طرف سے گذرے تفصیل تذکرہ زینب میں دیکھو۔

یزیدی فوج کا جائزہ۔ قاتلانِ حسینؑ کا مذہب

ہم کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب تک قاتلان حسینؑ کے مذہب کو بتایا نہ جائے۔ ابھی تک یہ کہا جاتا تھا کہ شیعوں نے امام حسینؑ کو سفر کوفہ کی دعوت دی اور قتل کیا۔ پھر ان پر شیعہ کیوں روتے ہیں؟

یہ بڑی پرانی آواز ہے جس کے جواب میں قاتلان حسینؑ کا مذہب اور قاتلان حسینؑ کی گرفتاری لکھنؤ سے یکے بعد دیگرے ملک کے ہر دلعزیز ادارے امامیہ مشن اور مدرسہ سہیل یمن اور حضرت مولانا سید محمد رضی صاحب زنگی پوری مرحوم نے لکھ کر فرض تبلیغ ادا کیا۔ نیرنگی عالم کا یہ کرشمہ ہے کہ اب کراچی میں یہ آواز آئی کہ دشت کربلا میں تو صرف وہ مرتد (دین اسلام سے پھر جانے والے) جمع تھے جن سے خلافت کے پہلے دور میں جہاد ہوا ان میں ایک بھی مسلمان نہ تھا چہ جائے کہ صحابی رسولؐ یہ نظریہ تھا۔

ذکر حسینؑ طبع اول صفحہ ۳۶ پر کے مصنف مولوی کوثر نیازی صاحب بالقابہ کا یہ فرمانا کہ فوج شام میں ایک بھی صحابی نہ تھا المرتقل احمد کا مصداق ہے

کتاب نے اُن کے حلقہ اثر کے تعاون سے جو عظیم مقبولیت حاصل کی اس سے اس وقت بحث نہیں اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس بحث میں پہلے کی تمام آوازیں غلط تھیں۔ یہ نہ خدمتِ ادب ہے نہ تاریخی درجہ اس کو حاصل ہے موصوف نے مرتدین کی تعداد شاید اس لئے مقرر نہیں کی کہ وہ فوجِ یزید کی کم از کم تعداد سے بھی اقل قلیل تھے۔ اگر محدود کر دیتے تو اُن کا قول سراسر غلط ہوتا۔ حالانکہ فوجِ یزید کی تعداد میں یہ نتیجہ نکالا جا چکا ہے کہ کربلا سے نخیلہ تک فوج پھیلی ہوئی تھی اور ابنِ زیاد کو ہاتھوں ہاتھ واقعہ کربلا کی خبریں پہونچ رہی تھیں صفائی کا وکیل مجرم کے بچانے میں ایسا نہ کرے تو وکالت کا حق ادا نہ ہوگا۔ وہاں صحابیٔ رسولؐ ایک بھی نہ تھا، یہ کہنا دھاندلی ہے۔ عمرو بن سعد سپہ سالار فوج کے عہدہ پر ہے اُس کے جنگی تجربہ کرگ باراں دیدہ ہونے سے عظیم فوج کی قیادت سپرد ہوئی ہے۔ نوجوان نہیں ہے شباب سے بہت پہلے گذر چکا ہے۔ اُس کو اگر ۵۷ برس کا افسر یعنے امام مظلوم کا ہمسن قرار دیں تو صحابی ہونے کی صلاحیت ہے۔ بشیر الاحزان الملہوف عہدِ ناصر الدین شاہ کی عربی تحقیقی کتاب کے قلمی مصنف نے اُس کی عمر ۱ کم سو برس قرار دی ہے۔ یہ کتاب کا اصل نسخہ میرے کتب خانہ میں بحمد اللہ موجود ہے اور علامہ مجلسی ایسے متبحر عالم کی تحریر سے بھی ثابت ہے کہ زمانہ رسولؐ میں سعد کے مسجد نبوی میں داخل ہونے پر صحابہ کرام کی انگلیاں اُٹھتی تھیں کہ عمر سعد قاتل حسینؑ ہے۔[1]

یہ ذکر تو شیعہ کتب کا تھا اب رہے کتب اہلِ اسلام تو ان کے مطالعہ سے بھی ثابت ہے کہ یزید نے قتل حسینؑ پر ایک محضر تیار کر کے اس وقت کے نام نہاد عالموں سے دستخطیں حاصل کی تھیں۔[2] عمر بن حجاج زبیدی جو فرات پر تعینات تھا اُس پر ابن اسحاق کی رائے ہے کہ کان مسلماً علیٰ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولہ مقام محمود[3] عہد

---

[1] جلاء العیون فارسی ص۵۴

[2] ارشاد النعیم لمدفع الیئر مولوی محمد علیم اللہ حنفی قادری طبع لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

[3] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ طبع مصر ص۹۶

رسول میں اسلام لایا اور قابلِ تعریف محل پر اُن کا نام ہے ابن اسحاق سے دریافت طلب
ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد بھی وہ مستحق ستائش تھا یا فقط اوائل عمر قابل تعریف تھی۔ واقعہ کربلا
میں اصحاب رسول اور نمودار صحبت نشین رسالت زندہ تھے لہٰذا اس عشرہ میں توانائی
نہیں ہے کہ کوئی صحابی شریک نہ تھا۔ واقعہ کربلا کی ہیرو ذمہ دار ہستی کا نام ہے زینبؑ وہ
اپنے نوحہ میں کہہ چکی ہیں یا اصحاب محمد ھٰؤلاء ذریۃ المصطفیٰ یسوقون السبایا۔ اے
رسولؐ کے صحابیو یہ محمد مصطفیٰ کی ذریت ہے۔ جو قیدیوں کی طرح پھرائی جا رہی ہے۔ فوج
شام کے رجز ظاہر کرتے ہیں جو ادھر حسینؑ کے سامنے آتا تھا وہ انا دین عثمان کہتا تھا
وجہ تھی کہ اصحاب حسینؑ نے انا دین علیؑ اور مرادف الفاظ اپنے رجز میں پڑھے سب سے
بڑی دلیل نیازی صاحب کے خیال کو پاش پاش کرتی ہے کہ جب ۷ محرم سے پانی بند
ہوا تو احتجاج کے جواب میں دشمن یہ کہتے تھے فو اللہ لیعطش کما عطش من کان[1]
قبلہ۔ خدا کی قسم ہم پانی نہ دیں گے جیسا کہ اس سے پہلے عثمان کو پیاسا رکھا گیا۔
یہ مرتدین کی آواز نہیں مخلصین بنی اُمیہ کا کلام ہے نام نہاد اصحاب رسولؐ میں
ایک تھے سمرہ بن جندب ان کے بارہ میں ابن ابی الحدید معتزلی کی رائے ہے خبیثی سمرہ
بن جندب حتی شہد مقتل الحسینؑ بن علیؑ و روی احمد بن بشیر عن مسعر بن
کدام قال کان سمرۃ ایام مسیر الحسینؑ الی الکوفۃ علی شرطۃ عبید اللہ بن زیاد
وکان یحرض الناس علی الخروج الی الحسین و قتالہ۔ سمرہ بن جندب واقعہ کربلا
تک زندہ تھا اور ایک راوی کا قول ہے کہ وہ امام حسینؑ کے سفر عراق کے موقع پر فوج
ابن زیاد میں تھا اور لوگوں کو آمادہ کرتا تھا کہ وہ فرزند رسولؐ کے قتل پہ تیار ہوں اور
امام حسینؑ پر خروج کریں سمرہ کے دونوں پیر بیکار ہو گئے تھے اور ایسا مرض پیدا ہوا
کہ ایک پاؤں کو آگ سے تکمید (سینکنے) پر راحت ملتی اور دوسرے کو برف میں
رکھنے سے سکون ہوتا۔ قاتلان حسینؑ کو آپ کے علماء نے صادق راویانِ حدیث

---

[1] ناسخ التواریخ صفحہ ۳۲۹ طبع بمبئی [2] عبقات الانوار حدیث ثقلین از شمس العلماء
سید ناصر حسین مرحوم صفحہ ۵۷۱ طبع نظامی پریس ۱۳۱۳ھ لکھنؤ۔

میں شمار کیا ہے[1] میری سیاحت اور مطالعہ کا ایک افادہ یہ بھی ہے کہ کہا جاتا ہے بمبئی میں ایک قوم لوکون نامی ہے یہ وہ عرب ہیں جو فوج یزید کے مختار کے ڈر میں وہاں سے بھاگ کر ہندوستان میں آباد ہوئے۔

۱۱ محرم کا حال شہادت عظمیٰ کے دوسرے دن جبکہ عمر بن سعد نے اپنے تمام کشتہ اسلامی آداب و آئین کے لحاظ سے دفن کئے مگر آل محمد کے سپرد خاک کرنے کا مطلق خیال پیدا نہ ہوا اور اس ظلم مزید کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہیدوں کی مظلومیت میں اضافہ اُن کے مجروح اجسام کی زیارت کے برکات میں عموم پیدا ہو کر ہمہ گیر ہمدردی حاصل ہوئی۔ عرب میں شہرت تھی کہ جب بے اولاد عورت کسی بے گناہ مقتول کی لاش کے گرد پھرے اُس کو اولاد عطا ہوتی ہے۔ واقعہ کربلا کی شہرت پر فوج آمد اور واپسی وہ عظیم آلہ تھا نشر و اشاعت کا جس سے بہتر کوئی ذریعہ نہ تھا۔ جناب تاج العلماء سید علی محمد اعلی اللہ مقامہ وفات ۱۳۱۲ھ اپنے موعظہ میں فرماتے ہیں کہ عرب و حجاز کی چار سو عورتیں اولاد کی خواہاں دوڑ پڑیں اور[2] نعش امام مظلوم کے طواف کے بعد رسیدہ صاحب اولاد کیا۔

کربلا کی دھوپ موسم کی تپش گرمی کے بڑے بڑے دن جس میں عمومی حکم شرع ہے کہ میت کے دفن میں جلدی ہو ایسا نہ ہو کہ جسم میں عفونت پیدا ہو دوسرا دن گذرنے پر بھی میت اپنی اصلی حالت پر لاشوں سے نور ساطع جسم سے خوشبو کسی نعش پہ نہ سایہ کئے ہوئے۔ کوئی درندوں کی حفاظت میں اور دیکھنے والے ناظر ہیں کہ جانور گرد پھر رہے ہیں۔ کوئی پرند خون میں بال و پر رنگین کرتا ہے اور خبر رسانی کا فرض ادا ہوتا ہے جس قدر وقت گذرتا ہے جسموں کی رونق بڑھتی جاتی ہے۔

۱۲ محرم ۔ تیجہ کا دن ہے اسلامی آئین میں روز سوم میت کی خصوصی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بنی اسد جو قریبی بستی مسلمانوں کی تھی اور جب سے زمین خرید کر صحابیت کا حق دیا شہیدوں کے دفن کا حق حاصل تھا۔ دفن شہداء بدست اس خادم دین نے سوانح

[1] تقریب التہذیب علم رجال کی مشہور کتاب ۔ [2] دربے بہا صفحہ ۱

یزید بن زیاد کندی میں بحث کی اور مستقل رسالہ سپرد قلم کر کے طبع کیا جس میں گو لفظ ملاحظہ ہوں نظام مصطفےٰ کا قابل قدر آئین یہ ہے کہ امام کو امام دفن کرے حضرت رسولؐ کو امیر المومنین علی مرتضیٰؑ نے غسل دیا اور امیر المومنین کو حسنینؑ نے امام زین العابدینؑ باعجاز طے ارض کر کے آئے اور لاشیں دفن ہوئیں۔ صرف ایک جسد غلام ابوذر جونؓ کا رہ گیا تھا جو ۱۳ محرم کو دفن ہوا۔ تفصیل سوانح جون میں دیکھو اس کا مطلب یہ ہے کہ دس دن کی دھوپ اور رات کی شبنم متضاد گرم و سرد اثرات میں چہرہ اپنے اصلی حال پر بحال رہا۔ شہدا راہ خدا کو زندہ کہو مردہ نہ سمجھو قرآنی آواز کی تصدیق ہے۔ زیارت میں بنی اسد سے خدمات کا اعتراف ہے اور امام زمان روحی فداہ کی ترجمانی ہے سلام ہو۔ اس پر جسے گاؤں والوں نے رحم کھا کر دفن کیا اس خدمت کو ہمیشہ سراہنے کے لئے عراق میں ہر سال بروز ۱۳ جو بنی اسد جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں وہ تاحال باقی ہے۔

حسن علی آفندی نمائندہ خصوصی شیعہ گزٹ لکھنؤ اپنے طویل مقالہ میں لکھتے یہاں کی مخصوص کا ایک اہم جز بارہ محرم سے متعلق ہے یہ وہ تاریخ ہوتی ہے کہ تویرج دیہہ مقام یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر ہے وہاں سے بنی اسد کا بنی اسد کا ایک عظیم ماتمی دستہ ہاتھوں میں پھاوڑے اور بیلچے لئے ہوئے کربلا میں یہ کہتا ہوا داخل ہوتا ہے یا کربلا یا کربلا ابن الحسینؑ اے کربلا حسینی کیا ہوئے یہ اپنے اس وعدہ کی یاد دلاتے ہیں کہ ہم نے حسینؑ کی امداد اور دفن کا وعدہ کیا تھا اور اسی لحاظ سے اپنے ساتھ پھاوڑے اور بیلچے لے کر اپنے وطن تویرج سے بے تحاشا دوڑتے ہوئے بھاگتے ہوئے کربلا میں داخل ہوتے ہیں دستور کے مطابق کربلا کے باشندے اور باہر سے آئے ہوئے یہ زائرین ایک رات قبل سے دروازہ شہر کربلا پر پہونچ کر ان کا انتظار کرتے ہیں اور صبح ان کی آمد کے موقع پر ان کے درمیان بشکل جلوس یا کربلا کربلا ابن الحسین کی صدا اس کے درمیان حرم مطہر پہونچ کر طواف کرتے ہیں۔

افسوس ہے کہ بنی اسد کے یہ دستے پچھلے سال کی طرح امسال بھی نہ آسکیں گے چونکہ حکومت نے کربلا میں اُن کے داخلے پر سخت ترین پابندیاں عاید کردی ہیں جس کی وجہ سے امسال باہر سے آتے ہوئے زائرین ان دلسوز مناظر کی زیارت سے محروم رہیں گے (شیعہ گزٹ لکھنؤ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۷۰ء)

(فائدہ) تویرج کربلا سے ۱۶ میل پر ہے اور اس دستے میں ۵۰ ہزار تک ہوتے ہیں۔

پسماندگان

دنیا سے ہر گزرنے والے کی سیرت کا یہ آخری باب خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس نے آل اولاد میں کتنے نفوس چھوڑے اولاد ذکور میں بجز سید الساجدین کے کوئی زندہ نہ رہا۔ صاحبزادیوں میں جو قول اختلاف آراء کے موقع پر اختیار کیا جائے اس کو ملحوظ رکھ کر سب بیٹیاں چھوڑیں اور اولاد دختری کا داغ حیات میں اٹھانا نہیں پڑا۔ نسب کی ذمہ دار کتاب میں سید ضامن بن سید شدقم بن علی بن حسن نقیب بن علی نقیب بن حسین شہید بن علی بن شدقم شدقمی حسینی مدنی کے قول پر اکتفا کی جاتی ہے وہ دوسری جلد میں فرماتے ہیں۔ کان للحسین ستة بنین علی الاکبر وعلی الاوسط هو الامام وعلی الاصغر ومحمد وابابکر وجعفر وعبد الله وسکینة وفاطمة وزینب تحفة الازهار وزلال الانهار فی نسب ابناء الائمة الاطهار جلد ۲ ص مخطوطات نجف اشرف) ترجمہ امام حسین کے چھ فرزند علی اکبر اور علی اوسط جو امام تھے اور علی اصغر اور محمد اور جعفر جن کی کنیت ابو بکر تھی اور عبد اللہ اور تین لڑکیاں سکینہ و فاطمہ و زینب اولاد امام حسین میں جو نام شہیدوں کے ناظرین نے پڑھے ان کا ذکر نہ ہونے کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ان پر خط نسخ کھینچا جائے یا جیدہ صاحبزادی جس کا نام گذشتہ صفحات میں گذرا اس کو حرف غلط سمجھیں مخطوطات میں ایک دوسرے صحیفہ کو اٹھا کر دیکھتا ہوں وہ بھی زیور طبع آراستہ نہیں ہوا عربی کا قلمی نسخہ ہے وہ چار صاحبزادیوں کے قائل اور اس کو

قول مشہور کہتے ہیں۔

اما البنات فزینب وسکینہ وفاطمہ ورقیہ وھذا القول المشہور —

شہر آشوب (المعروف عربی) لڑکیوں میں زینب، سکینہ، فاطمہ، رقیہ قول مشہور ہے۔ دربار یزید کے حالات میں بحار کی ایک روایت۔ فبکت سکینہ وعاتکہ وفاطمہ بنت الحسین وھن اربعین امرأۃ من لنساء الشہداء پایا جاتا ہے۔ پس سکینہ اور عاتکہ اور فاطمہ دختران امام رونے لگیں اور اُن کے ساتھ ہم خواتین شہداء کربلا کی عورتیں تھیں۔ مدرسہ بیروت کے صدر سید موسیٰ متفکر اعظم کی رائے بھی یہ ہے کہ امام حسینؑ کے چھ بیٹے اور چار لڑکیاں فرزندوں میں امام زین العابدینؑ سب سے اشرف اور لڑکیوں میں سکینہ سب سے بہتر (دیکھو الاسلام دین وحیات ج ۲ طبع مصر) علاوہ بریں شام کا مشہور مقام بعلبک جو الیاسؑ نبی کی اُمت کا قدیم وطن تھا اور وہ بعل نامی بت کی پوجا کرتے تھے اس لئے بعلبک نام ہوا وہاں ایک مزار ہے جو خولہ بنت الحسینؑ کے مزار سے مشہور ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اسیری میں اہل حرم کا جب ادھر سے گذر ہوا تو یہ شاہزادی مرگئی روضہ پر زیارت پڑھی جاتی ہے۔ جن علماء نے امام کی چار بیٹیاں قرار دی ہیں چوتھی بیٹی کا نام نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ وہ دختر ہے ظل الرحمہ حصہ سوئم میں یہی نے اور بھی احتمالات جو لب استفسار میں سپرد قلم کئے ہیں۔ اب رہی بیبیاں جو اسیر تھیں وہ ربابؑ۔ اُمّ لیلیٰ۔

بانوے ثانی دختر یزدجرد

سلام الله علیہا

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے محقق جو مسئلہ طے کر دیتے ہیں اُس کے خلاف ایک حرف بھی سنا نہیں جاتا اور ان کے آرا کو قرآن و حدیث کا درجہ ملتا ہے حالانکہ تحقیق کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے انکشاف کے امکانات باقی ہیں — RECEA RCH ہر شخص کا حق ہے۔ سترھویں صدی تک پانی مفرد شے سمجھا جاتا تھا مگر ۱۷۸۱ء ہنری کیونڈیشن نے سب سے پہلے پانی کی ماہیت کو معلوم کیا ہائیڈروجن اور آکسیجن سے بنا ہوا مرکب ہے سورج کے بارے میں زیادہ تر یہی خبر

تھی کہ وہ ساکن ہے لیکن سر ولیم ہرشل نے جو ۱۷۳۸ء اور ۱۸۲۲ء کے درمیان میں گذرا ہے اپنی کتاب بک آف فیکسٹ میں اعلان کیا کہ سورج ۱۲ ½ میل فی سیکنڈ تیزی کے ساتھ RACE کرتا ہے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے بلکہ قرآن کی تائید ہے سورۃ یٰسین شریف کی آیت نمبر ۳۸ پڑھو۔ اور ایک نشانی سورج ہے جو اپنے ایک ٹھکانے پر چل رہا ہے یہ سب سے غالب واقف کار خدا کا باندھا ہوا اندازہ ہے۔

شاعر ملت رئیس امروہوی اپنے ایک مقالہ میں رقمطراز ہیں ۔۔ پروفیسر مجنوں گورکھپوری اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں اس دنیا میں بے شمار ایسے حادثات رو ہوتے رہتے ہیں جن کی نہ کوئی منطق ہے نہ کوئی سائنس اور نہ اُن کے صحیح ماننے سے انکار کیا جاسکتا ہے نہ قیاس واستدلال کی بنا پر ان کی توجیہہ کی جاسکتی ہے کسی واقعہ سے صرف اس بناء پر انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مافوق الفطرت ہے یا سمجھ میں نہیں آتا (اقتباس از مقالہ شائع شدہ بعنوان ؎ عقل نہ منطق نہ سائنس (جنگ کراچی ۱۰ ستمبر ۱۹۷۵ء ص۵)۔

اسی طرح واقعہ کربلا کے کسی ایک جزو کے لئے یہ طے کر لینا کہ ایسا ہی ہے عاقلانہ فعل نہیں ہے جناب شہربانوں کے لئے عام طور پر یہ مسلمہ صحیح ہے کہ وہ مدینہ میں بزمانہ ولادت امام زین العابدین رحلت کر گئیں۔ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بابویہ قمی (وفات ۳۸۱ھ) اور نجیب الدین بن ابو ابراہیم جعفر بن محمد الحلی (وفات ۶۴۵ھ) اور شرف آل رسول رضی الدین ابو القاسم علی بن طاؤس الحسینیؒ (وفات ۶۶۴ھ) اور علامہ سید محمد باقر مجلسی اصفہانی (وفات ۱۱۱۱ھ) صنادید محدثین نے اس مسلک کو اختیار کیا ہے اور اس اجتہاد کی بنیاد اُس وقت سے قائم ہوتی ہے جبکہ والدہ امام زین العابدینؑ شہربانو کو تسلیم کیا جائے والدہ امام کی رحلت اگر یقینی ہے تو اُن کا نام نامی اختلاف سے خالی ہوتا نام معین ہونا ضروری تھا۔

مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں حالات امام چہارم میں لکھتے ہیں۔

کنیت آنحضرت ابو محمد بود و مادرش شہ زناں دختر یزدجرد و بعضے او را شہر بانو یہ گفتہ اند۔ یہ شیعہ ذمہ دار عالم کا قول تھا۔ اور اہل سنت و جماعت میں کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی قرشی ساتویں صدی ہجری کا معو والدہ امام کا کچھ اور نام بتاتا ہے۔ امہ غزالہ وقیل بل کان اسمہا شہربانویہ بنت یزدجرد وقیل غیر ذلک (مطالب السؤول ص۲۶۱) چوتھے امام کی ماں کا نام غزالہ تھا اور قول ضعیف یہ ہے کہ اُن کا نام شہر بانو یہ دختر یزدجرد تھا اور بعضے کہتے ہیں کچھ اور نام تھا مجلسی علیہ الرحمہ کے بیان سے اگر ہم شہ زناں اور شہر بانو کو دو عورتیں فرض کریں تو ایک طرف آپ کی ماں کے انتقال کا نظریہ اپنی جگہ صحیح رہتا ہے اور دوسری طرف روایت شہر بانو باقی رہ کر ذکر مصائب میں توسیع ہوتی ہے اس احتمال کا موید آگے آئے گا۔

شہر بانو کے بارے میں اُن کی وفات کے قول کے ساتھ ساتھ کربلا میں موجود ہونے کے بھی اقوال مقاتل میں پائے جاتے ہیں اور اُن کو محققین نے قلم زد نہیں کیا چنانچہ بعد شہادت علی اکبر جو بچہ گوشوارہ کانوں میں پہنے ہوئے بڑی بے دردی سے ذبح ہوا اس کی قربانی کے وقت شہر بانو کا موجود ہونا طبری ابن شہر آشوب مجلسی سپہر کاشانی وغیرہ کے قلم سے ثابت ہے اس کے علاوہ خیمہ میں آگ لگنے کے وقت ایک دوسرے واقعہ سے جو رشید الملۃ شمس الاسلام والمسلمین ابو عبداللہ محمد بن علی بن شہر آشوب بن ابی نصر بن ابی الجیش السروی المازندرانی (وفات ۵۸۸ھ) نے اُن کے غرق فرات کا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وفات کا یقین نہ تھا اور وہ نقل اقوال کر رہے ہیں۔ ذاتی رائے نہیں ہے۔ ہر دو اقوال کے بعد محترمہ کے بارے میں اسیری کا قول بھی پایا جاتا ہے اور شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزغلی المعروف بسبط ابن جوزی (وفات ۶۵۴ھ) نے اُن کے عقد ثانی کا جو ذکر کیا ہے اُس کا فریقین میں کوئی قائل نہیں یہ تو بالکل چوتھا قول۔

چوتھی رائے اُن کے بارے میں کوہ رے میں غائب ہونا ہے اور یہ مقام ایران میں

لہ اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۲۳۲

اب تک موجود ہے۔ اب جبکہ درایت سے روایت متعارض ہے تحقیق کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ درایت کو نظر انداز کردیں۔ جواہر الاصول علامہ نراقی ص۳۳ طبع اصفہان ۱۲۹۵ھ ریاض الشہادت عبرات العیون وعیون العبرات ص۳۲۳ مولوی سید ناصر حسین جونپوری وفات سنہ ۱۳۰۱ھ نے روایت نقل کی ہے۔ اگر شہربانو کو واقعہ کربلا میں زندہ نہ سمجھا جائے تو ایک تیسری صورت بھی ہے جس سے جمع بین الروایات ممکن ہے وہ محمد بن احمد بن عبیداللہ علی الحسینی مشہور بہ یحییٰ النسابہ کی زریں رائے ہے۔ چنانچہ جرجی زیدان مصری نے اپنی کتاب آداب لغت عربیہ تیسری جلد میں ظاہر کیا ہے کہ اس کتاب کا بہت پرانا قلمی نسخہ جس میں سرخ و سیاہ جدول تھے مصر کے کتب خانہ میں دیکھا ہے۔ جواہر الایقان کے فاضل مصنف کے سامنے بھی یہ کتاب تھی۔ وہ لکھتے ہیں مخفی نماند کہ این مخدرہ علیا وسیدہ طاہرہ یعنے شہربانویہ دختر بادشاہ یزدجرد زوجہ سید الشہداء روحی لہ الفداء مادر زبیدہ غیر شاہ زنان دختر یزدجرد حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام است زیرا کہ مادر آں خلیفۃ اللہ در ایام نفاس برحمت خدا پیوست واین شہربانویہ خالہ آنحضرت خلیفۃ اللہ بود واین راجناب سید الشہداء بحبالہ عقد آوردہ درحالیکہ بیوہ بود پس من گویم صاحب این کتاب یعنے کتاب بحر الانساب گفتہ است آں شہربانویہ در کربلا بود وجناب سید الشہداء وصیت نمود کہ بعد از شہادت من وبرگشتن ذو الجناح بخیمہ گاہ ذو الجناح سوار شود بجائیکہ مقدر شدہ ودر علم خدا گذاشتہ تراخواہد رسانید۔ پس شہربانویہ بعد از شہادت امام بنابر وصیت آنحضرت سوار ذو الجناح شد ودر کوہ اتکو بجائے رے غائب شد دآں کوہ نزدیک مقبرہ سید اجل افخر صاحب مناقب ومفاخر عبد العظیم مکنیٰ بابو القاسم است پس بسیار شایع درمیان مردم کہ وہ شد است ودر قلہ آں کوہ چیزے کہ شبیہ بمقنعہ ازار نمی توانست کسیکہ نزدیک بآں مقنعہ وازار شود یعنے مرد بلکہ زنیکہ آبستن باشد بر لیجو

یہ وہی منقول ہے جسکی بحث میں ہم بحث ازواج میں لکھ چکے ہیں کہ وفات مادر امام زین العابدین زچگی میں تسلیم لیکن سیرت میں پایا جاتا ہے کہ امام نے ان کی بیوہ بہن کے

ساتھ عقد کیا جو رشتہ میں چوتھے امام کی خالہ ہوتی ہیں۔ اور واقعہ کربلا میں اُن کو حکم ہوا تھا کہ در خیمہ پر ذوالجناح کے آنے پر وہ سوار ہو کر مشیت ایزدی کی تحت میں کربلا چھوڑ دیں وہ جہاں منظور الٰہی ہوگا پہنچائے گا۔ چنانچہ سواری اس خاتون کے مملکت رے کے اُس مقام پر رُکی اور دامنِ کوہ میں وہ غائب ہوئیں جہاں شاہزادہ عبد العظیم کا مقبرہ ہے اور مصنف کے وقت تک جہاں غائب ہوئیں چادر کا گوشہ باعجاز الٰہی ششش اس بات کے ظاہر کرنے کے لیے نمایاں تھا کہ یہی مقام روپوش ہونے کا ہے جہاں مدت تک مردوں کا گذر نہ تھا بلکہ وہ خاتون جس کے فرزند نرینہ پیدا ہونے والا ہے وہ بھی نہ پہونچتی اور معظمہ کے پردہ کا یہ عظیم قدرتی انتظام تھا جس نے اُس متبرک مقام کو صدیاں گذرنے پر مٹنے نہ دیا اُس مقدس مقام کا فوٹو جس کی تعمیر نو ہو گی کتاب میں دیکھو یہ حقیقت کس طرح پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے اور کتاب و سنت کے مخالف نہیں ہے۔

(۱) رد عیسائیت کے مشہور مبلغ فخر الاسلام محمد صادق اپنی مشہور کتاب بحث بشارات میں ساتویں بشارت میں کہتے ہیں کہ احبار و مسیحین کے ذخیرہ بارہ کا مضمون یہ ہے۔ پس بنات ملوک و امرا خدمت گار مسلمین کردند در طبقہ اولیٰ اسلام کی ترقی اس پیمانہ پر ہوگی کہ شاہوں کی لڑکیاں (بانیان اسلام) کے طبقہ اوّل کی خدمت گذار ہونگی۔ وہ اس اطلاع سے شہر بانوں کو مراد لیتے ہیں دیکھو انیس الاعلام جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ فارسی طبع ایران)۔ یہ نسخہ ۹۵ھ کا مطبوعہ میرے بخوبی دیکھا اور متن پیشین گوئی میں بنات کی لفظ ہے جس کا اطلاق واحد پر نہیں ہوتا لہٰذا دونوں بیٹیاں یزدجرد کی شامل ہونے پر دلیل میں توانائی پیدا ہوتی ہے اور اُمّ لیلےٰ بھی تو نگر گھرانہ کی تھیں لہٰذا لفظ اُن پر بھی حاوی ہے (۲) امام مظلوم کا راہ کوفہ میں تلاوت سورہ کہف کرنا فریقین نے[2] بلا اختلاف روایت کیا ہے اور ارشاد امام اعجب من اصحاب الکہف قتلی وحملی داستان اصحاب کہف سے میری واردات زیادہ تعجب خیز ہے اور سر مبارک کو

---

[1] انوار آفتاب صداقت حصہ اوّل قاضی الفضل احمد حنفی نقشبندی صفحہ ۳۱۲

[2] تکمیل العبید ترجمہ اردو شرح الصدور سیوطی صفحہ ۱۵۳ از مولوی اسمٰعیل کاندھلوی طبع نول کشور لکھنو

نیزہ پر رکھ کر لئے ہوئے پھرنا عبرت ناک ہے۔ اس تمثیل کا پورا ہونا اسی وقت درست ہے جب ہم واقعہ کربلا میں بھی کسی کو دامن کوہ میں پناہ لیتے ہوئے پائیں اور عجیب تر قرار دیتے ہیں یہ پہلی بھی زیر نظر رہے کہ وہ دقیانوس کے سو جانے پر بزم سے اٹھے اور محترمہ ہزاروں جاگتے ہوئے دشمنوں کی نگاہوں کے سامنے ہوئیں اور کوئی نہ روک سکا (۳) اختلاف کا پایا جانا اس محل پر خود ایک ناقابل انکار ثبوت ہے جب یہ مسلمات سے تھا کہ واقعہ کربلا عجیب تر ہے تو اختلاف کا ہونا کیسی دلیل وقوع ہے ما یعلمہم الا قلیل (۴) تعداد ازواج جو اپنے مقام پر گذری اس میں پانچویں بی بی یہ معظمہ ہوں تو کوئی مانع نہیں۔ واقعہ کربلا جس طبقہ نے محفوظ رکھ کر دوسرے راویوں سے نقل کیا وہ علم رجال اور نسب کی گہرائی سے تو واقف تھے کہ وہ علمی نکتہ کو سامنے رکھتے کہ والدہ سید سجاد پیدائش فرزند کے وقت فوت ہو چکی ہیں۔ شہر بانو کی شادی اس قدر شہرۂ آفاق رشتہ تھا جو عوام کے ذہنوں سے قطع نہیں ہوا۔ کسی بی بی کی گھوڑے پر سوار روانگی دیکھی وہ شہر بانو یا جیسے فرات میں گرتے دیکھا وہ شہر بانو واقعات تو سب صحیح ہو سکتے ہیں یہ سمجھنا کہ شہر بانو ہی ہیں مفید مطلوب ہے۔ ایرانی زبان میں ہر خاتون کو بانو کہا جاتا ہے ان کی روانگی نے یہ بھی بتایا کہ آل رسول اسیری میں مجبور نہ تھے ہر فرد اپنی حفاظت کی قوت رکھتی تھی۔ عبائر الانوار جلد سوئم میں بھی میں نے اس بحث کو چھیڑا ہے (۵) کوہ شہر بانو میں غیبت کے ثبوت پر ایک مضبوط کڑی وہ نذر و نیاز کا سلسلہ ہے جو عجمی حلقوں میں جاری رہا چنانچہ میرے زمانہ قیام اعظم گڑھ میں ۱۷ ماہ رمضان حالت صوم میں مرزا تصدق احمد نامی ایک مرد دیندار نے جو محمد آباد گہنہ کے رہنے والے تھے بیان کیا کہ مضافات محمد آباد میں سادات ہر سال ہندی مہینہ بھادوں کے چلتے پاکھ میں حضرت خضر کی نذر اور بھادوں کے پندرہ دن ختم ہونے پر بی بی ناپید کی نذر دلاتے تھے جو علاوہ ایک فعل خیر ہونے کے مومنین کی مرادیں بر آنے اور حاجت پوری ہونے کا قوی ذریعہ ہے۔ اس نذر کے بارے میں جب ان کے

عالم مولانا سید علی میاں کا آمل رحمۃ کے برادر عینی مغفرت مآب مولانا سید محمد صاحب مرحوم محمد آبادی سے پوچھا تو موصوف نے فرمایا کہ شہربانو مراد ہیں (جو تیروں کی بوچھار میں) فوج شام سے نکل گئیں۔ بھادوں کا مہینہ ہندوستان میں تیز بارش کا ہوتا ہے نذر دینے والوں کے ذوقِ سلیم کا پس منظر ممکن ہے کہ یہی ہو ورنہ عاقبو ر ۱۴ رمضہ میں اسی مہینہ کا المیہ ہو علامہ راشد الخیری مرحوم کو حسینؑ دوستی میں علماء فریقین سے جو شکایت تھی کہ ان

الحکم

ثابت ہوا کہ روایت شہربانو کی ترجمانی جو ذاکرین مجلسوں میں آج تک کرتے رہے وہ اس اساس کی تحت میں تھی اور واقعہ کو بے بنیاد سمجھنا صحیح نہیں۔ یہی ادلہ و براہین ہمارے گذشتہ علماء و محققین کے سامنے تھے جو انھوں نے مقاتل میں سرگزشت کو جگہ دی اور ذمہ دار ہستیوں کے منظومات بھی اس سے خالی نہ رہے چنانچہ حدیقۃ الحقیقۃ و شریعۃ الطریقہ کے فاضل مصنف ابو المجد ابن آدم سنائی غزنوی کا یہ شعر ہے

شہربانو و زینب گریاں — مانده در فعل ناکساں حیراں ص ۱۴۸

علمی دنیا میں اس قدر وزن رکھتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت جگہ سے ہٹا نہیں سکتی۔ اسی طرح حضرت آیۃ اللہ قاضی نور اللہ شوستری مرعشی رحمۃ اللہ کے ایک شعر میں بھی اسیر دل کے زمرہ میں شہربانو کا نام پایا جاتا ہے جو دلیل ہے کہ واقعہ کربلا کی وسعت میں کوثرت ایجاد کار فرما نہیں ہے

سرہائے شہداء کی روانگی
کربلا — مدینہ

گیارہ محرم کو سر شہیدوں کے بے روح لاشوں سے کاٹ کر کوفہ فوج روانہ ہوئی۔ نینوا کی اجڑی ہوئی بستی میں جو ویرانی چھائی ہوئی تھی وہ فوق شہداء کا مختصر حال سپرد قلم ہوا یہ بات رہی جاتی ہے کہ مدینہ میں کیا ہو رہا ہے اس کا اظہار اسی موقع پر برمحل ہے بعض تو سخیر کی آخری بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت رسولؐ کو ننگے سر بالوں اور چہرہ خاک پٹی ہوئی اشکبار دو شیشہ خون کے ہاتھوں میں لئے ہوئے دیکھا اور قتل حسینؑ کی خبر دی تفصیل مقاتل میں ہے

الٰہ سیرت میں دیکھو خواب سے بیدار ہونے پر جس شیشہ میں خاک کربلا ودیعت کی تھی اُس سے خون اُبل رہا تھا اور یہ نواسہ کی نانی کو یادگار رہی خبر رسانی میں معین ہوئی دیوار فاطمہ صغریٰ پر سیہ پوش طائر آیا اور شعر پڑھ کر سنائی دی اور محلہ بنی ہاشم میں کہرام ہوا محترمہ روتے روتے مر گئیں ۔

(۱۹۲) وفاتِ اُمّ سلمہؓ

ہم نے کتب اغیار سے حاصل کی کوئی وجہ نہیں کہ حسینؑ پر قربان ہونے والوں میں اس نام کو شمار نہ کیا جائے۔ باضابطہ خبر تو مدینہ میں ۲۴ دن کے بعد[۱] شروع ماہ صفر میں پہونچی ہے باپ اور چچا بھائیوں کی شنانی سے فاطمہ صغریٰ کا تڑپنا پھڑکنا الٰہ یہ بہنہ سر ہوتا تاریخ میں موجود فرزند آدمؑ حضرت ہابیلؑ کی خونریزی پر بھی کالا کوا نص قرآن ہے کہ آیا تھا وہی کالا ہے تو اس المیہ پر بھی آیا۔ راہ کے واقعات سوانح حضرت زینب میں شرح و بسط سے درج ہو چکے سر حسینؑ سے ایک بڑا معجزہ[۲] سرزد ہوئے ہیں جو دلیل حیات ہیں جس میں سر حسینؑ کی تلاوت قرآن خبر متواتر ہے جو لاتعداد راوی بتلاتے ہیں۔

(۱۹۳) شہادت عبداللہ بن عفیف

حضرت علیؑ کے باقی ماندہ ایک صحابی جو مسجد کوفہ میں معتکف تھے لڑائیوں میں اُن کی آنکھیں جا چکی تھیں۔ ابن زیاد کا خطبہ سن کر اُس کی سخت کلامی کا انتہائی جوش اور ولولہ میں جواب دینے کے جرم میں سولی پا گئے اور کئی دشمنوں کو مار کے مرے۔ حضرت مسلم اور اُن کے رفقا کی خونریزی کے بعد یہ عظیم خون مردِ پیر کا کوفہ

---

۱ قاضی صبغۃ اللہ مصنف نور العین ص۲۰ ۲ مخطوطات مکتبۂ آصفیہ دکھن
۲ معدن البکا ص۲۴۲ ۳ مقامات حسینیہ ص۲۲
۴ تکمیل العبور شرح الصدور ص۲۵ ۲ ترجمہ اُردو دہلی۔

بیش بہا سلطان الواعظین مولانا سید سبط حسن مرحوم سے

کس قدر تفریق شاہ دیں کے افسانہ میں ہے
سر تو ہے طشتِ طلا میں جسم ویرانہ میں ہے

دربار یزید و ابن زیاد کے کوائف تذکرۂ زینبؑ میں درج ہیں ۔

محسن کی شہادت (۱۹۴ / ۱۹۵)

پسماندگان امام میں ایک بی بی[1] حمل سے تھیں جن کا راہ کی تعب اور تشنگی نہ برداشت کرنے پر حمل ساقط ہوا حلب کی غربی سمت مشہد سقط کے نام سے مزار موجود ہے زچہ اور بچہ کو مسلمان فراموش نہ کریں۔ شہزادہ علی اصغر صـ۱۲۵ میں تفصیل دیکھو۔

بے شک یزید کی یہ مکاری کہ اُس نے قاتلان حسینؑ کو انعام و جائزہ میں بھی مالا مال نہ کیا اور زبان سے کسی روز یہ بھی کہا کہ سارا کیا دھرا عبید اللہ بن زیاد کا ہے وہ بے قصور ہے۔ مگر وہ اشعار جو اس کے نتیجہ فکر تاریخ، حدیث، سیرت مقاتل میں محفوظ ہو گئے اُس کو اسلام سے خارج کر چکے تھے وہ قول تھا اور یہ فعل کہ اُس نے خروج حسینؑ سلامتی سے اپنی آنکھوں میں لگایا شقاوت کا ازلی ثبوت اور حیوانیت کا ظالمانہ اقدام ہے اُس کے دربار میں جو اصحاب رسول سر حسینؑ کی تذلیل نہ دیکھ سکے تھے انتباہ پر اُن کو سزا موت دی گئی۔

قتل اصحاب رسول (۱۹۶ تا ۲۰۲)

مولوی عنایت علی بیگ اور مولوی سرفراز[2] علی اور مولوی سلامت اللہ کی اپنی اپنی کتابوں میں متفقہ آواز ہے کہ دربار یزید میں سات صحابی رسولؐ سر حسینؑ سے بھڑ دی

---

[1] عجائب المخلوقات قزوینی تاریخ ابن وردی شفاء الصدور شرح زیارت عاشور صـ۳۰۷ و خریدۃ العجائب ابن وردی
[2] تحریر الشہادتین صـ۹۳ و مسدس عزت افزا صـ۳۹

ہر قتل ہوئے ہیں جن کی نہ قبریں کہیں نظر آتی ہیں نہ نام ضبط تحریر میں آئے۔

(۲۰۳) وکیل روم

نصرانی کا قتل وہ عظیم جرم ہے جس کو بین الاقوامی قوانین قاتل کو معاف نہیں کرتے یہ وہ ظلم ہے جس کے بعد سلطنتوں میں اعلان جنگ ہو جاتا ہے۔

خونِ شہداء نے کہاں کیا اثر دکھایا۔ جو قطرے عشرہ کے دن خون حسین میں کوفہ میں گرے تھے ان میں ایک نے یہودی کی فالج زدہ لڑکی کو اچھا کیا۔ اس نے خون کے قطرے اپنے شل جسم پر مالش کی تھی بصارت بھی پلٹ آئی اور وہ دختر تندرست ہو کر ۵۰۰ یہودیوں کے ساتھ اسلام لائی۔[1]

ہند کی داستانِ غم ہند[2] نے جب سنا کہ یزید نے اُس کے دروازہ پر سرِ حسین آویزاں کیا ہے پردہ کو چاک کیا اور ننگے پاؤں یزید کی نشستگاہ میں اُس وقت آئی جب مجمع عام تھا اور کہا اے یزید سرِ مبارک فرزند فاطمہؑ دخترِ رسولؐ کا میرے گھر میں دروازہ پر نصب کیا ہے۔ یزید گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسکے سر پر چادر ڈالی محل سرا میں واپس کیا یہ کہتے ہوئے فرزند رسولؐ پر نوحہ و گریہ کو میں نہیں روکتا خوب رو وہ مرد قریش تھے۔ ابن زیاد ملعون نے اُن کے قتل میں جلدی کی میں اُن کے قتل سے راضی نہیں ہوں۔[3] اور دوسری روایت ہے کہ ہند مسجد میں چلی آئی اور سرِ حسینؑ طشت میں رکھے دیکھا پوچھا یزید یہ سر کس کا ہے۔ اُس ناپاک نے جواب دیا کہ یہ سرِ حسینؑ ہے جس کی ماں فاطمہ زہرا دختر محمد مصطفےٰ ہیں۔ ہند نے کہا قسم خدا کی فاطمہؑ پر کتنا گراں گذرے گا کہ وہ اپنے بیٹے کا سر تیرے سامنے دیکھیں۔ یزید تو نے وہ کام کیا جس سے قیامت تک کے لئے تجھ پر لعنت واجب ہوئی۔ اے دشمن خدا میں نہ تیری زوجہ

---

[1] شرح المصائب صفحہ ۔ ۔ ۔ [2] مجالس الواعظین طبع ایران صفحہ ۔ ۔ ۔ [3] ۔ ۔ ۔

ہوں اور نہ تو میرا شوہر ہے۔ یزید نے کہا ہند تجھ کو فاطمہؑ سے کیا کام۔ ہند نے کہا حق تعالٰی نے انھیں کے باپ اور شوہر اور اولاد کی وجہ سے ہمیں ہدایت کی اور لباس اسلام پہنایا تجھ پر وائے ہو قیامت کے دن کیا منھ دکھائے گا خدا و رسول کو۔ فاضل مصنف نے یزید کی بناوٹی باتوں اور قتل امام سے ناراض رہنے کا یہ بہترین جواب دیا ہے جو موصوف کے اصل الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ اے ملعون اگر تو بکشتن آں مظلوم نبودی پس چرا چوب خیزران را بر لب و دندان او می زدی و عیالش را بے ساتر در مجلس عام باز مید اشتی۔ اے بدبخت نمی توانستی کہ اقل یک جامہ بر سر زینبؑ خاتون افگن چنانچہ بر سر دختر عبد اللہ عامر افگندی۔

اگر شہادت حسینؑ میں یزید معذور اور ابن زیاد گنہگار تھا تو دربار میں یزید سر حسینؑ اور لب و دندان سے بے ادبی کیوں کر رہا تھا اور ہند کے ساتھ زینبؑ کو بھی حق تھا کہ ان کے سر پر ایک چادر اوڑھائی جائے۔ ہند کی یہ فراست تھی کہ وہ سر حسینؑ دیکھنے کے بعد یزید سے کنارہ کش نہیں ہوئی۔ ہند کا دربار میں آنا بکثرت[1] مقاتل میں ہے اور انفرادی بیان نہیں ہے ماننا پڑتا ہے کہ ہند کا تعاون اہل حرم کی قید سے رہائی میں تھا اور ابو اسحاق اسفرائنی کی تحریر کے مطابق ہند کا خواب سبب رہائی ہوا اگر ہند آغاز مصیبت میں یزید کو چھوڑ دیتی تو یہ خدمت انجام دینے کا فخر اس کو حاصل نہ ہوتا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب کا ترجمہ آپ اسفرائنی کے مقتل سے گوش گذار کریں۔ وہ کہتی ہے جب میں بستر پر گئی تو میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں فرشتے فلک سے اترنا شروع ہوئے۔ جن کا رخ سر حسینؑ کی سمت تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ آپ پر سلام ہو اے ابی عبد اللہ میں اس مشاہدہ میں تھی کہ عالم بالا سے ایک ابر اترا اس پر بہت سے مرد سوار تھے جن کے درمیان میں ایک بزرگ چاند کی طرح چہرہ چمکتا ہوا وہ سر حسینؑ کی طرف بڑھے اور سر اپنے گود میں گرا دیا اور فرمایا اے میرے فرزند تم پہ سلام ہو تم کو قتل کیا

---

[1] مصائب الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۹ طبع لکھنؤ۔

اور پانی تجھ پر بند کیا اور تجھے نہ پہچانا۔ مَیں تیرا نانا اور وہ تیرے باپ علی مرتضےٰ اور یہ حسن اور وہ تمہارے چچا جعفر ہیں۔

وہ بزرگ ایک ایک کا نام بتلاتے رہے اور آخر تک ان آنے والوں کا تعارف کیا۔ میں یہ خواب دیکھ کر چونک پڑی اور یزید کو تلاش کیا تو وہ ایک اندھیری جگہ دیوار کی طرف منہ کیے اپنے دونوں ہاتھوں سے رخسار پر طمانچے مار رہا تھا اور کہتا مالی و لمقتل الحسینؑ میں نے کہا چپ رہ میرا خواب سن وہ سر نیچا کئے ہوئے میرا خواب سنتا رہا۔

(۱) نور العین عربی مقتل ابو اسحاق اسفرائنی طبع بمبئی بھارت صہ ۸۵
(۲) مدینۃ المعاجز علامہ سید ہاشم بحرینی صہ ۲۶۳ طبع ایران
(۳) ناسخ التواریخ ج ۶ صہ ۳۶۹ طبع بمبئی۔

ہند امام کی زوجیت میں جتنے دن بھی رہی ہو اس رشتہ کا راز یہی تھا کہ دشمن کے گھر میں سوگ منایا جائے فضائل آلِ محمد کا اعتراف ہو اور شام میں جو مجلس ماتم کے نام سے برپا ہو اس میں غیر بھی شریک ہوں حر کا فوج امام میں شامل ہونا پہلی حقیقت تھی اور ہند کا کھلے سر دربار میں آنا۔ اور زوجیت سے نکلنا آخری حق تھا جو مسلمانوں نے دیکھا معلوم ہوتا ہے کہ ہند کو شہادت حسینؑ کی خبر بعد میں ہوئی ورنہ وہ اس سے پہلے جدا ہو چکی تھی اور ہند کے دروازہ پر سر لٹکانا یزید کا جان بوجھ کر تھا وہ اس کے نور ایمان کی کرن سے واقف ہوتے ہوئے اس کا دل دکھانا چاہتا تھا اور اپنی سطوت کا عملی اعلان تھا۔

ہند کو اب علیحدہ ہونا ہی تھا۔ آب و آتش۔ گل و خار۔ سعد و شوم۔ خیر و شر۔ نور و ظلمت۔ نہیں نہیں ایمان و کفر جمع نہیں ہو سکتے سلطنت یزید خاک میں مل گیا۔ ابو سفیان کا جال تار تار ہو گیا جو وفادار اموی اقتدار پر اپنی جانیں چھڑکتے تھے ان کے دست و پا مفلوج ہو گئے۔ قصر یزید پر انقلاب

کی گھٹائیں چھا گئیں مظلومیت جس قدر دبائی گئی تھی حق اُسی قدر اُبھرا۔ یہ گفتگو اُس وقت تھی جب ہند کو اسیری کی مدت میں بقیدِ حیات تسلیم کیا جائے صاحب دمعہ ساکبہ کی تحریر سے رجحان ہے کہ ہند بھی حکم یزید سے قتل ہوئی۔ اُن کی کتاب کا بعینہ ترجمہ ملاحظہ ہو۔ یزید کی ایک کنیز سوگئی۔ بیدار جو ہوئی تو منھ پر اپنے دلا نچہ مارے، اور قیمتی پوشاک اپنے جسم کی پھاڑ ڈالی اور یزید کو شجرۂ ملعونہ کی نسل قرار دیتے ہوئے برسر دربار سب و شتم کی اور بال کھولے ہوئے قصر شاہی سے نکلی اور کہا یزید تجھ پر وائے جو اولادِ فاطمہ زہرا پر مظالم سے باز نہ آیا۔ میں نے ابھی خواب دیکھا ہے کہ آسمان کے دروازہ کھلے اور چار فرشتوں نے تیرے قصر کو گھیر لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس عمارت کو جلا دو یہاں کے رہنے والوں پر خدائے قہار وجبار ناراض ہے ناقل کا قول ہے کہ یہ عورت یزید کی بی بی تھی۔ یزید نے جواب دیا کہ تجھ پر وائے ہو اولادِ فاطمہ کا مرثیہ پڑھتی ہے قسم بخدا میں تجھ کو قتل کر دوں گا پس ایک شامی اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک ضرب میں اُس کی روح رحمت باری سے ملحق ہوئی (دمعہ ساکبہ صفحہ ۵۶)

قید خانہ شام

لیجئے ذریتِ رسول زندان میں پہنچائی گئی کوفہ کے چند روزہ قیام میں بھی وہاں کا قید خانہ آباد کیا تھا وہ وقتی منزل تھی یہ غیر معین مدت ہے جس پر بحث تذکرۂ زینب میں ہو چکی ہے اور باپ کو روتے روتے دخترِ حسینؑ کی وفات آخری قربانی ہے۔ واقعہ کربلا کی اور میری خوش نصیبی ہے کہ سکینہ بنت الحسینؑ دو بار چھپ کر مقبول اور ختم ہوئی اب کوئی جلد بکڈپو میں باقی نہیں شہدائے کربلا پر بیشتر ہدیہ مارکیٹ میں تھے اور یہ سلسلہ قطع ہو رہا ہے کم از کم انصار پر جو کچھ لکھا وہ تو یکجا ہو جاتا بقول انیس ؎

شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لئے
ناموافق تھی زمانہ کی ہوا میرے لئے

خاتمہ گریہ وبکا پر

یہ بڑا طویل موضوع اور صدر اول سے ہر قرن کے نکتہ چیں طبقہ کے جوابات پر مقالات طبع شدہ محفوظ ہیں جن کا یکجا کرنا کچھ دشوار نہیں مگر ہم اتحاد بین المسلمین کے عہد میں پہونچ کر اب آپس کی نزاع کے قائل نہیں رہے۔ انگریز باہمی جنگ کے حامی تھے اور وہ وقت گیا جب ذکر حسینؑ واعظ پر حرام تھا۔ تعزیہ کاغذ اور بانس کا مجسمہ کہہ کر معاذ اللہ بت پرستی تھا اب عید میلاد میں مساجد کے نقول کاغذ کے قبہ جلوس میں نظر آتے اور ہر صاحب کمال حتیٰ کہ قلم میں شہرت یافتہ کا یوم منایا جاتا۔ مزار سیدان شریف کے نقشہ شبیہ کی صورت میں بلا تکلف بنائے جاتے۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ آل محمدؐ کے نام گلی کوچہ میں زبانوں پر آنا ان کی توہین اور اب جلوس میں گلی گلی نعت رونق کا سبب اور غیر مسلمین یہودی نصاریٰ ہنود پارسی اور دوسرے مشرکین کی نگاہ میں یکجہتی کا مظاہرہ سمجھا جاتا ہے نیز شب بیداری کی نقطہ کا اس سال سے رواج دیکھ کر اتحاد فریقین پر دل خوش ہوتا ہے (دیکھو اخبار جنگ کراچی ۱۵ر جولائی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ کالم ۴)

قبل کے صفحات میں فلسفہ گریہ پر جا بجا بحث ہو چکی ہے اور حسب وعدہ اپنے بڑے بیٹے مرحوم کے مقالہ پر کتاب ختم کی جاتی ہے۔

رونے والوں کی صورت بنانا بھی تشبہ بقوم فہو منہم۔ ایک نفسیاتی رویہ ہے۔

نقل مقالہ فرزند مرحوم مولانا سید محمد ہادی سند الافاضل فقیہہ فاضل واعظ (وفات ۱۳۹۵ھ) انسان شرافت نوعی کا مدعی ہے اس کا کاشانہ وجود عقل کے نورانی چراغ سے فروزاں ہے گو وہ نوعی حیثیت سے حیوان ضرور ہے لیکن اس کی یہ حیوانیت روحانیت کی آمیزش سے انتہائی شریف و ممتاز بن گئی ہے عقل کی سلامت روی اور استقامت منحصر ہے۔ مذہب کی پابندی میں عقل بغیر ایمان کے جسد بے روح کی کا سے نتیجہ یہ ہوا کہ حیات انسانی کا تحفظ نفس ناطقہ کی پرورش میں ہے بشرطیکہ یہ تربیت خالق فطرت کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں ہو مفہوم حیات صرف جسم کی تربیت نہیں ہوتی کیونکہ جسم تو حیوان کے بھی ہے بلکہ نفس ناطقہ کی تربیت ایمانی

اُصولوں کی چھاؤں میں اگر ایمان، کو عقل کا شمع راہ نہ بنایا جائے تو بہت سے مفسدے ہیں دنیا کی حیات میں بھی اطمینان اُٹھ جائے اور خطرات کا اندیشہ رہے اور نجاتِ اُخروی کی سرحد سے بھی کوسوں دور ہو جائے۔

اس تمہید کے بعد خوشی اور غم کی ماہیت کا ادراک کرنا بہت آسان ہے چیزوں کی اچھائی اور برائی عقلی ہے اور بعض چیزوں کا حُسن و قبح محض عقلی ہی نہیں بلکہ شرعی بھی ہے اُن کی بھلائی یا برائی کو نہ بتاتے تو ہماری عقل قاصر رہتی لہٰذا خوشی اور مسرت مستحسن اُس وقت ہیں کہ شرعی ہوں اسی طرح غم والم بھی عقلی و شرعی ہوں تو اچھے ورنہ برے اور حدودِ غم کی بھی تعین ہو جاتی ہے دنیا کی نعمتیں فانی ہیں ہر بہار خزاں کا پیش خیمہ ہے۔ یہاں کی مسرتیں گلدستہ فنا کا ایک ہلکا سا عکس ہے یہاں کے غم والم افسانہ بے حقیقت ہیں۔ اس لئے ایک مومن متقی دنیا کی ہر خوشی سے مسرور نہیں ہوتا اور دنیا کا ہر غم اُس کو محزون نہیں بناتا کیونکہ مسرت و غم عقلی و شرعی نہیں ہے اس لئے مناسب ہے کہ عقل فطری کو ایمانی مسرتوں اور ایمانی غموں سے مالا مال کریں یہ خوشیاں غنچہ نو شگفتہ ہیں ان کی بو باس روز ازل اور بقاء نفس ناطقہ تک رہے گی اور یہ غم دنیاوی آلام سے بچانے والے ہیں۔

اگر حیات جاودانی کے راز سربستہ کا انکشاف کریں تو پتہ چلتا ہے کہ عقل کو ایمان کی احتیاج ہے اب اگر ایمان جس ذات کا طواف کرتا ہو اصول دینی و نوامیس الٰہی جس کے دستورِ حیات کا سرچشمہ ہو جس کی ذات ایمان والوں کے لئے مجسمہ بشارت و نذارت ہو اس کا ہر قول و فعل ہماری نظر میں محبوب ہوگا ایسی عظیم المرتبت ذات کی ہر مسرت ہمارے لئے مژدۂ فرحت افزا ہوگی اور خدا نخواستہ اگر اس پر کوئی مصیبت آپڑے تو ہم بھی اس مصیبت میں شریک ہونا اپنے لئے فخر محسوس کریں گے۔

مجالس کی شرکت منجملہ دیگر فوائد کے رقتِ قلب پیدا کرتی ہے۔ بے رحمی، سخت دلی ظلم و جور کی یزیدی داستانیں سُن کر خواہ مخواہ سخت ترین قلوب متاثر ہوتے ہیں اس لئے کہ مظلوم و مصیبت زدہ سے ہمدردی فطری ہے اور

اس تاثر کا نتیجہ سخت دل کو رقیق القلب بناتا ہے مصائب سید الشہداء سن کر رونا۔ یا رُلانا۔ یا رونے والوں کی صورت بنانا اور غم والم کی تصویر بن جانا حمیت انسانی اور فرض شناسی کے جذبہ صادق کی دلیل ہے۔ اس محسن اعظم کی یاد جس نے اپنے خون سے عمارت اسلام کو سینچ کر ہمیشہ کے لئے اس کی دیواروں کو بلند کر دیا اور ایسے پُر آشوب دور میں جبکہ بشریت یزیدی کردار سے فریاد کناں تھی اور خلافت رسول اسی کی سیرت قبیحہ سے بالکل دست بردار تھی میدان عمل میں قدم رکھ کر حق و باطل میں امتیاز کرکے یہ ثابت کر دیا کہ خلافت رسول کا عہدہ خواہشات نفسانی اور آئین ظلم کی تلقین و تربیت نہیں کرتا بلکہ اُس کے لئے صفات جمیلہ کی حاجت اور خداداد صبر و توفیق کے بغیر ہر عامی نیابت رسول کا دعویٰ کر کے اسلام کی قسمت سے کھیل نہیں سکتا ایسے مظلوم و بیکس مگر شجاع بات کے دھنی حسین بن علیؑ اور اُن کے اصحاب و اقرباء کے مصائب پر آنسو بہا لینا درحقیقت اُن کے احسان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اپنی وفاداری کا ثبوت دینا ہے داستان کربلا کو ایک مومن سُنے اور خواہ مخواہ آنسو نکل پڑیں یہ ممدوح نہیں اس طرح تو غیر مسلم بھی حسینؑ کے المیہ مرقعوں کو دیکھ کر رو دیتا ہے مصائب کی شدت اور مظلومیت کی تصویر اس کے دل کو بے چین کر دیتی ہے اس قسم کا گریہ تو انسانیت کا تقاضا ہے لیکن ایمان کا تقاضہ محض یہی نہیں کہ اگر مصائب اہلبیت سننے کے وقت از خود آنسو نکل پڑیں۔ آواز بلند ہو جائے تو روئے ورنہ نہیں بلکہ رونے کی کوشش کیجئے غم و الم کا اظہار کیجئے اس علاقہ ایمان کے وجہ سے رونا نہ آئے تو اپنے آپ کو ویسا بنائیں کہ سیدۂ عالمیاں یہ نہ سمجھیں کہ اس کے قلب پر کوئی اثر نہیں ہوا انسان کی جزا اختیاری فعل پر ملتی ہے میرے نزدیک اگر کسی کو سوء اتفاق سے رونا نہ آئے اور وہ کوشش کرے رونے کی اور قلب پر اذیت کا احساس طاری ہو تو نہایت ممدوح ہوگا اور استحقاق ثواب عظیم ہوگا۔ جس دقیع انشیاء عقلی ہے رونے والوں کی صورت بنانا اس کا استحسان بھی عقلی ہے۔ صف عزا پر بیٹھ کر سوگواروں کی

شکل اچھی ہوتی ہے اہل بزم میں مساوات اسی طرح باقی رہتی ہے کہ ہر آنکھ میں
آنسو ہو ہر لب پر فغاں ہو۔ جب شریک ہونے والے اپنے کو ان زیوروں سے آراستہ
کریگا جو خدا اور اُس کے رسول کے نزدیک محبوب ہیں تو اس قابل ہو جائے گا
کہ ملائکہ آسمان کی نظر میں ان رونے والوں کی صورتیں بھلی معلوم ہوں گی ان کے
قلوب ان کی طرف کشش کریں گے اس طرح سے یہ بزم ملائکہ آسمانی کی فرودگاہ میں
جائے گی عیون اخبار رضا میں معصوم سے مروی ہے جو شخص روئے یا سو آدمیوں کو
رولائے اس کے لئے بہشت[1] ہے اور جو روئے اور پچاس آدمیوں کو رُلائے
اُس کے لئے بہشت ہے اور جو روئے اور تیس آدمیوں کو رلائے اُس کے لئے بھی
بہشت ہے اور جو روئے اور بیس آدمیوں کو رُلائے اُس کے لئے بھی بہشت ہے۔
اور جو خود روئے اور رُلائے دس آدمیوں کو اس کے لئے بھی بہشت ہے اور جو
روئے اور ایک شخص کو رُلائے اُس کے لئے بھی بہشت ہے اور جو شخص رونے والے کی
صورت بنائے اُس کے لئے بھی بہشت ہے۔ دوسری حدیث ثواب الاعمال میں
امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جس شخص نے امام حسینؑ کے بارے میں ایک بیت کہی اور روئے
اور نو آدمیوں کو رُلایا تو دونوں پر بہشت لازم ہے حتیٰ کہ اپنے رونے والوں کی تعداد
کم کرتے کرتے فرمایا کہ جو شخص حسینؑ کے بارے میں ایک بیت کہے اور روئے تو
اُس کے لئے بہشت ہے اور یہ گمان ہے کہ امام نے تتمہ حدیث میں یہ بھی فرمایا
او تباکے وجبت لہ الجنۃ اور جو ایک بیت پڑھ کر رونے والے کی صورت
بنائے اُس کے لئے بھی بہشت ہے۔ مذکورہ حدیثوں سے حسینؑ مظلوم پر رونے اور غمگین
صورت بنانے کی اہمیت و شرافت واضح ہوتی ہے اگر منافق کا اسلام قابل قبول ہے تو رونے
والوں کی سی صورت بنانا یقیناً مقبول ہے اس لئے کہ ظاہر باطن کا ترجمان ہے نفاق میں
باطن بُرا ہوتا ہے۔ ظاہر اچھا اس محل پر باطن حسینؑ لیکن ظاہر ناقص تھا اگر صورت بنالی
ثواب تصویر غم مکمل ہوگی۔ روزہ دار کے لئے امساک کا حکم کیوں ہے یہ روزہ دار کی

[1] عربی عبارتیں ترک کردی ہیں مگر یہ آ، شرط آخر کلام میں آپ دیکھیں گے ۱۲ مؤلف

بناتا نہیں ہے۔ ہم ایک شخص کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے ہیں ہم کو کوئی لگاؤ نہیں ہے نسلی تعلق بالکل نہیں ہے مگر اس کے پسماندگان کو زار و قطار روتے دیکھ کر ہم بھی اپنی فرحت و انبساط کو اتنی دیر کے لئے رخصت کر دیتے ہیں اور جب تک سوگواروں کے ماحول میں رہیں گے خود بھی مجسمۂ غم بن جائیں گے۔ یہ جذبہ ہمارا ہمدردی اور مواسات نہیں بلکہ ماحول کا ایک فطری اثر ہے جیسا کہ جانور انسان کے گرد و پیش رہ کر وقتی طور پر آدمی کی طرح بولنے لگتا ہے ۔

طوطی صفتم درپس آئینہ اند
اخذ ام من تشبہ بقوم فہو منہم

وہ متفق علیہ حدیث جس سے کسی کو انکار نہیں۔ ایک ملک کا باشندہ عارضی طور سے دوسرے ملک میں سفر کرتا ہے تو وہ قیام میں سہولت بہم پہنچانے کے لئے وضع قطع گفتار و رفتار وہی اختیار کرتا ہے جو اس ملک میں ہر متوطن کی ہے۔ اگر یہ تمام افعال صحیح ہیں تو غم حسینؑ میں رونے والوں کی صورت بنانا بھی صحیح ہے۔ علماء اہل سنت میں اس عصر کے مفکر اعظم مولوی عبد الماجد بی اے کی خصوصی رائے ـــــ

اگر کوئی شخص مسلسل چند منٹ تک اپنی صورت مغموم بنائے رکھے تو وہ خواہ مخواہ افسردگی اور اداسی محسوس کرنے لگے گا اگر کوئی شخص ایک کافی وقت تک اپنے تئیں تکلیف خندہ پیشانی اور اپنے چہرہ کو بشاش رکھے تو وہ خود بخود زندہ دل محسوس کرنے لگے گا۔ میں نے سنا ہے کہ امامیہ مذہب کے کتب حدیث میں ایک حدیث اس مضمون کی ہے جو شخص حسینؑ پر روئے یا دوسروں کو رلائے یا اپنی رونی صورت بنائے وہ سب مساوی ثواب کے مستحق ہوں گے۔ یہ حدیث صحیح ہو یا نہ ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ـــــ

اس کے اندر علم النفس کا ایک اہم نکتہ مضمر ہے جس پر عوام کی نگاہیں نہیں پڑتیں عوام کہتے ہیں کہ غمگین صورت بنانے والوں کو غمزدہ سے کوئی واسطہ نہیں لیکن اپنے نفس کے تجربہ کے بعد جو شخص کہہ سکتا ہے کہ کافی مدت تک غمناک صورت بنائے رکھنے کے بعد ممکن نہیں کہ انسان واقعی غم محسوس نہ کرے (فلسفہ جذبات ب ۲ ص ۹۲ دار الاشاعت انجمن ترقی اردو مطبع مسلم پرنٹنگ ہاؤس سنہ ۱۹۱۲ء)۔

حدیث معصوم کو محترم مؤلف نقد و نظر کی منزل پر لا کر تشنہ تحقیق قرار دیتے اور نفس مطلب پر بحث شروع کر دیتے ہیں اس سے یہ تو واضح ہوا کہ عقلی زاویہ نگاہ سے حدیث میں کوئی پہلو تعجب خیز نہیں مگر ممدوح سے تعجب ہے کہ جب وہ نفسیات پر بحث فرماتے ہوئے ڈارون سسلی اسٹارٹ مفکرین کے تالیفات تک نظر پہونچانے کی زحمت اُٹھاتے ہیں، تو کیوں سیوطی اور دیلمی ایسی مشہور ہستیوں کے مجامع روایات سے چشم پوشی کرتے ہیں اپنے ذاتی سرمایہ سے فیض اُٹھانے کے بعد اغیار کے جیب و دامن کا درجہ تھا پہلے اسلامی کتب کے جواہر پارے ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث فردوس الاخبار حدیث کی مشہور کتاب ہے جس میں ندرت نواز مؤلف نے صحابہ رسولؐ میں ہر شخص کی بیان کردہ روایتیں یکجا درج کی ہیں چنانچہ جویریہ بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا میں تمہارے سامنے سورہ تکاثر پڑھنے والا ہوں تو جو شخص سورۂ مبارکہ سن کر روئے اُس کی گریہ کا صلہ بہشت ہے اور جو رو نہ سکے وہ (کم از کم) رونے والوں کی صورت بنائے اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی وما قدروا اللہ حق قدرہٖ (فردوس الاخبار صـ۱۳ مخطوطات)

دوسری حدیث اہلِ سنّت کے امام حافظ محمد بن یزید ابی عبد اللہ ابن ماجہ القزوینی تحریر فرماتے ہیں۔ سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ خوف خدا میں روؤ اور اگر تم کو رونا نہ آئے تو تم سب رونے والوں کی صورت بناؤ (سنن ابن ماجہ ج ۲ صـ۲۸۵ مطبع علمیہ مصر ۱۳۱۳ھ)

تیسری حدیث خود حضرت ابو بکر تک پہنچتی ہے جس کو امام جلال الدین سیوطی نے یوں روایت کی ہے عرفجہ راوی ہے کہ حضرت ابو بکر فرماتے تھے کہ جو شخص خوف خدا میں رو سکتا ہے وہ روئے ورنہ رونے والوں کی صورت بنائے (تاریخ الخلفاء صـ۵۸ مطبع مجتبائی دہلی دسمبر ۱۹۱۰ء)

ہر سہ روایت دیکھ کر واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا اور صحابہ رسول کے اقوال اس

قسم کے بتواتر پائے جاتے ہیں...... کہ رونا اور رونے والوں کی صورت بنانا متراوت ہے چونکہ اسلام کے احکام ابدی ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ جو شئے پہلے مزاج اسلام کے موافق تھی اب ناموافق ہوگئی ہو یا جو پہلے ناموافق اب موافق ہوگئی ہو اس لئے انبساط کا انقباض میں اور انقباض کا انبساط میں تبدیل ہوجانا ممکن ہے۔ اگر خوف خدا میں گریہ مطلوب رسول ہے تو قیامت تک ہم اس کو محبوب سمجھیں گے اور دشمن سے ہمدردی اگر فلسفۂ محبت کے منافی ہے تو آج بھی رونا اور رونے والے کی صورت بنانا قبیح نہیں ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ مشورہ عام اہل ایمان کو ہے آئمہ کے دربار میں جو مجلسیں ہوئیں وہ اتنی پر اثر ہوتی تھیں کہ ذاکر قطع سخن پر مجبور کیا جاتا تھا۔ بنی اُمیہ کے خاص نمایندہ ابوالفرج اصفہانی نے علی بن اسمٰعیل تمیمی کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آنے والے نے باریاب ہونا چاہا۔ آپ نے حاضر ہونے کی اجازت دی۔ اور عورتوں کو پردہ کے عقب میں بٹھایا اور جب وہ مرد بزرگ داخل ہوئے تو مرثیہ کی فرمائش کی اور آنے والے نے مرثیہ پڑھا راوی کہتا ہے میں دیکھتا تھا کہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور رخسار مبارک تک پہونچ رہے تھے اور نوحہ وشیون کی آواز گھر سے بلند تھی یہاں تک کہ پڑھنے والے کو روک دیا۔ مرقومہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ شاعر اہلبیت صرف پانچ شعر پڑھنے پایا تھا کہ گریہ نے مہلک صورت اختیار کی وہ اشعار یہ ہیں ؎

امرر علی جدث الحسین فقل لاعظمہ الزکیہ
اعظما لازلت من وطفاء ساکبۃ رویہ
وابک المطہر لمطہرۃ النقیہ
کبکاء معولۃ اتت لومًا لواحد اہا المنیہ

(آغانی ابوالفرج اصفہانی ج ۷ ص ۔ طبع مصر)

اس مرثیہ میں واقعہ کربلا کو عظیم ترین حادثہ اور قبر مبارک کو مستحق زیارت اور

اجسام کو ظاہر خاص طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔

ایک قابل لحاظ نکتہ وہ احادیث جس میں ثواب زیارت بیان کیا گیا ہے مظہر ہیں کہ معرفت شرط قبولیت زیارت ہے لہذا اشک بار چشم کے لئے بھی منزل عرفان لازم ہے اور اس قید سے ثواب گریہ کی حد بندی ہو جاتی ہے اور اس گوہر مراد سے وہ ظالم یقیناً تہی دست سمجھے جائیں گے جو ظلم ڈھانے کے باوجود مصائب دیکھ کر روئے اُن کے آنسو فطرت انسانی کے مطابق تھے اور ستم آفرینی مصلحت وقت کا تقاضہ تھی لہذا آنسو ان کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔ اب رہے وہ نفوس جو اصول و فروع میں اختلاف کے باوجود حیثیت کے ہمدرد اور اُن کو مستحق گریہ سمجھتے ہیں بعید نہیں کہ حدیث کے دامن میں وہ بھی سمٹ آئیں اور اُن کے لئے فله الجنة یا وجبت له الجنة کا مطلب یہ ہو کہ رونا رُلانا، رونے والے کی صورت بنانا جز اصول و فروع مذہب کا قائل ہے اُس کے لئے جزا میں استحقاق بہشت پیدا کرتا ہے اور جو غیر مسلم ہے مگر اس لئے گریہ کیا تو چونکہ اس کی جنس دنیا ہے لہذا وہ بھی جزا سے محروم نہ رہا اور اس لئے حدیث میں وارد ہو گیا ہے الدنیا سجن للمومن وجنة للکافر۔ دنیا کفار کے لئے بمنزلہ بہشت ہے لہذا ثواب گریہ میں چونکہ صلاحیت رکھتا ہے کہ عالم بالا کی جنت حاصل کرے وہ ورثہ دار جنت قرار پاتا ہے اور جس میں اُس بہشت کی صلاحیت نہیں ہے وہ نعیم دنیا سے لطف اندوز ہوتا ہے اور من بکی وجبت له الجنة کی وسعت میں دونوں شامل ہیں۔ الواعظ اگست ۱۹۵۵ء

اس فاضلانہ مقالہ کے بعد قلم روکنا پڑتا ہے۔ بہت کچھ رہ گیا اور جو لکھنا چاہتا تھا وہ سب ضبط تحریر میں نہ آسکا اس سیرت کے تعلیمات اور نتائج درج کرنے کی گنجائش نہیں نکلی قارئین یاد رکھیں کہ تصنیف کے ساتھ کتابت شروع کی اور ۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو رب العالمین نے حد اتمام کو پہونچائی۔ مسلم اتحاد اور تحفظ مملکت ہمارا فرض اولین ہے۔

والخر دعوانا ان الحمد للّٰہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

قطعہ تاریخ

نتیجۂ فکر سید طالب اصغر رضوی زیدپوری۔ ایم۔ اے

(اردو و اسلامیات و فاضل۔ فارسی پنجاب)

بجز نصرت دیں تو کارے نہ کردی
تمیز و ضمیر دبر و رحِ دوامی
پئے سال طبعش مسیحی یہ طالب
بگفتی نوشت الحسین آغا مہدی

۱۹۷۷ء

کتاب "الحسین" مصنفہ مولانائے محقق مہدی شائع شد

۱۹۷۷ء

جناب سید سردار مہدی صاحب رضوی زیدپوری

تیرا ہی ذکر ذکر رسولِ انام ہے
تیری ہی ذاتِ پاک سے اسلام نام ہے
اپنا یا جس نے تم کو اُسے مل گیا خدا
تم کو بھلانے والے پہ جنت حرام ہے
صبر و رضا کا خاتمہ تم پر ہے اے حسینؑ
انسانیت کے اوج پہ تیرا مقام ہے
گھر بار سب لٹا دیا اُمت کے واسطے
تیرے بغیر کارِ نبی نا تمام ہے

تم پر سلام اور ترے انصار پر سلام
اولادِ مصطفیٰؐ پہ درود و سلام ہے

عصمت مآب بیبیوں پر بھی سلام ہو
جن کے بغیر کرب و بلا ناتمام ہے

جو کربلا کا لکھتا ہے احوالِ خونچکاں
انصار میں حسینؑ کے اس کا بھی نام ہے

کیا کہنا آغا مہدیِ والا صفات کا
بے شبہ وہ محققِ عالی مقام ہے

گذری ہیں پانچ نسلیں اسی کارِ خیر میں
لکھنا لکھانا بس یہی شیوہ مدام ہے

دو سو کتابیں لکھیں کم و بیش لاجواب
سچ یہ ہے زندگی کو اسی سے دوام ہے

لکھا ہے "الحسین" عجب شاہکار ہے
جاری ہے اور قبول ہر اک خاص و عام ہے

لکھتے رہیں انھیں کی حکایاتِ خونچکاں
سردار کی یہ حق سے دعا صبح و شام ہے

تمت بالخیر

مختصر فہرست عنوانات کتاب ہذا

ضمنی مسائل و فوائد

(شعراء و ادباء)

شہید ثالثؒ کا ہدایت آفریں رویہ

علیا مکرمہ شہر بانو کی بحث ص۳۳۲ میں پیچھے اس نے کہا تھا حضرت نور اللہ شوستری بھی شہید ثالث کا زاویہ نگاہ بھی یہی تھا کہ وہ محترمہ کی ولادتِ فرزند کے وقت وفات کو حرفِ آخر نہیں سمجھتے اور اسیری حکایت میں ان کو کوئی مانع نہیں ہوا اور ان کے مرثیہ کے جگر خراش شعر مل گئے ؎

شہر بانوؑ و زینبؑ گریاں ۔۔۔ ماندہ ز فعلِ ناکساں حیراں
سر برہنہ بر اشتر پالاں ۔۔۔ خاندانِ محمدیؐ ویراں

(مجالس المومنین)

اس اقدام نے بتایا کہ قصص و حکایات اور واقعاتِ کربلا کا تعلق اس سے نہیں ہے اور نقل اقوال مشانِ علم ہے اگرچہ کی گرم زمین پر خون میں ڈوبا ہوا مفتی اگر اس سے کوہ شمران کا استفسار ہوتا تو وہ اپنی ملکی و وطنی زیارت گاہ کی نشان دہی اور انتساب کو فراموش نہ کرتا اور انکار کی جرأت نہ تھی اب جملہ اقوال و روایات کو سامنے رکھنے کے بعد درایت کو اس کے مویدات پا کر اگر وقیع نگاہ سے دیکھا تو مقام عجب نہیں۔

شہر بانو ام السادات کے بلند اور رفیع درجہ پر فائز دعائے کشمیر وید نے الباقیات الصالحات کا ان کو لقب دیا ہے وہ خود باقی ان مقامِ غیبت باقی ان کی روایت باقی ان پر نوحہ باقی اور کچھ دور نہیں کہ آنکھ میں باقی اترانے کے بعد دفع کرنے پر جو شرمہ کا نسخہ مخطوطات قدماء میں خزانہ کسریٰ اور امام حسینؑ سے مروی ہے۔ وہ شہزادی کا علامیہ ہو زیارت گاہ مذکور پر ریسرچ جاری ہے ممکن ہے کہ ہم قدماء کے صحیفہ جہاں کرسی دعا کی طرف اشارہ کریں جو ان کی یادگار رہے۔

آغا مہدی ۱۳۹۸ھ
۲۹ ربیع الآخر